سنگدل محبوب

تحریر: رمشاراجپوت

عینی کو کچھ کتابیں لینے بازار جانا تھا لیکن ڈرائیور چھٹی پر تھا اس کے گھر میں فوتگی ہو گئی تھی تو وہ ایک ہفتے کے لیے چھٹی لے کر گیا تھا۔

بڑی امی مجھے کچھ کتابیں لینے بازار جانا ہے اور اصغر چچا چھٹی پر ہیں اب کیا کروں۔

بیٹا تم کل چلی جانا کل تک شاید آ جائے ڈرائیور۔ عالیہ بیگم نے کہا۔ نہیں بڑی امی مجھے ضروری چاہیے کتابیں۔ عینی پریشانی سے بولی۔

اتنی دیر میں میر شاہ اندر اتا دکھائی دیا وہ گھر کوئی ضروری فائل لینے ایا تھا۔

السلام علیکم !میر نے اندر اتے ہوئے سلام کیا.

وعلیکم السلام بیٹا۔عالیہ بیگم نے جواب دیا.

میر بیٹا عینی کو بازار سے کچھ کتابیں خریدنی ہیں تم اسے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ عالیہ بیگم نے میر سے کہا۔

نہیں بڑی امی میں خود چلی جاؤں گی۔ عینی نے نفرت سے میر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

خود کیسے جاؤ گی بیٹا میر لے جائے گا نا۔عالیہ بیگم بولی۔اور عینی عالیہ بیگم کو منع نہ کر پائی اور میر کے ساتھ چلی گئ۔

راستے میں بالکل خاموشی تھی سگنل پر گاڑی رکی کہ تبھی ایک لڑکا گجرے لیے ان کی طرف ایا۔

صاحب گجے لے لو اپنی بیوی کے لیے۔اس چھوٹے لڑکے نے میرے کی گاڑی کی ونڈو بجاتے کہا۔

نہیں ہوں میں ان صاحب کی بیوی۔عینی غصے سے بولی۔میر کچھ نہ بولا اور گجرے اس لڑکے سے لے کر گاڑی میں رکھ دیے بظاہر تو وہ کچھ نہ بولا

لیکن اس کو عینی کے رویے پر بہت دکھ ہوا۔

کس کے لیے یہ گجرے لیے تم نے؟کچھ دیر کی خاموشی کے بعد عینی نے پوچھا۔

اپنے ہونے والی بیوی کے لیے۔میر شاہ نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے کہا۔

تم سے کس نے کہا میں تم سے شادی کروں گی میں نفرت کرتی ہوں تم سے۔عینی نے تیوریاں چڑھاتے ہوئے کہا۔

یہ سن کر میر شاہ کو دکھ تو بہت ہوا لیکن ظاہر نہ کیا۔

تم سے کس نے کہا کہ یہ گجرے تمہارے لیے ہیں یا میں تم سے ہی شادی کروں گا؟میر شاہ نے شرارت سے کہا.

او اچھا تو ڈھونڈ لی لندن میں کوئی کیونکہ پاکستان تو تم ٹائم پاس کر رہے تھے۔اس نے استہزیہ ہنستے ہوئے کہا۔

اتنی دیر میں وہ لوگ بک شاپ پہنچ گئے۔

عینی نے بکس لی اور واپس گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی۔ واپسی کا راستہ خاموشی سے گزرا میر شاہ عینی کو گھر چھوڑتا واپس افس چلا گیا۔

مناہل اجاؤ نا پلیز بھائی کی جان۔ اہان مناہل کو شاہ ولا جانے کے لیے منا رہا تھا۔

کیوں بھائی ابھی پرسوں ہی تو ائے ہیں ہم۔ مناہل ٹی وی دیکھتے بولی۔

اچھا نہ پلیز آج بھی آ جاو نا۔اہان اس کی منتیں کرنے لگا۔

کیوں پہلے وجہ بتائیں ؟ مناہل فورا بولی۔

آ۔۔ا۔۔۔۔۔کچھ نہیں بس ایسے ہی۔اس کے اس طرح پوچھنے پر اہان گھبرا گیا۔

نہیں بھائی سچ سچ بتائیں مجھے دال میں کچھ کالا لگ رہا ہے۔ مناہل اسے گھورتے بولی۔

یار وہ نا اہان نے تہمید باندھی۔

کیا؟؟؟؟؟؟؟ مناہل ہمہ تن گوش ہوئی.

وہ میں نہ مہرماہ کو پسند کرتا ہوں۔ اسے پرپوز کیا تھا بس جواب لینے جا رہا ہوں۔ اہان نے فورا ساری بات بتائی۔

ریلی بھائی۔ مناہل خوشی سے بولی۔

جی۔ اہان اسے خوش دیکھتا بولا۔

ویسے بھائی میں بھی یہی چاہتی تھی کہ مہرماہ میری بھابھی بنے۔

چلو اچھا ہو گیا چلیں میں چادر لے کے اتی ہوں۔

پھر چلیں کچھ ہی دیر بعد وہ دونوں شاہ ویلا روانہ ہوئے۔

زمان کمرے میں ایا تو حورین پہلے سے ہی کمرے میں موجود تھی اس کو نظر انداز کرتا ہزمان اپنے کپڑے لیتا واشروم چلا گیا وہ باہر آیا تو حورین وہیں بیٹھی تھی۔

وہ شیشے کے اگے کھڑا اپنے بال بنانے لگا۔

تبھی حورین کی نظر اس کے ماتھے پر گئی جہاں چوٹ لگی تھی۔

بریک لگنے سے زمان کا سر سٹیرنگ سے لگا تھا۔

ز۔۔۔زم۔۔۔زمان آپ کو چوٹ لگی ہے۔ وہ اس کے ماتے کی طرف اشارہ کرتے بولی۔

ہممممم۔زمان نے اسے نظر انداز کیا۔

اس پہ کچھ لگالیں اپ کو درد ہو رہا ہو گا۔

ناجانے کیوں اسے زمان کی فکر ہو رہی تھی۔

جو تکلیف اج تمہیں کسی اور کے ساتھ دیکھ کر ہو رہی ہیں نہ حورین چودری اس کے اگے یہ کچھ بھی نہیں۔زمان غصے سے بولا۔

زز۔۔۔زم۔۔۔زمان۔حورین سہم کر بولی۔

کیا زمان؟ اج تمہاری وجہ سے تکلیف میں ہوں میں حورین میرا دل ٹوٹا ہے مجھے لگتا ہے میں ابھی مر جاؤں گا لیکن میں نہیں مر رہا ایسے لگتا ہے جیسے سانس تنگ کر دی گئی ہوں مجھ پر کاش آج اس ایکسیڈنٹ میں میں مر جاتا نہ مجھے روز روز مرنے کے لیے جینا پڑتا۔یہ کہتے ہی زمان کمرے سے نکل گیا۔

ارادہ اس کا میر شاہ کے پاس جانے کا تھا۔

ایکسیڈنٹ۔۔۔۔حورین بس اس لفظ میں ہی گم گئی تھی۔

السلام علیکم !,اہان اور مناہل نے لاونج میں داخل ہوتے سلام کیا.

وعلیکم السلام عالیہ بیگم زرینہ بیگم اور فاخرہ بیگم نے جواب دیا.

کیسے ہو بچوں؟ زرینہ بیگم مسکرا کر بولیں.

ٹھیک. اپ سنائیں؟ مناہل صوفے پر بیٹھتے بولی.

میں زین سے مل کر ایا. اہان یہ کہتے ہی اوپر بھر گیا ارادہ مہرما کے کمرے میں جانے کا تھا.

مناہل ان کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گئ۔

اہان محرماہ کے کمرے میں گیا لیکن وہاں کسی کو نہ پا کر وہ واپس مڑنے لگا کہ اسے بالکنی میں کسی کا گمان ہوا۔

اس نے اگے ہو کر دیکھا تو محرماہ کھڑی تھی۔

وہ مسکرا کر اگے بڑھا۔

السلام علیکم۔ اہان کے سلام پر محرماہ فورا پیچھے مڑی۔

وعلیکم السلام۔ مہرماہ اچانک اسے دیکھ کر گھبرا گئ۔

اپ یہاں؟ محرماہ بولی۔

جی۔ اپنا جواب لینے ایا ہوں۔

اس کے بعد سن کر محرماہ نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا ارادہ اسے تنگ کرنے کا تھا۔

تو بتاؤ کیا سوچا تم نے۔ اہان مسکراتے بولا۔

وہ میں۔۔۔۔۔۔۔مہرماہ نے تہمید باندھی۔

وہ میں کیا جلدی بولو۔اہان بے صبرا تھا۔

میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں یہ کہ اسے دیکھنے لگی تا کہ اس کے ایکسپریشن دیکھ سکے۔

اہان کو ایسے لگا جیسے ساتوں اسمان اس پر آ گرے ہوں اہان کے تو مانو دنیا گھوم گئی ہو۔

ت۔۔۔۔ت۔۔۔۔تم سچ بول رہی ہو۔اہان لڑکھراتے لہجے میں بولا۔

جی۔مہرماہ اسے بغور دیکھ رہی تھی۔

اچھا چلو کوئی بات نہیں۔اہان کی انکھوں میں نمی تیر گئی۔

ضروری تو نہیں نہ کہ میں جس سے محبت کروں بھی مجھ سے محبت کرے۔اہان بولا۔

مہرماہ نے اس کی انکھوں میں نمی دیکھی تھی۔

اچھا میں چلتا ہوں۔اہان واپس جانے کے لیے مڑا۔

اہان بات سنے۔محرماہ فورا بولی۔

اہان رکا مگر پلٹا نہیں۔

محرماہ اہان کے سامنے ائی۔

تو اہان نے چہرہ پھیر لیا کہ مقابل کہیں انکھوں میں نمی نہ دیکھ لے۔

مہربان اہان کا ہاتھ پکڑا اور اس کے ہتھیلی پر اپنے ہونٹ رکھے. اس کی اس طرح کرنے سے حیران رہ گیا.

ائی لو یو اہان. مہرما اس کی انکھوں میں دیکھ کر بولی۔

پر ابھی تو تم نے۔ اہان حیران کن لہجے میں بولا۔

وہ تو میں ایسے ہی اپ کو تنگ کر رہی تھی۔ مہرماہ مسکراتے بولی۔ سچی۔۔۔۔۔ اہان نے محرماہ کو فورا گلے لگایا آئی ویو ٹو جان تم نے مجھے بہت بڑی خوشی دی ہے۔ اہان اسے سینے سے لگائے بولا۔

اچھانا اب چھوڑے نا مجھے۔ محرمہ اس سے الگ ہوتی بولی۔

او سوری میں وہ خوشی میں ذرا زیادہ جوش میں اگیا۔

کوئی بات نہیں مہرمہ مسکراتے بولی۔

چلیں باہر اس سے پہلے کوئی اجائے۔ اہان بولا۔

اور وہ دونوں کمرے سے باہر نکل ائے۔

ارے چھپکلی تم؟ زین لاؤنج میں اتا بولا.

ہاں بیٹا یہ ابھی اہان کے ساتھ ائی ہے. فاخرہ بیگم بولی

ابھی وہ تم سے ملنے تو گیا تھا ایا نہیں ؟ عالیہ بیگم بولی۔

اچھا میرا کمرہ کوہ قاف پہ تو ہے نہیں جو وہ ابھی پہنچا نہیں۔ زین بولا۔

ارے یار تو یہاں ہے میں تجھے کمرے میں ڈھونڈ رہا تھا۔ اہان زین کو دیکھ کر بولا۔

ابھی کمینے میں روم سے ہی ایا ہوں تو کون سے کمرے میں ڈھونڈنے چلا گیا تھا مجھے۔ زین اسے گلے لگاتا

بولا۔

اوئے چمگادڑ تمہیں پولیس میں ہونا چاہیے تھا جتنے سوال کرتے ہو تم۔ مناہل فورا بھولی۔

مبادا کہیں وہ آہان سے پوچھ نہ لے کہ وہ کہاں تھا۔

چھپکلی میرا تم سے لڑنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے اس لیے تم اپنی چونچ بند رکھو تم۔

ابھی وہ کچھ بولتے۔

کہ زرینہ بیگم بولی۔

بچوں اج رات تم لوگ یہیں رک جاؤ کل اتوار ہے۔

نہیں ممانی جان پھر کبھی۔ مناہل بولی۔

نہیں میں نے کہہ دیا تو کہہ دیا۔ زرینہ بیگم بولی۔

مگر ممانی جان۔

اس سے پہلے کہ اہان کچھ بولتا امنہ بیگم بولی۔

پر عر نہیں بیٹا رک جاؤنہ ممانی اتنے پیار سے کہہ رہے ہیں۔

اوکے نانو پھر میں مما کو فون کر دیتا ہوں تا کہ وہ پریشان نہ ہو۔

اچھا بیٹا اسے کہو کل وہ بھی آجائے۔

اوکے !ممانی جان.

رات کو سب ڈائننگ ہال میں بیٹھے تھے کہ میر شاہ گویا ہوا۔

مما پیر کو میرا دوست آرہا ہے گیسٹ روم خالی کروادیں اور اس کی صفائی کروادیں۔

بیٹا کون آرہا ہے۔ابراہیم شاہ بولے۔

بابا لندن میں دوست تھا وہ آرہا ہے میر شاہ کھانا کھاتے بولا۔

اچھا۔ابراہیم شاہ بولے۔

بیگم چائے لاؤ۔شہباز شاہ نے فرمائش کی۔

بیٹا کیا ملتا ہے تجھے اتنی چائے پی کر۔امنہ بیگم بولی۔

دل کو بہلانے کے لیے کچھ تو چاہیے۔

چاہ نہ سہی تو چائے ہی صحیح۔

شہباز شاہ نے اپنا شوشہ چھوڑا کہ امنہ بیگم سر جھٹکتی کھانے میں مصروف ہو گئی۔

بابا آپ کو چائے کے ساتھ شاعری چھوڑ کے کیا مزہ اتا ہے؟ اج مجھے یہ بتا دیں۔ زمان بولا۔

بیٹا تم نہیں سمجھو گے شہباز شاہ مسکراتے بولے۔

تو اپ سمجھا دیں۔ زمان کہاں پیچھے ہٹنے والوں میں سے تھا۔

حورین یہ سب انجوائے کر رہی تھی اخر کو اس کے پاس کون سا یہ نایاب رشتے تھے۔

پتہ نہیں اپ کیسے اتنی چائے پی لیتے ہیں۔ زمان غصے سی بولا۔

چائے کا احترام کیا کریں۔

بیٹا جی

یہ تمام مشروبات کے مرشد ہے۔

واہ چائے والے پاپا واہ کیا بات کی ہے۔ زین تالیاں بجاتے بولا۔

شرم کر نالائق اپنے باپ کو چائے والا بول رہا ہے۔

پاپا آپ اک چائے کی خاطر مجھے ڈانٹ رہے ہیں۔ زین دہائی دیتا بولا۔

خاک ان سے محبت کی جائے۔

جن کو چائے سے نفرت ہو۔

مطلب اپ کو مجھ سے زیادہ چائے سے محبت ہے۔ زین حیرانگی سے بولا۔

جی بیٹا جی۔ شہباز شاہ بولے۔

انکل مجھے بھی چائے بہت پسند ہے حورین بولی۔

بیٹا پہلی بات اپ بھی مجھے سب کی طرح بابا بولو۔

جبکہ زمان تنزیہ مسکرائے کیونکہ اس کی نظر میں حورین کو یہ رشتے عزیز نہیں۔

میری شامیں مہکتی ہیں تیری یادوں سے

میری چائے مہی بھی شامل ہے محبت تیری

حورین کے شعر سنانے پر زمان جو کہ پانی پی رہا تھا کھانسنے لگا۔

تم بھی۔ وہ حیرانگی سے بولا۔

جی۔ حورین نا سمجھی سے بولی۔

جی بھائی یہ بھی۔ زین اس کی کمر سہلاتے بولا۔

یا میرے پرورد گار شاعری کا کیا ہو گا۔ زمان ہاتھ اٹھاتا بولا۔

مطلب ہمارے گھر دو چائے لورز ہیں۔ عینی بولی۔

چلیں پھر میں سب کے لیے چائے لاتی ہوں۔ انشراح اٹھتے ہوئے بولی۔

لاؤنج میں سب بیٹھے چائے پی رہے تھے کی سکندر شاہ میر شاہ سے بولے۔

بیٹا اپ کا شادی کا کیا ارادہ ہے؟

ابھی کوئی ارادہ نہیں چاچو جان۔میر شاہ سنجیدگی سے بولا۔

کیا مطلب کوئی ارادہ نہیں۔اب کی بار ابراہیم شاہ بولے۔

بس بابا میں نے اس سب کے بارے میں کچھ نہیں سوچا۔

بیٹا اس گھر کے بڑے بیٹے ہو تم چھوٹوں کی ہو گئی تم کہہ رہے ہو ابھی تم نے کچھ سوچا نہیں لوگ کیا کہیں گے۔امنہ بیگم نے بھی حصہ ڈالا۔

مجھے لوگوں کی پرواہ نہیں یہ کہتے ہی میرے شاہ چائے کا کپ رکھتا چھت پر چلا گیا۔

میں دیکھتی ہوں عالیہ بیگم اس کے پیچھے گئی۔

بیٹا عالیہ بیگم کی اواز سن کر میر شاہ نے اپنے انسو صاف کیے۔

کیا ہوا بیٹا اس طرح اٹھ کر کیوں چلے ائے کبھی تو کبھی کرنی ہے نا شادی ؟عالیہ بیگم اس سے پیار کرتی بولی.

نہیں کرنی مجھے شادی مما۔

میر عالیہ بیگم کو صوفے پر بٹھاتا ان کے قدموں میں بیٹھ کر ان کی گود میں سر رکھ گیا۔

کیا ہوا امیر ؟عالیہ بیگم اس کے بال سوارتے بولی

مماوہ نفرت کرتی ہے مجھ سے۔ مما میں کیا کروں مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔ وہ مجھے دیکھ کر چہرہ پھیر لیتی ہے۔ نفرت کر کی نگاہ سے دیکھتی ہے مجھے مما۔

میر شاہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا۔

مماوہ کہتی ہیں میں بے وفا ہوں خدا گواہ ہے مما میں نے اس کے علاوہ کبھی کسی کو نہیں سوچا۔

م۔۔۔۔ مم۔۔۔۔ مما اپ کا میر مر رہا ہے مما مجھے لگتا ہے میں مر جاؤں گا مما میں بس اس سے محبت کرتا ہوں مما۔

اپنے بیٹے کو اس تکلیف میں دیکھ عالیہ بیگم تڑپ گئی۔

نہیں بیٹا ایسی کوئی بات نہیں۔ عالیہ بیگم اس سے پیار کرتے بولی۔

نہیں مما اپ نماز پڑھتی ہیں اللہ سے کہو نا میری محبت دے دے مما میں مر جاؤں گا اس کے بغیر مما میری زندگی ہے وہ۔ میر شاہ عالیہ بیگم کے ہاتھ پکڑتے بولا۔

ہاں میرا بیٹا میں بولوں گی اللہ سے۔ عالیہ بیگم بولیں۔

مما من پسند کھلونا ملنے پر تو ایک بچہ سکون سے نہیں رہ سکتا ماں وہ تو میری محبت ہے مما۔

ہاں میرا بیٹا سب ٹھیک ہو جائے گا اپ اپنے روم میں چلو۔ عالیہ بیگم اسے کمرے میں بھیج کر نیچے گئی تاکہ زمان سے کہہ کر میر کو نیند کی گولیاں دے تاکہ وہ پر سکون ہو سکے۔

زمان بچے میر کی روم میں جاؤ۔ عالیہ بیگم کی بات سمجھتا وہ میر کے روم میں گیا۔

کیا ہوا میر۔ ایوری تھنگ از او کے ؟ زمسن بولا۔

میر تو رویا ہے ؟ زمان اس کی سرخ انکھیں دیکھ کر بولا.

نہیں وہ بس ایسے ہی۔ میر بال کو ڈالتے بولا

ادھر دیکھ میری طرف میر شاہ نے زمان کی طرف دیکھا جہاں اسکے ماتھے پر چوٹ تھی۔

یہ تیرے کیا ہوا؟ میر نے پوچھا.

کچھ نہیں یار بس ایسے ہی۔ زمان نے بھی بات ڈالنی چاہیی۔

مجھے سچ سننا ہے زمان شاہ. میر غصے سے بولا۔

اسے غصے میں دیکھ زمان نے اج والا سارا واقعہ اس کے گوش گزار کیا۔

دھیان سے ڈرائیو کرتا ہے نا۔ میر فکر مندی سے بولا۔

اور فرسٹ ایڈ باکس لینے گیا۔

بیٹھ تیرے کچھ لگاؤں۔ میر نے اس کے زخم کے ڈریسنگ کی۔

زبان میر کے گلے لگ گیا۔

میر نے بھی مسکراتے اسے گلے لگایا۔

وہ دونوں ہی تو تھے ایک دوسرے کے ساتھ وہی تو تھے ایک دوسرے کا سہارا تھے دونوں ہی محبت کے مارے تھے دونوں کو قسمت نے مارا تھا جب قسمت مارے تو زخم جلدی بھرتے نہیں ان دونوں کا بھی

دل ٹوٹا تھا پھر جب دل ٹوٹے تو کہاں رونقیں اچھی لگتی ہیں تنہائی سکون دینے لگتی ہے محفلوں میں دم گھٹتا ہے جب دل ٹوٹتا ہے تو پرانی شاعری اندھیرا ویرانہ یہ سب اچھا لگتا ہے وہ دونوں بظاہر خوش تھے لیکن وہ دونوں لڑ رہے تھے خود سے قسمت سے۔

اچھا چلو اپ کمرے میں جاؤ ارام کرو۔ میر شاہ اسے الگ ہوتا بولا۔

اچھا۔ یہ یہ کہتے ہی زمان اپنے کمرے میں چلا گیا۔

میر بھی اب ارام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔

زمان کمرے میں ایا تھا حورین بیڈ پہ بیٹھی موبائل دیکھ رہی تھی.

زمان اپنا کشن لیتا ہے صوفے پر چلا گیا.

اپ کے ڈریسنگ کس نے کی؟ حورین نے سوال کیا.

میرے جگر میرے یار نے حورین کو خود کی طرف دیکھتا پا کر زمان نے جواب دیا۔

مطلب؟ حورین نا سمجھی سے بولی۔

میر نے۔ یہ کہتے ہی وہ فورا لیٹ گیا۔

اگلے دن اتوار تھا فرہ بیگم بھی اچکی تھی۔

بیگم اپ مجھے ذرا ٹائم نہیں دیتی۔سنان انشراح کو بولا۔

شرم کریں۔سنان سب کے ساتھ بیٹھے ہیں ہم۔

جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم۔سنان کا ٹھڑک بن جاری تھا.

سنان تجھے دیکھ کر لگتا نہیں کہ تو کمینہ ہے. اہان سنتے ہوئے بولا۔

کیوں کیا یہ اعزاز صرف تم لوگوں کا ہے۔سنان نے دوبدو جواب دیا۔

او بھائی مجھے دور رکھ سب سے زین بولا۔

ویسے بھی میں بے شرم صرف اپنی بیوی کے لیے ہوں۔سنان انشراح کو اگ مارتا بولا یا اللہ کیا کروں میں اپ کا انجرہ ماتھے پر ہاتھ مارتے بولی.

ویسے حورین بھابھی اکے اپ کو زمان بھائی تنگ کرتے مناہل بولی.

رہنے دو انہیں میر بھائی سے فرصت ملے تو بھابھی کی طرف دیکھیں۔مہرماہ بولی۔

صیح کہارات 12 بجے تک تو وہ لیلہ مجنوں ایک ساتھ رہتے ہیں۔سنان بولا۔

اب بھی وہ دونوں غائب ہیں پتہ نہیں کہاں گئے صبح صبح زین بولا۔

ویسے یار بڑے ہم ہیں لیکن زمان میر دونوں ایک ساتھ رہتے ہیں۔ اہان بولا۔

یار وہ دونوں ایک جیسے ہیں ہر لحاظ سے اس لیے ان کی بنتی ہے۔ سنان بولا۔

کیا مطلب؟ زین بولا۔

مطلب کہ وہ دونوں سنجیدہ شریف ہیں نا۔

تو کیا ہم بد معاش ہیں۔ زین بولا۔

ارے تم لوگ بعد میں ڈسکس کرنا ابھی حورین بھابھی سے تو پوچھ لو۔ عینی بولی۔

حورین کو تو سمجھ نہیں ارہا تھا وہ کیا بولے کیونکہ ان دونوں میں کبھی اتنی بات نہیں ہوئی وہ دونوں تو ایک دوسرے کو بلاتے ہی نہیں۔

وہ۔۔۔۔نہ۔۔۔۔ نہیں مجھے تنگ نہیں کرتے۔ حورین لڑکھراتے بولی۔

ریلیکس بھابھی کیا ہو گیا ایسے لڑکراتے دیکھ حرماہ بولی۔

بھابی میں تو چاہتا ہوں میں جس سے بھی محبت کروں فیمس والی کروں جیسے لیلہ مجنوں ہیر رانجھا اور رومیو جولیٹ۔ زین بولا۔

اندر اتے میر اور زمان دونوں نے اس کی یہ بات سنی.

وہ دونوں ایک رات والے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس تھے لیکن حسن اب بھی بے مثال تھا۔

میر شاہ زین کی بات سن کر مسکرایا جبکہ زمان بولا۔

محبت کو امر کرنا ہے تو اس شخص سے بچھڑ جاؤ جسے چاہت کی اخری حد تک چاہتے ہو وہ جدائی کا اپنا ہی حسن ہے اس جدائی کی میٹھی میٹھی کھسک زندگی کے اخری لمحوں تک ساتھ رہتی ہے چاندنی راتوں میں وہ شخص یاد اتا ہے موسم کی پہلی رم جھوم مہی اس کی یاد ساتھ رہتی ہیں جب بھی محبت کی گیت بجتے ہیں تو انکھیں بند کرنے پر اس کا چہرہ سامنے اجاتا ہے بہاروں کے موسم میں اس کی خوشبو ہمارا تعاقب کرتی ہے یہاں تک کہ وہ ایک لمحہ بھی ہمارے دل و دماغ سے جدا نہیں ہوتا ہر وقت سائے کی طرح ساتھ رہتا ہے اس سے محبت کرنے کے لیے ہمیں اس کی ضرورت نہیں رہتی محبت کو امر کرنا ہے تو ہجر اور لو

یہ کہتے ہی زمان اندر چلا گیا.

. محبت امتحان مانگتی ہے. زین شاہ.

بن مانگے بن تکلیف کے کچھ نہیں ملتا محنت کے بغیر تو کھانہیں نصیب ہوتا یہ پھر بھی محبت ہے اور محبت نصیب والوں کو ملتی ہے ورنہ کچھ لوگ بھیک مانگتے رہ جاتے ہیں اور ہمارے ایسے نصیب کہاں. یہ اخر الفاظ میر شاہ نے منہ میں کہیں جنہیں عینی نے بخوبی سن لیا یہ کہتے ہیں میر شاہ اندر چلا گیا۔

قسمت والا ہو گا وہ دن جس دن یہ دونوں مسکرا ے گے بد روح کہیں کی۔ اہان بولا۔

جبکہ زین کے اوپر سے ہی یہ باتیں گزر گئی.

ان کی باتیں سن کر ایسا لگتا ہے جیسے یہ دونوں محبت میں برباد ہوئے ہوں. سنان بولا۔

صحیح کہا. انشراح نے سنان کا ساتھ دیا۔

اب ان لوگوں کو کیا پتہ کہ وہ دونوں واقعی محبت کے مارے تھے۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں نیچے ائے جہاں زین اپنا گلا پھاڑ رہا تھا.

چل دل میرے چھوڑ یہ پھیرے یہ دنیا جھوٹی لوگ لٹیرے یہ لائن اس نے مناہل کو دیکھ کر کہی۔

اوئے چمگاڈر میں کہاں سے لٹیری لگتی ہوں۔ مناہل غصے سے بولی۔

میں نے کب تمہیں لٹیری بولا۔زین فورا بولا۔

تم نے وہ لائن میری طرف دیکھ کر کہی۔

اب وہ تو انسان کی نظر کہیں بھی جاسکتی ہے ویسے تم خود کو لٹیری بول رہی ہو میں نے تو ایسا کچھ نہیں سوچا

جاہل انسان. مناہل غصے سے کہتی انشراح سے باتیں کرنے لگے۔

جبکہ زین پھر شروع ہو گیا زمان جو کہ نیچے ارہا تھا زین کو گلا پھاڑتے دیکھ بولا۔

اوئے کیوں سب کے کان کے پردے پھاڑ رہا ہے۔

بھائی اتنی تو پیاری اواز ہے میری اپ لوگوں کو تو قدر ہی نہیں ہے میری۔زین نقلی انسو صاف کرتا بولا۔

چل زمان گانا سنا۔ اہان بولا۔

میں؟ زمان نے اپنی طرف اشارہ کیا.

جی آپ سنان بولا۔

نہیں یار رہنے دے. زمان صوفے پر بیٹھتا بولا۔

میر بھائی اپ بولو زمان بھائی کو۔اب انشراح بولی۔

میر نے انکھ سے اشارہ کیا اور زمان نے ہامی بھری۔

ارے واہ ادھر تو تینوں کی باتیں بھی سمجھی جاتی ہیں ہم جو کب سے گدھوں کی طرح بول رہے تھے سنی ہی نہیں۔زین بولا۔

چلو میر اگٹار لاؤ۔

زین فورا اس کا گٹار لایا۔

زمانے کی ٹار کے تار چیک کی اور گانا شروع کیا.

نادانی یہ ہوئی ہم سے۔۔۔۔۔۔۔۔

تیری محفل میں آبیٹھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس کی اواز میں درد ہی درد تھا

زمین کی خاک ہو کر ہم اسماں کی چاہ کر بیٹھے۔۔۔۔۔۔۔۔

کسی کی ہو چکی ہے تو کسی کا نہ رہا ہوں میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ لائن اس نے حورین کی طرف دیکھ کر بولی۔

مگر پھر کیوں تیرے خیالوں میں آرہا ہوں میں۔۔۔۔۔۔۔

وہ تیرے پیار کی قسمیں۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ تیرے عشق کے وعدے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

انہی وعدوں نے قسموں نے ہنسایا بھی رلایا بھی۔۔۔۔۔۔۔۔

اس کے اواز میں درد میر نے بخوبی محسوس کیا

چل اب تیری باری زمان میر کو گٹار دیتا بولا۔

میر نے گانا گانا شروع کیا.

تیرے بنا کوئی نہیں میرا............

تیرا میرے بنا ہے سردا.........

بن تیرے کیوں جیواں۔۔۔۔۔۔۔۔

دستے تو تے وے ہوراتے مردا.............

وے پتھرا تیریاں اکھیاں نوں۔۔۔۔۔۔۔

ویکھی میرا جانا کنج بندا۔۔۔۔۔۔۔۔

میرا جی کردا میں مرجا تو مینوں پیار نہیں کردا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

توجو کہندا کردیاں۔۔۔۔۔۔۔

توہتھ ہوراں دا جا پھڑدا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میرا جی کردا میں مرجا تو مینو پیار نہیں کردا۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ سن کر زمان نے میرے کندھے پر ہاتھ سے تسلی دے رہا ہو ایسے ہی اتوار کا دن ہنسی خوشی گزر گیا۔

رات کو زمان روم میں گیا تو حورین موبائل پر وقاص سے بات کر رہی تھی زمان اس کے پاس بیڈ پر بیٹھ گیا۔

حورین؟ زمان نے اسے پکارا۔

جی۔ حورین اس کی طرف دیکھا۔

حورین۔۔۔۔۔

کبھی کبھی میں بیٹھے بیٹھے رونے لگ جاتا ہوں میرے پاس اتنے لوگ ہیں جو مجھے پیار کرتے.

ہیں لیکن پھر بھی دل چاہتا ہے میں بہت دور چلا جاؤں.

میں بیزار ہو گیا ہوں انسانوں سے ان کے رویوں سی

ایک وقت تھا جب مجھے رونقیں پسند تھی

لیکن اب مجھے وحشت ہوتی ہے انسانوں سے اور ان کے رویوں سے

حورین

کیا تمہیں مجھ پر ترس نہیں اتا میری محبت ہو تم میں نے صرف تمہیں چاہا

مجھے کیا پتہ تھا کہ تمہیں پا کر تکلیفیں میرا مقدر بن جائیں گے اگر مجھے پتہ ہوتا تم کسی اور سے محبت کرتی ہو حورین میں اپنے جذبات وہیں دل میں دفن کر دیتا

کبھی تم سے شادی نہ کرتا۔

زمان کی انکھوں سے انسو بہہ رہے تھے۔

" اور مرد صرف اپنی من پسند عورت کے لیے ہی روتا ہے "

کبھی وقت ملے تو سوچنا ضرور اس سب میں میرا کیا قصور تھا

یہ کہتے ہی وہ کشن لیتا صوفے پر لیٹ گیا۔

اج پیر تھا زوہیب اور اس کی بہن لاریب لندن سے ارہے تھے گھر میں تیاریاں ہو رہی تھی میر شاہ نے اپنے ڈرائیور کو انہیں ریسیو کرنے کے لیے بھیجا ارادہ اس کا خود جانے کا تھا لیکن اسے ایک ضروری میٹنگ اٹینڈ کرنی تھی جس میں زمان نے اس کے ساتھ جانا تھا زہیب کی فلائٹ ٹیک اف ہوئی وہ ایئرپورٹ سے باہر ایا تو سامنے اسے ڈرائیور دکھائی دیا وہ اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھتے شاہ ولا کی طرف روانہ ہوا

شاہین کہاں ہو؟فاخرہ بیگم اسے اواز دیتی بولی۔

جی بی بی جی۔شاہین نے جواب دیا۔

کھانے کی تیاریاں ہو گئی اور کمرہ صاف ہو گیا۔

جی بی بی جی سب کام ہو گیا۔

فراح بیگم بھی ادھر ہی تھی۔

بھابھی کیوں فکر کر رہی ہیں سب ٹھیک ہو گا۔فراح بیگم بولی۔

حورین بیٹا ذرا کھانا دیکھ لو کیسا بنا ہے۔فاخرا بیگم حورین کو دیکھتی بولی۔

جی مما میں دیکھتی ہوں۔حورین یہ کہتے ہی کچن میں چلی گئی۔

کچھ ہی دیر بعد ہارن کے بعد سنائی تھی سب بڑے اور ینگ پارٹی لاؤنج میں بیٹھے تھے تبھی زوہیب اور لاریب اپنے بچوں کے ساتھ اندر ائی(جن کا نام عرشان اور نشرہ تھا(

السلام علیکم !ان دونوں نے اندر آتے سلام کیا۔

وعلیکم السلام سب نے مل کر جواب دیا۔

سب لوگ ان دونوں سے خوشی سے ملے اج روح بھی ادھر ہی تھی روح کو بچوں سے بہت پسند تھا اس لیے بچوں کے ساتھ لگ گئی۔

تبھی ملازمہ مختلف لوازمات لائی۔

سب نے مل کر باتیں کی۔

امنہ بیگم کو وہ دونوں بہت پسند ائے اچانک زوہیب کو کال ائی جسے سننے کے لیے وہ سائیڈ پر گیا روش کی انکھوں نے دور تک اس کا تعاقب کیا۔

تبھی میر شاہ اور زمان اندر آتے دکھائی دیے۔

لاریب کی نظر زمان شاہ پر پڑی تو وہ بھاگ کر اس کے گلے لگی۔

آپی بھی کیسی ہیں اپ۔زمان نے خوشی سے پوچھا۔

میں بالکل ٹھیک ہوں تم بتاؤ کیسے ہو۔

میں بھی بالکل ٹھیک۔

آپی کچھ نظر کرم ادھر بھی کر دے میں بھی اپ کا ہی بھائی ہوں۔میر شاہ کی اس طرح طرز مخاطب پر سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔

اخر وہ کسی سے اس طرح بات کرتا ہی کہاں تھا لیکن لاریب نے زمان اور میر کی کافی اچھی دوستی تھی۔

میں تم سے ناراض ہوں۔لاریب نے میرے شاہ سے گلہ کیا۔

کیوں اپی میں نے کیا کیا ہے ؟میر شاہ نے لاریب سے پوچھا۔

بنا بتایا ہی پاکستان اگئے۔

جی جی اپ ہی کھینچے کان اس کے۔زمان نے شرارت سے کہا۔

تم تو چپ ہی رہو تم نے بھی مجھے بنا بتائے ہی شادی کرلی۔لاریب زمان کا کان کھینچتے ہوئے بولی۔

ارے اپی آپکی خاطر تو دوسری شادی بھی کرسکتا ہوں۔زمان کان چھڑواتے ہوئے بولا۔اور حورین تو اسے دیکھ کر حیران رہ گئی جو کتنی اسانی سے دوسری شادی کی بات کر رہا تھا۔

زمان۔۔۔۔۔لاریب مصنوعی غصے سے بولی۔

زمان اور میر شاہ نے کان پکڑ کر اپنی اپنی گستاخیوں کی معافی مانگی۔

اور گھر والے تو ان کی اتنی دوستی دیکھ کر حیران رہ گئے سنان ایان اور زین کے منہ تو کھلے کہ کھلے ہی رہ گئے کہ یہ سٹون میں بھی کسی سے کھل کر بات کرسکتے ہیں۔

تب ہی نشرہ اور عرشمان بھاگتے ہوئے ائے نشراح زمان کی گود میں بھاگ کر چڑھ گئی اور ارشمان میر کی گود میں چڑھ گیا۔

تبھی میر شاہ نے عرشمان کے گال چٹاچٹ چوم ڈالے۔

)ماموں اپ دندے اپ مجھ سے ملنے نہیں اتے)ماموں اپ گندے اپ مجھ سے ملنے نہیں اتے. نشرہ منہ پھلا کر زمان سے بولی۔

اس کے اس انداز پر سب ہنسنے لگے۔

اگر سب سے مل لیا تو اس غریب دوست سے بھی مل لو۔زہیب کہتا ہوا لان میں ایا۔

اسے دیکھتے ہی میر شاہ اور زمان اس کے گلے لگے۔

کیسے ہو تم ؟میر شاہ نے زہیب سے پوچھا۔

میں بلکل ٹھیک ہوں تم دونوں کیسے ہو۔

ہم بھی بالکل ٹھیک ہیں۔

اور سب لوگ بیٹھ کر شام کے چائے پینے لگے۔

ڈنر کرنے کے بعد سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں ارام کے غرض سے چلے گئے ہیں۔

ذوہیب میر سے بات کرنے کے لیے اس کے کمرے میں جارہا تھا کہ روح جو حورین کے کمرے سے نکل رہی تھی اس سے ٹکرا گئ۔

اس سے پہلے کہ روح زمین بوس ہوتی زوہیب نے اسے بازو سے پکڑ کر کھینچا جس سے وہ اس کے کشادہ سینے سے الگی۔

روح کی دھڑکن نے شور مچانا شروع کیا اخر وہ تو پہلی نظر میں ہی اپنا دل اس کے پاس چھوڑ آئ تھی۔

آپ ٹھیک ہیں؟

جی۔ روح نے جواب دیا۔

ہممممم

اور زہیب کہتا ہوا میر کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

زہیب میر کے کمرے میں داخل ہوا تو زمان پہلے سے ہی وہاں موجود تھا۔

او تو مجنوں کی لیلہ بھی یہی ہے۔ زوہیب زمان کو میر کے کمرے میں دیکھ کر بولا۔

اب تو بھیشروع نہ ہو جانا پہلے یہ گھر والوں نے ہمیں اچھا خاصا بدنام کیا ہوا ہے۔ زمان زہیب کی بات پر تنگ کر بولا۔

اور زوہیب قہقہ بلند ہوا۔

تو یار تم لوگوں کی حرکتیں ہی ایسے ہیں۔ زہیب نے کہا۔

ہر وقت تم لوگ ایک ساتھ پائے جاتے ہو۔ زہیب نے اسے تنگ کرنے کے لیے کہا۔

چلو یار کہیں باہر چلتے ہیں. ان سب باتوں میں میر شاہ پہلی بار بولا۔

ہاں سمندر کنارے چلتے ہیں۔ زمان نے کہا۔

سمندر پر جانا زمان میر اور سنان کا پسندیدہ کام تھا۔

....

گاڑی کی فرنٹ میں میر شاہ زہیب جبکہ چھت پر زمان شاہ میر شاہ کے سر سے سر ٹکائے بیٹھا تھا۔

میں نے کبھی یہ سوچا نہیں تھا کہ ہم تینوں ساتھ ہوں اور اتنی خاموشی ہو۔زمان نے ان تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

محبت کے میدان میں ہارنے کے بعد انسان خاموش ہو ہی جاتا ہے۔میر شاہ غیر مری نقطے کو دیکھتے ہوئے بولا۔

یار چھوڑو کچھ اچھی باتیں کرتے ہیں میرا ابھی کوئی ارادہ نہیں تم لوگوں کو اداس دیکھنے کا۔زہیب نے ان کو دیکھتے ہوئے بات بدلنے کو کہا۔

اسی طرح ساری رات باتیں کرتے انہوں نے گزاری اور صبح ناشتہ کرنے کے بعد 10 بجے شاہ ولا روانہ ہوئے۔

وہ تینوں رات والے حلیے میں موجود تھے۔

لیکن اس حالت میں بھی وہ تینوں کسی ریاست کے شہزادے لگتے تھے۔

وہ تینوں کسی بات پر مسکرا رہے تھے حورین نے پہلی بار زمان شاہ کو مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔

وہ مسکراتے ہوئے لگتا ہی اتنا پیارا تھا۔

حورین کے دل کی دھڑکن نہ جانے کیوں تیز ہو گئی۔

السلام علیکم !ان تینوں نے لاؤنج میں اتے ہوئے سلام کیا۔

وعلیکم السلام کہاں چلے گئے تھے تم لوگ صبح ہی صبح۔ امنہ بیگم نے پریشانی سے پوچھا۔

ارے دادی صبح صبح نہیں ہم تو رات کو ہی نکل گئے۔ زہیب نے کہا۔

مطلب میرے شریف شرفا بھائی آوارا ہو گئے۔ زین نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

ناشتہ کرو گے تم تینوں؟ عالیہ بیگم نے ان تینوں سے پوچھا۔

نہیں مما ہم کر کے ائے ہیں۔ میر نے عالیہ بیگم کو جواب دیا۔

اور وہ تینوں فریش ہوتے اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے

حورین اج پھر دوست کے گھر کا بہانہ بنا کر وقاس سے ملنے اس کے فلیٹ میں گئی یہ جانے بغیر کہ کوئی ہے جو اس کا پیچھے کر رہا ہے.

جان اتنی دیر. وقاص اسے اندر اتے دیکھ بولا۔

ہاں وہ زمان اب تھوڑی دیر پہلے گئے تھے کام پر اس لیے لیٹ ہو گئی۔ حورین اندر اتے بولی۔

اچھا کب چھوڑے گا وہ تمہیں۔ وقاص اسے صوفے پر بٹھاتے بولا۔

پتہ نہیں میری ان سے کوئی بات نہیں ہوئی اس موضوع پر۔

کیا مطلب۔ ابھی وقاص کچھ کہتا کہ اس کے فون پر کال آئی جسے سننے کے لیے وہ سائڈ پر گیا۔

ہاں یار آئی ہے وہ۔ وقاص فون پر بات کرتا ہے بولا۔

نہیں یار ابھی میں ایسا کچھ نہیں کروں گا یار خوبصورت تو بہت ہے بہت اعتبار جیت لوں پھر سب سیٹ ہو جائے گا۔

ہاں اک رات اس کے ساتھ گزار کر اسے بلیک میل کروں گا پھر تیرا بھائی پیسوں سے کھیلے گا بات کرتا کرتا وہ پیچھے مڑا جہاں حورین کھڑی تھی۔

اس کی انکھوں میں انسو تھے۔

چٹاخ۔۔۔۔

تھپڑ کی اواز گونجی وقاس تھپڑ لگنے سے سرخ انکھوں سے حورین کو گھور رہا تھا۔

محبت کرتی تھی میں تم سے تمہاری خاطر اپنے شوہر سے طلاق مانگی اور تم یہ کہتے ہی حورین رک گئی،

نفرت کرتی ہوں میں تم سے یہ کہتے ہی حورین جانے لگی کہ وقاس نے اس کی بازو پکڑی ایسے کیسے بیبی ڈول چھکنا ہے میں نے تمہاری خوبصورتی پر تو دل بے ایمان ہوا ہے میرا، حیرت کی بات ہے تمہارا شوہر تم سے دور کیسے رہا۔ وقاص کمینگی سے بولا

شٹ اپ محبت کرتا ہے وہ مجھ سے، عزت کرتا ہے وہ میری، تمہاری طرح نہیں ہے۔ حورین اپنی بازو جڑواتے بولی۔

ایسے کیسے ابھی تم نے میری باہوں میں انا ہے

اور حورین نے بھاگنا چاہا تو وقاس نے اس کے بازو کھینچی چاہیے تبھی حیران کہ گلے سے قمیض پھٹی ہوئی اس کے سینے تک ائی

زمان جو اتنی دیر سے حورین کے باہر انے کا انتظار کر رہا تھا وہ فلیٹ میں گیا اندر جا کے اس نے جو منظر دیکھا اس کی انکھیں غصے سے سرخ ہو گئ۔

ارے آؤ آؤ تم بھی دیکھ لو اپنی بیوی کو کسی اور کی باہوں باہوں میں چلو ایک کام کرتے ہیں دونوں اس کے مزے لیتے ہیں پھر تم بھی طلاق دے کر فارغ کر دینا۔ وقاص کمینگی سے بولا۔

اس کی بات سن کر زمان اس کی جانب بڑھا اور اسے مارنا شروع کر دیا۔

یار مار کیوں رہا ہے۔

ہونٹ چیک کر اس کے رسیلے۔ وہ اسے زچ کرتا بولا۔

اور فگر تو واہ واہ۔

کمر تو چیک کر اس کی یار کمال ہے۔

اس کی بات سن کر زمان کو غصہ ایا اس نے مار مار کر وقاص کو ادھموا کر دیا ہے۔

اور حورین کو بازو سے پکڑ تا اسے کار میں بٹھا اور شاہ ولا روانہ ہوا۔

زمان گھر آیا اور حورین کو کمرے میں لا کے بیڈ پر دھکا دیا۔

ز۔۔۔زم۔۔۔۔زمان۔ حورین اسے غصے میں دیکھ کر بولی۔

کیا زمان ہاں کیا۔ زمان غصے سے دھاڑا۔

ایم سوری۔ حورین روتے ہوئے بولی۔

کیا سوری ہاں کیا سوری۔ کسی غیر سے اپنی بیوی کے ہونٹ اور فگر کی تعریف سن کر ارہا ہوں۔ زماں کا غصہ کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔

پتہ نہیں کس کس نظر سے دیکھا ہو گا تمہیں اس نے۔ زمان اس کی بازو کھینچتے بولا۔

طلاق چاہیے تھی نا تمہیں ہے نا۔ زمان اسے کھڑا کرتا بولا۔

تو ٹھیک ہے میں زمان شاہ ولد شہباز شاہ اپنے پورے ہوش و حواس میں تمہیں طلا۔۔۔۔۔

اس سے پہلے کی وہ کچھ بولتا ڈور نوک ہوا۔

زمان جلدی باہر اوٗ پلیز۔ لاریب دروازے بجاتے بولی۔

جی آپی۔ زمان دروازہ کھولتا بولا۔

وہ دادو تمہیں بلا رہی ہیں شاید میڈسن کا کوئی مسئلہ ہے۔ زمان فورا چلا۔

لاریب اندر ائی۔

مجھے نہیں پتہ کہ تم دونوں کے درمیان کیا چل رہا ہے لیکن اج تو میں نے اسے روک لیا حورین اگے نہیں روک پاؤں گی۔لاریب اسے دیکھتے بولی۔

وہ زمان کو حورین کو اندر لاتا دیکھ چکی تھی تو ان کے پیچھے آئی۔

ش۔۔۔شک۔۔۔۔شکریہ آپی۔حورین انسو صاف کرتے بولی۔

مجھے امید ہے اگر تم مناؤ گے تو وہ جلدی مان جائے گا بہت محبت کرتا ہے وہ تم سے۔

یہ کہتے ہی لاریب چلی گئی۔

حورین بیٹھی کتنی دیر اپنی قسمت پر ہوتی رہی کہ اخر کیوں اس نے اس غیر شخصی پر بھروسہ کیا اور اپنے شوہر کی نہ مانی۔کتنی ہی دیر وہ روتی رہی اور اخر تھک کر اپنے کپڑے لیتے ہوئے واش روم میں چلی گئی۔

زمان اپنے روم سے نکلتا باہر کی جانب چلا گیا۔

اندھا دھند سڑکوں پر رش ڈرائیونگ کر رہا تھا کہ اچانک ایک ٹرک اگے اگیا گاڑی کی رفتار تیز ہونے کی وجا سے وہ گاڑی پر قابو نہ رکھ سکا اور ایکسیڈنٹ ہو گیا۔

میر شاہ فائل چیک کر رہا تھا اچانک فون بجنے پر فون کی طرف متوجہ ہوا اَنا ناؤن نمبر دیکھ کر میر شاہ نے فون اٹھالیا۔

ہیلو میر شاہ سپیکنگ۔

اگے سے میر شاہ کی جو خبر ملی اسے سن کر ایسا لگا جیسے کسی نے اس کے قدموں تلے زمین کھینچ دی ہو۔

میر فون بند کرتا فورا باہر کی طرف بھاگتا زہیب سے ٹکرا گیا۔

کیا ہوا میر اتنی جلد بازی میں کہاں جا رہے ہو۔زہیب فکر مندی سے بولا۔

ز۔۔۔زہیب ز۔۔۔زمان ک۔۔۔کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔میری لڑکھراتے لہجے میں بولا۔

کیا؟زہیب حیران ہو گیا.

جلدی چل ہسپتال چلیں۔

زہیب نے راستے میں سکندر شاہ کو بھی فون کر کے بتا دیا تھا۔

شاہ ولا کے تمام مرد ہسپتال میں موجود تھے۔

ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ پیشنٹ کی حالت بہت خراب ہے۔

اج پھر میر شاہ بکھر رہا تھا اس کا دوست اس کا کزن اس کا جگر زندگی اور موت کے درمیان لڑ رہا تھا۔

سکندر شاہ نے گھر پر خبر کی جس سے تمام خواتین رونے لگی۔

باہر شور کی اواز سن کر حورین باہر ائی جہاں فاخر بیگم رو رہی تھی۔

کیاہوا مما اپ رو کیوں رہے ہیں۔ حورین پریشانی سے بولی۔

بیٹا زمان کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔اس کی حالت بہت سیریس ہے۔

کیااااا۔ حورین کو جھٹکا لگا۔

اسے زمان کے بات یاد آئی۔

جب اس نے کہا تھا حورین دیکھنا۔

تمھیں ایک دن میری قدر ہو گی لیکن تب میں تم سے دور جا رہا ہوں گا۔

حورین کی انکھوں سے انسو لڑیوں کی صورت بہنے لگے۔

رات کو سکندر شاہ نے میر شاہ کو زہیب کے ہمراہ گھر بھیجا۔ کیونکہ میر کی بھی حالت خراب ہو رہی تھی۔

میر گھر داخل ہوا فاخرہ بیگم بھاگتی اس کے پاس ائی۔

میر میر ا بچہ کیسا ہے وہ ٹھیک تو ہے نا۔ فخرہ بیگم اس سے پوچھ رہی تھی۔

چ۔۔۔ چچ۔۔۔ چچی ج۔۔ جا۔۔۔ جان ا بھی ک۔۔۔ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اج میر شاہ کا لہجہ ڈگمگا یا تھا۔

بیٹا کیا کہہ رہی ہو۔ عالیہ بیگم اس کے پاس اتے بولی۔

مما۔۔۔۔

اپنی ماں کو دیکھ میر شاہ ضبط کھو تا ان کے گلے لگ کر بچوں طرح رونے لگا۔

ماں زمان مما وہ مجھے چھوڑ کر جا رہا ہے۔۔۔

مما میری جان نکل جائے گی۔۔۔۔۔

مما زمان تکلیف میں ہے۔۔۔۔۔۔

اماں اسے تو انجیکشن سے اتنا ڈر تا ہے اج وہ مشینوں میں جکڑا ہے۔۔۔۔۔۔

مما میرے پاس کوئی نہیں میر ا راز دار۔۔۔۔۔۔

مما وہ بچوں طرح رو رہا تھا۔

سب اسے رو تا دیکھ پریشان ہو گئے تھے۔

زہیب سے اس کی حالت دیکھی نہ جا رہی تھی۔

شاہ ولا کا ہر مکین اج اسے دیکھ کر پریشان تھا۔

مما وہ مجھے کہتا تھا کہ میں ہمیشہ تیرے ساتھ رہوں گا۔۔۔۔

لیکن وہ آج مجھے چھوڑ کر جا رہا ہے۔۔۔۔

مما آپ نے میری ہر خواہش پوری کی ہے۔۔۔۔۔۔

مما اج ایک اخری خواہش پوری کر دو میر ازمان ٹھیک کر دو۔۔۔۔۔۔۔۔

مما۔۔۔۔

کبھی بھی اپ سے کچھ نہیں مانگوں گا بس مجھے میر ازمان لا دیں۔۔۔۔۔۔۔

اج 27 سالہ میر شا سات سال کا بچہ لگ رہا تھا وہ بچہ جس کا من پسند کھلونا اس سے دور جا رہا ہو۔

تب بھی زہیب کی موبائل کی رنگ بجی۔

میر عالیہ بیگم سے دور ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔

ہیلو زہیب فون کان سے لگاتا بولا۔

میں اب۔۔۔ ابھی آ۔۔۔ ارہا ہوں۔ زہیب پریشانی سے بولا۔

کیا ہوا۔ میر شاہ فورا بولا۔

وہ۔۔۔۔۔

وہ کیا۔۔۔۔ زہیب خان جلدی بولو۔

زبان کی حالت بگڑتی جا رہی ہے۔ زہیب اس کی طرف دیکھتا بولا۔

نہیں ایسا نہیں ہو سکتا وہ مجھ سے دور نہیں جا سکتا۔ اگر اسے کچھ ہوا تو میں سب کا حشر کر دوں گا۔ اخری الفاظ وہ حورین کو دیکھتا بولا۔

یہ کہتے ہی وہ واپس چلا گیا۔

فاخرہ بیگم کی حالت بھی بگڑتی جا رہی تھی۔

O--------------------------

اپ کے پیشنٹ کی حالت بہت خراب ہو رہی ہے ہمیں نہیں امید کہ وہ بچ جائیں گے ڈاکٹر شاہباز شاہ کو دیکھتے بولا.

جو بیٹے کی تکلیف میں ڈھے سے گئے تھے۔

ڈاکٹر کیا میں پیشنٹ سے مل سکتا ہوں ؟ میر شاہ ڈاکٹر سے بولا۔

جی لیکن صرف کچھ دیر کے لیے۔

میر شاہ روم میں گیا جہاں زمان شاہ مشینوں میں جکڑا تھا۔

زمان۔۔۔۔ میر اس کے پاس سٹول رکھ کر بولا۔

زمان یار اٹھ جا پلیز۔۔۔ میر رونے لگا۔

یار اٹھ جانا مجھے چھوڑ کر مت جا تو تمہیں میری ہر بات مانتا ہے نا اج بھی مان جانا یار ایک بار اٹھ جا دیکھ میں تکلیف میں ہوں۔ میر شاہ اسے دیکھتے بولا۔

جس کے وجود میں کوئی حرکت نہ تھی۔

زمان اٹھ جا میرے پاس کوئی نہیں جو مجھے سمیٹ سکے میں پہلے سے ہی بہت تکلیف میں ہوں زمان ایسا نہ کر مجھے چھوڑ کر مت جانا تجھے خدا کا واسطہ ہے۔ یہ کہتے ہی وہ اور رونے لگا۔

روتے روتے اس کی ہچکیاں بندھ گئی۔

زمان تجھے خدا کا واسطہ مجھے اس تکلیف بھری دنیا میں تنہا نہ چھوڑ کر جانا۔ یہ اخر الفاظ کہتے وہ باہر چلا گیا اس سے زمان کی یہ حالت دیکھی نہ گئی۔

حورین جائے نماز پر بیٹھی ہاتھ اٹھائے خدا سے مخاطب تھی۔

یا اللہ۔۔۔

میں بہت گنہگار ہوں غلط راستے پر چل پڑی تھی یا اللہ تو نے مجھے سیدھا راستہ دکھایا۔

اے خدا اج تو نے زمان کو میرا محافظ بنا کر بھیجا ہے۔

اے خدا اج زمان کی حفاظت کرنا۔

انہیں میری بھی عمر لگادے۔

لیکن انہیں مجھ سے دور نہ کرنا میں اپنی ہر غلطی کا ازالہ کروں گی جتنی انہیں تکلیف دی اس سے زیادہ محبت کروں گی انہیں ٹھیک کر دے۔

یااللہ۔۔۔۔

مجھ سے زمان کو مت چھیننا۔۔

یااللہ۔۔۔

مجھ سے میرا زمان نہ چھیننا یہ کہتے ہی وہ خدا کے سامنے رونے لگی۔

چھوڑو جاہل انسان۔روح اپنا ہاتھ چھڑواتی کہ۔

زہیب نے زور سے اس لڑکے کے منہ پر مکا مارا کہ اس کی ناک سے خون بہنے لگا۔

تیری ہمت کیسے ہوئی اسے ہاتھ لگانے کی۔زہیب روح کو خود کے پیچھے کرتا دھاڑا۔

اسے اس قدر غصے میں دیکھ روح سہم گئی اور اس کی انکھوں سے گرم سیال پہنے لگا۔

کیوں تیری کیا لگتی ہے یہ۔وہ لڑکا بدتمیزی کی حد پر تھا۔

جو بھی لگے تجھے اس سے کیا۔زہیب غصے سے بولا۔

دفع ہو جا یہاں سے اس سے پہلے کہ میں سب کو بتا دوں۔زہیب کی دھمکی کارامد ثابت ہوئی اور وہ لڑکا وہاں سے بھاگ گیا۔

روح ابھی تک رونے میں مصروف تھی۔

اپ ٹھیک تو ہیں۔زہیب نرمی سی بولا۔

جی۔روح کے انسو کسی طور نہیں رک رہے تھے۔

زہیب نے روح کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگایا اور اس کے کمر پر گرفت سخت کی۔

اس پر اس قدر سخت گرفت پر روح کے منہ سے سسکی نکلی۔

اس کی تکلیف کو مد نظر رکھتے زہیب نے گرفت نرم کی۔

انسو بہت انمول ہوتے ہیں انہیں فضول لوگوں کے لیے بہانہ نہیں چاہیے۔زوہیب اس کے انسو صاف کرتا بولا۔

جی۔اس کے اس قدم نرم لہجے پر روح کو دل ہی دل میں خوشی محسوس ہوئی۔

چلیں اب اندر چلیں۔زوہیب اسے چھوڑتا بولا۔

اور وہ دونوں اندر چلے گئے۔

ارے کالی بلی اج تو تم بھی اچھی خاصی لگ رہی ہو۔زین مناہل کا راستہ روکتے ہوئے بولا۔

حقیقت تو یہ تھی کہ مناہل سبز فراک میں کھولے بال میں اسے واقعی اچھی لگ رہی تھی لیکن وہ زیادہ تعریف کر کے اسے سر پر نہیں چڑھانا چاہتا تھا۔

کیا مطلب ہے تمہارا اچھی خاصی ؟؟ مناہل نے اپنا راستہ روکنے پر اسے غصے سے دیکھا.

مطلب ٹھیک ٹھاک لگ رہی ہو. زین دانت نکالتے ہوئے بولا۔

لیکن تم اس وقت مجھے زہر لگ رہے ہو۔ مناہل نے غصے سے کہا۔

ہاں تو کھا کے مر جاؤ۔ زین بھی دوبدو بولا۔

زین۔ مناہل چیخی۔

ہاں۔ مقابل بھی چیخا

تم نہ بھاڑ میں جاؤ۔ مناہل تپ کر بولی۔

وہاں تو تمہاری ضرورت مجھ سے زیادہ ہے۔ زین نے مناہل کو تنگ کرتے ہوئے کہا۔

مر جاؤ کے فضول انسان۔ مناہل اس پر اس کی فضول باتوں پر لعنت بھیجتی ہوئی اگے بڑھ گئی۔

زین نے دور تک اسے جاتے ہوئے دیکھا۔

مہرماہ کی تھکاوٹ کے باعث اسے کمرے میں لے جایا گیا۔

اہان سب سے نظر بچاتا کمرے میں ایا

مہرماہ جو کہ بیڈ پر لیٹی تھی آہان کو کمرے میں دیکھ فورا اٹھی۔

اپ کب ائے۔ مہرماہ نے ڈرتے ہوئے پوچھا مبادہ کوئی اہی نہ جائے۔

ابھی جب اپ ارام کر رہی تھی۔ اہان اس کے قریب جاتا بولا۔ مہرماہ پیچھے کی جانب قدم لینے لگی۔

مجھ سے دور کیوں جا رہی ہو۔ اہان سنجیدگی سے بولا۔

ن۔۔۔نہ۔۔۔ نہیں۔۔ت۔۔تو دور نہیں۔۔ج۔۔ جا رہی۔ محرماہ فوراً اس کے پاس آئی اور اسے گلے میں بازو حائل کیے۔

کہیں مقابل ناراض ہی نہ ہو جائے۔

ایسے ہی تو ہوتا ہے محبت میں محبوب کی ناراضگی کہاں برداشت ہوتی ہے۔

اہان نے اس کی کمر سے پکڑ کر اسے قریب کیا۔

محرمہ گھبرا گئی۔

اہان کوئی آجائے گا۔ محرماہ اس کی قربت سے گھبرا گئی۔

جتنا گھبرانا ہے گھبرالو انا تو میرے پاس ہی ہے نا۔ اہان نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور چلا گیا۔

پیچھے مہرماہ کتنی دیر اس کا لمس محسوس کرتی رہی۔

کچھ دیر بعد سب شاہ ویلا کی طرف روانہ ہوئے گھر اتے ہی سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

زمان کھڑکی کے پاس کھڑا موبائل یوز کر رہا تھا کہ اسے اپنے سینے پر نرم لمس محسوس ہوا زمان کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔

کیا ہوا۔زمان اس کی جانب چہرہ کرتا اسے اپنے حصار میں لیتا بولا۔

اپ اج بہت پیارے لگ رہے تھے۔حورین لاڈ سے بولی۔

مطلب بس اج ہی پیارا لگ رہا تھا۔زمان شرارتی انداز میں گویا ہوا۔

نہیں اپ تو مجھے روز پیارے لگتے ہیں۔

سچ میں۔۔۔

جی۔۔حورین اس کی انکھوں میں دیکھ بولی۔

اور کیسا لگتا ہوں۔زمان نے اس کا ہاتھ لبوں سے لگایا۔

اور۔۔۔حورین نے تہمید باندھی۔

اور۔۔۔زمان منتظر تھا۔

اور بس میرے لگتے ہیں۔حورین کو اس پر بے انتہا پیار آ رہا تھا۔

ائی لو یو۔زمان پیار سے بولا۔

لو یو ٹو جان۔حورین خوشی سے بولی۔

اج تو مجھ پر بہت پیار ارہا ہے میری جان کو۔زمان اس کے لبوں کو اپنے انگوٹھے سے سہلاتا بولا۔

ہمممم۔ حورین نے اس کے گردن میں چہرا چھپانا چاہا۔

زمان نے اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھے۔ حورین نے مسکرا کر اس کا لمس محسوس کیا۔

میرے بھی۔ زمان نے مسکراتے کہا۔

حورین نے بھی اس کی پیشانی پر ہونٹ رکھے۔

پھر زمان نے دائیں گال پر ہونٹ رکھے۔

حورین نے بھی اس کی گال پر ہونٹ رکھے۔

زمان نے اس کی بائیں گال پر اپنا لمس چھوڑا۔

حورین نے بھی اس کی گال پر اپنا لمس چھوڑا۔

اج اس کا دل چاہا وہ اس کی سب مان لے اور وہ دل کی اواز پر ایمان لائی۔

زمان نے اس کے ہونٹوں کو اپنی دسترس میں لیا۔

دونوں دنیا جہاں بھلائے ایک دوسرے میں گم تھے۔

تقریبا 15 منٹ بعد وہ اس سے دور ہوا۔

حورین کو اپنی سانسوں سے زمان کی خوشبو ارہی تھی۔

میرا کل اثاثہ ہو تم حورین زمان شاہ۔

اس کے منہ سے یہ لفظ سن کر حورین کو بے انتہا خوشی ہوئی۔

اس نے بے اختیار زمان کے لبوں کو چھوا۔

میری کل کائنات اپ ہیں۔ حورین پیار سے بولی۔

زمان اس کی گردن پر جھکا اور اپنی محبت کی چھاپ چھوڑنے لگا۔

زمان نے اس کی گردن میں دانت گاڑھے۔

سسسسسسسسس۔ حورین سسکی۔

زمان پیچھے ہٹا اور اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

زمان ہمارے بے بی کے انے کے بعد بھی اپ مجھ سے ایسے ہی پیار کریں گے۔ حورین اس کی شرٹ کے بٹنوں کے ساتھ کھیلتے بولی۔

نہیں تب تو میں اپنی پرنسز کو پیار کروں گا۔زمان شرارتی انداز میں بولا۔

جائے میں نہیں اپ سے بات کرتی۔ حورین جاتی کہ زمان نے اسے اپنی طرف کھینچا۔

میری جان اپ اپنی ہی بیٹی سے جیلس ہو رہی ہیں۔

جی کیونکہ اپ کا سارا پیار میرا ہے اور کسی کا نہیں اپ کی بیٹی کا بھی نہیں۔ حورین کہ اس قدر معصوم انداز پر زمان کو حد درجہ پیار ایا۔

زمان دوبارہ اس کے ہونٹوں پر جھکا۔

زمان نے حورین کو اپنی باہوں میں اٹھایا اور احتیاط سے بیڈ پر لٹایا۔

اپنی شرٹ اتا کر زمان اس کے اوپر جھکا۔

زمان نے اس کے ماتھے سے ماتھا ٹکایا۔

حورین نے زمان کے سانسوں میں سانس لی۔

حورین نے زمان کی انکھوں پر ہاتھ رکھا۔

اور اس کی گردن چومنے لگے۔

اچانک حورین زمان کی گردن پر کاٹا۔

آہ۔۔۔جنگلی بلی۔حورین اس کی بات پر کھل کھلائی۔

اس کی مرسکراہٹ پر زمان کو اپنے اندر تک سکون اترتا محسوس ہوا۔

رکو تمہیں تو میں ابھی بتاتا ہوں یہ کہتے ہیں زمان اس پر جھک گیا اور وہ اس کی شدتوں میں اس کا ساتھ دینے لگی۔

اگلی صبح سنان ڈریسنگ کے اگے کھڑا تیار ہو رہا تھا۔

جب انشراح ڈریسنگ روم سے باہر ائی۔

وائٹ لوز شرٹ دوپٹے سے بے نیاز بھرا بھرا وجود انشراح کو اس وقت سنان کے سامنے بے انتہا شرم ائی۔

اس نے فوراً اوپر نیلی سٹائلش چادر اوڑھی اور اپنا وجود چھپانے لگے۔

کیا ہوا جان من مجھ سے چھپنے کا کیا فائدہ۔سنان نے اسے اپنے حصار میں لیا۔

انشراح کو بے انتہا شرم نے ان گھیرا۔

چھوڑے سنان باہر چلے۔انشراح اپنا اپ چھڑواتے بولی۔

اور اگر نہ چھوڑو تو۔سنان نے گرفت سخت کی۔

انشراح نے اس کے سینے پر سر ٹکا ڈیا۔

کہا ہوا انشراح تم ٹھیک تو ہو۔سنان فکر مندی سے بولا

جی۔بس تھکاوٹ ہوتی ہے بہت۔انشراح نے سنان کے گرد حصار قائم کیا۔

اچھا چلو اؤ ناشتہ کرو پھر میڈیسن لے لینا۔سنان اسے پیار سے بولا۔

جی چلیں وہ دونوں باہر کی جانب چلے گئے۔

میر اپ کی میڈیسن۔عینی اسے دوائی دیتے بولے۔

شکریہ مگر تمہیں میرا خیال رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں میں اپنا خیال خود رکھ سکتا ہوں۔میر سخت لہجے میں بولا۔

میں اپ کی بیوی ہوں میرا فرض ہے اپ کا خیال رکھنا۔عینی نے مسکرا کہا۔

میرے شاہ کا کہ قہقہ گونجا۔

بیوی وہ بیوی جو کچھ دن پہلے مجھ سے طلاق مانگ رہی تھی اج اپنے فرائض کی بات کر رہی ہے۔میر تنزیہ لہجے میں بولا۔

میں معافی مانگ رہی ہوں نا۔عینی بھرائے لہجے میں بولی۔

تمہاری معافی میرے دل سے وہ الفاظ نہیں نکال سکتی جو تم نے مجھے بولے۔قرۃ العین محب تو محبوب کی انکھیں پڑھ سکتا ہے تو تمہیں میری انکھوں میں کچھ نہ دکھا میں اکیلا تنہا لندن میں چھ سال رہا تنہا لڑا خود سے حالاتوں سے تمہاری نفرت سے نہ مجھ پر تم نے ترس کھایا نہ قسمت نے۔میر قرب زدہ لہجے میں بولا

۔

میں مانتی ہوں مجھے اپ سے پوچھنا چاہیے تھا لیکن کیا کرتی میں مجھے اس وقت کچھ سمجھ نہیں ارہا تھا۔عینی بولی۔

اور اس وقت مجھے کچھ سمجھ نہیں ارہا۔یہ کہتے ہی میر باہر چلا گیا۔

ooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooo

اہان اور محرمہ کی شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں۔

تمام فنکشن کا انتظام ملک ہاؤس میں کیا گیا تھا۔

دنوں کو تو جیسے پر لگ گئے تھے۔

ایک مہینہ کیسے گزرا پتہ ہی نہیں چلا۔

اج مہندی کا فنکشن تھا جو ملک ہاؤس میں تھا۔

محرماہ اور اہان دونوں کا فنکشن کمبائن تھا۔

فنکشن لان میں رکھا گیا تھا۔

تمام لڑکے لان سجانے میں مصروف تھے سب نے مل کر خوبصورت سجاوٹ کی۔

درختوں کو خوبصورت لائٹوں سے سجایا گیا تھا۔

دیواروں کو پیلے اور ہرے پردوں سے سجایا گیا تھا۔

سٹیج تو قابل دید تھا۔

جھولے کو خوبصورت گیندے کے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔

لڑکیوں کے ڈرائیور کی ڈیوٹی اج بھی زہیب کی تھی۔

زہیب پچھلے ادھے گھنٹے سے سیلون کے سامنے کھڑا تھا مگر مجال ہے جو ایک بھی لڑکی باہر اتی ہو۔

ان کی تو تیاری ہی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

کچھ دیر بعد سب لڑکیاں باہر اتی دکھائی دی۔

عینی نے گرین لہنگے پر پیلی کرتی پہن کر بال کھلے چھوڑے تھے۔

انشراح نے بلیک شلوار قمیض پر چٹیا بنا کر پراندہ پہنا تھا۔

حورین نے شوکنگ پنک کلر کی پیروں تک اتی فراک پہن کر بالوں کو کرل کیا تھا۔

روح پیلے رنگ کے شرارے پر پیلی ہی کرتی اور گرین دوپٹہ اوڑھے تھی۔

مناہل نے بھی پیلے لہنگے شارٹ کرتی پر بھاری کام والا دوپٹہ اوڑھا تھا۔

نفاست سے کیے گئے میک اپ میں وہ سب بے حد حسین لگ رہی تھی۔

زہیب تو روح کو دیکھتا ہی رہ گیا وہ اس حد تک پیاری لگ رہی تھی۔

کیا ہوا بھائی کہاں کھو گئے۔ مناہل زہیب کو روح کی طرف دیکھتا پا کر بولی۔

ک۔۔۔ کہیں نہیں۔ ذہیب ایک دم ہوش میں ایا۔

تو پھر چلیں۔ انشراح نے کہا۔

جی۔

وہ لوگ ملک ہاؤس کے لیے روانہ ہو گئے۔

سب لڑکیاں ملک ہاؤس پہنچنے کے بعد مہرماہ کے کمرے میں چلی گئیں۔

بہت پیاری لگ رہی ہو ماشاء اللہ۔ عینی مہرماہ کا دوپٹہ سیٹ کرتے ہوئے بولی۔

میری بھابھی ہیں ہی پیاری۔ مناہل پیار سیے بولی۔

کچھ دیر بعد محرماہ کو سٹیج کی طرف لے جایا گیا۔

جہاں اہان پہلے سے بیٹھا تھا۔

منہ بند کر لے بھائی تیری ہی ہے۔زین اہان کی طرف دیکھتا بولا۔

کیونکہ اہان کا محرماہ پر سے نظریں ہٹانا مشکل ہو رہا تھا۔

اہان بس اس کی اس بات پر گھور کر رہ گیا۔

اہان نے محرماہ کو سٹیج پر چڑھنے میں مدد کی تو سب لڑکیوں نے ہوٹنگ کی۔

کیسی ہو۔اہان نے اپنے ساتھ بیٹھی مہرماہ سے کہا۔

ٹھیک۔ایک لفظی جواب ایا۔

یار بندہ حال ہی پوچھ لیتا ہے مروت نام کی بھی کوئی چیز ہے۔اہان مہرماہ کی طرف دیکھ کر بولا۔

کیسے ہیں اپ۔مہرماہ نے مسکرا کر کہا۔

بہت خوش اور خوشی تو اس کے چہرے سے صاف جھلک رہی تھی۔

امنہ بیگم رسم کے اغاز کیا۔

اس کے بعد سب باقی بڑوں نے رسم کی۔

اب ینگ پارٹی کی باری تھی۔

سب سے پہلے میر اور عینی نے رسم کی۔

پھر زمان حورین انشراح اور سنان نے رسم کی۔

اب زین کی رسم کرنے کی باری تھی۔

زین استینوں کو کہنیوں تک فولڈ کر کے رسم کے لیے بالکل تیار تھا۔

اب سب جانتے تھے اہان بیچارے کی خیر نہیں اور سب اس کے لیے دعا گو بھی تھے۔

زین نے سٹیج پر اکر سب سے پہلے اہان کو مٹھائی کھلائی بلکہ اس کے منہ میں ٹھوسی۔

اس کے بعد اس نے مہندی لگائی پھر اس نے تیل کی پیالی پکڑی اسکی انکھوں شرارت سے جگمگا رہی تھی۔

اہان اس ارادہ سمجھتے ہی اس سے دور ہوا۔

نہیں نہیں رک جا زین رک جا کمینے۔ اہان چیخ رہا تھا۔ لیکن اس کی سننے والا کون تھا۔

زین نے تیل کی پوری پیالی اہان کے سر میں الٹا دی۔

سب کا ہنس ہنس کر برا حال تھا۔

اہان اپنے دلہا ہونے کا لحاظ کر گیا۔

ورنہ ابھی یہاں ڈبلیو ڈبلیو ای شروع ہو جانی تھی۔

سب لوگ سٹیج پر پکچرز لینے میں مصروف تھے۔

زین مناہل کو دیکھ کم گھور زیادہ رہا تھا۔

اج سے پہلے وہ کبھی خود کے اتنا قریب محسوس نہیں ہوئی۔

مناہل کو خود پر کسی کی نظریں محسوس ہوئی تو اس نے زین کی طرف دیکھا جو اسے دیکھنے میں مصروف تھا۔

مناہل اسے دیکھ کر نظریں جھکا گئی۔

یار میں سوچ رہا ہوں شادی کر لوں۔ زین بولا۔

کیوں تم نے تو کرنی ہی نہیں تھی۔ عینی بولی۔

یار اب میں کب تک اکیلا تصویریں کھنچواتا پھروں گا۔ زین مسکراتے بولا۔

جلدی ہی خیال نہیں اگیا۔ سنان اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے بولا۔

اوئے میرا ہیئر اسٹائل خراب کر دیا تم نے۔ زین اپنے بال صحیح کرتا بولا۔

اچھا اب لڑنا نہ شروع کر دینا۔ حورین بولی مبادہ کہیں وہ اس سے بات پر لڑنا نہ شروع کر دیں۔

ایسے ہی کچھ دیر بعد وہ لوگ شاہ ولا کی طرف روانہ ہوئے۔

رات کافی ہو چکی تھی اس لیے تھکاوٹ کے باعث سب سونے جا چکے تھے۔

میر ٹیرس پر سگرٹ پی رہا تھا۔

عینی اسے ڈھونڈتے ہوئے ٹیرس پر اگئی۔

میر اپ کیوں پیتے ہیں یہ سگرٹ کیوں خود کو ختم کر رہے ہیں۔ عینی فکر مندی سے بولی۔

اور اس سے سگرٹ لے کر زمین پر پھینک دی۔

ختم تو میں پہلے ہی ہو چکا ہوں۔ قرۃ العین سکندر شاہ۔

میں نے اپ سے کہا تھا میں قرۃ العین میر شاہ ہوں۔

قرۃ العین سکندر جاؤ یہاں سے۔ میر اسے گھورتا ہوا بولا۔

ٹھیک ہے میں چلا جاتا ہوں۔ میر یہ کہتے ہی وہاں سے جانے لگا مگر عینی نے اسے بازو سے پکڑ کر روک لیا۔

ایک بار بات سن لیں پلیز۔۔۔ پلیز میں جانتی ہوں میں نے بہت تکلیف دی ہے اپ کو میں بہت بری ہوں میں نے بہت دکھ دیے ہیں اپ کو۔ عینی کی انکھوں میں پانی موتیوں کی طرح چمک رہا تھا۔

کیوں نہیں بتایا مجھے میں کیسے سمجھ لیتی انسان ہوں میں بھی اگر اپ وہاں تڑپ رہے تھے سکون میں۔۔ میں بھی یہاں نہیں تھی۔ عینی کے رونے میں مزید شدت اگئی۔

عینی کہ اس طرح رونے پر میر شاہ کو تکلیف ہوئی۔

اس نے عینی کو اپنے سینے سے لگایا اور اس کے بال سے ہلانے لگا۔

ایم سوری میں بہت بری ہوں نا میں جانتی ہوں مجھے بھروسہ کرنا چاہئیے تھا مجھے معاف کر دیں مجھے بس ایک دفعہ معاف کر دے پلیز۔ اس کے سینے سے لگی عینی مزید شدت سے رونے لگی۔

چپ کر جاؤ عینی مت رو۔ میر پیار سے بولا۔

پہلے اپ معاف کریں مجھے پلیز میں مر جاؤں گی اپ کے بغیر مجھ سے نہیں بر داشت ہو تا مجھ نہیں اپ جتنی ہمت میں نہیں بر داشت کر سکتی اپ کی بے رخی پلیز معاف کر دیں۔

معاف کیا میری جان بس تم رونا بند کرو۔ اس طرح روتے ہوئے تو میر کا دل موم ہوا اخر وہ کب تک اس سے دور رہ سکتا تھا۔

کب تک ناراض رہ سکتا تھا وہ تو محبت تھی نا اس کے محبت کرنے والے محبوب زیادہ دیر اٹھا نہیں کرتے۔

اج اس کا سنگ دل محبوب بھی موم پڑا تھا تو وہ کیوں نہ معاف کر تا اسے۔

اچھا چلو نیچے چلیں یہاں کافی سردی ہے۔ میر اسے لیتا ہوا نیچے کی طرف بڑھ گیا۔

اج بارات کا دن تھا لڑکے سارے اہان کی طرف سے تھے اور لڑکیاں محرماہ کی طرف۔

زوہیب شاہ ولا میں ہی موجود تھا کیونکہ اس نے سب بڑوں کو لانا تھا۔

زہیب بیٹا جاؤ ذرا ثنا کو بلا لاؤ۔ امنہ بیگم زہیب کو دیکھ کر بولی۔ جو موبائل پر سنان سے کوئی بات کر رہا تھا

۔

جی دادو۔ یہ کہتے ہی زہیب چلا گیا۔

ارے اؤ بیٹا۔ زہیب کو اندر اتا دیکھ ثنا بیگم بولی۔

جی وہ دادو نے بھیجا ہے کہ آپ کو لے اؤں۔ زہیب شائستگی سے بولا۔

ہاں بیٹا میں تیار ہوں تم جا کر روح کو لے کر اؤ۔ یہ کہتے ہی ثنا بیگم اندر کمرے کی جانب بڑھ گئ۔

بخار ہونے کی وجہ سے اج روح گھر پر ہی تیار ہوئی تھی۔

زہیب روح کے کمرے میں داخل ہوا تو سامنے دیکھ ساکت ہو گیا۔

جہاں روح ڈاک بلو فراک پہنے بالوں کو کرل کیے پنک لپسٹک لگائے بغیر دوپٹے کے اپنی ڈوریوں سے الجھ رہی تھیں۔

بخار کی وجہ سے سرخ جسم اس کی خوبصورتی میں اور اضافہ کر گیا۔

زہیب چلتا ہوا روح کے قریب ایا اور ڈوریاں باندھنے لگا۔

روح تو اس کو دیکھ کر حیران تھی۔

زہیب تو اس کی خوبصورتی میں کھو گیا۔

تیار رہنا اگلا نمبر ہمارا ہے۔ زہیب روح کو کمر سے پکڑ تا اپنے قریب کر کے بولا۔

کیا مطلب۔ روح نہ سمجھی سے بولی۔

مطلب اگلی دلہن تم ہو۔ زہیب مسکراتے بولا۔

کس کی۔ روح پھر نہ سمجھی سے بولی۔

میری۔ مسکراہٹ تھی کہ جدا نہیں ہو رہی تھی۔

اور اپ کو کیوں لگتا ہے کہ میں اپ سے شادی کروں گی۔روح آئی برواچکاتی بولی۔

کیونکہ میں کہہ رہاہوں۔زہیب بولا۔

مجھے سوچنے کا ٹائم چاہیے۔روح اپنے دل پر قابو پاتے بولی۔
خوشی تھی کہ سمبھلی نہیں جارہی تھی۔

ٹھیک ہے میں اج رات چھت پر اپ کا انتظار کروں گا۔

یہ کہتے ہی زہیب چلا گیا۔

روح کا دل کیا وہ خوشیاں منائے ناچے مگر ناچنے کا ارادہ ترک کرتے وہ نیچے چلی گئ۔

زوہیب سب بڑوں کو لیتا سیدھا حال میں پہنچا۔

اب اس نے ملک ہاؤ جانا تھا اور جا کر تیار ہونا تھا۔

ملک ہاؤس۔۔

زہیب کمرے میں ایا جہاں سب لڑکے تیار تھے سوائے زین کے۔

کچھ شرم ہوتی ہے کچھ حیا ہوتی ہے۔

مگر ہمیں کیا پتہ وہ کیا ہوتی ہے۔زوہیب کا جملہ زین نے مکمل کیا۔

تو ابھی تیار کیوں نہیں ہوا۔ زہیب اپنے کپڑے اٹھاتا بولا۔

یار میں اہان کو سمجھا رہا ہوں۔ زین بولا۔

کیا سمجھا رہا ہے۔ سنان اندر اتے بولا۔

یہی کہ نہ کر شادی بہن تو وہ میری ہی پوری لڑاکا ہے۔ زین دانت نکالتے بولا۔

او جاؤ کام کر اپنا تنگ نہ کر۔ اہان شیشے میں خود کو دیکھتا بولا۔

نہ مان پھر تم نے ہی کہنا شادی کر کے پھنس گیا یار اچھا خاصا تھا کنوارا۔

اگر ہنسی مذاق ہو گیا ہو تو چلے۔ زمان اندر اتا بولا۔

اہان میں پھر بول رہا ہوں سوچ لے۔ زین اس کے پاس جاتا بولا۔

میں نے سوچ لیا ہے ہٹ راستے سے۔

چلو اجاؤ اب۔ میر اندر اتا بولا۔

ہاں ہاں چلو۔ اہان فورا بولا۔

اس کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔

کچھ ہی دیر میں وہ لوگ ہال پہنچے اب لڑکیاں رستہ رو کے کھڑی تھیں۔

چلیں 50 ہزار نکالیں بھائی۔ مناہل اہان سے بولی۔

کیوں تم تو میری بہن ہو۔ اہان حیران سے بولا۔

وہ دراصل بھائی میں تو مہرماہ کی طرف سے ہوں تو نکالے پیسے۔ مناہل ہاتھ اگے کرتی بولی۔

اگر میرے پاس نہ ہو تو۔ اہان بولا

اوئے تو کنگلا اگیا میری بہن کے تو خرچے بہت ہیں۔ پیچھے سے زین نے ہانک لگائی۔

تو چپ کر۔ اہان نے اسے چپ کرایا۔

ہائے شادی ہوئی نہیں تو پہلے ہی بدل گیا۔ زین دہائیاں دیتا بولا۔

چپ کر جا یار۔ زمان اسے گھورتے بولا۔

زہیب کی نظر تو بس روح پر تھی۔

اچھا یار دے رہا ہوں۔ اہان معصوم شکل بناتا بولا۔

اہان نے لڑکیوں کو پیسے دیے تو انہیں نے راستہ چھوڑا۔

اور اب وہ لوگ اندر داخل ہوئے۔

لڑکیاں دودھ پلائی کی رسم کے لیے ائی۔

اس بار اہان نے ارام سے ان کو پیسے دے دیے۔

کچھ دیر بعد رخصتی کا شور اٹھا تو محرماہ کو قرآن کے سائے تلے رخصت کر دیا گیا۔

رات کو اہان کمرے میں داخل ہوا تو محرماہ بیڈ پر بیٹھی تھی۔

اس کی مسکراہٹ ہی نرالی تھی۔

اہان اپنی شیروانی اتارتا اس کے پاس گیا۔

اج میں بہت خوش ہوں مہرماہ۔ اہان اس کے ہاتھ پکڑتا بولا۔

میں بھی۔ محرماہ بھی خوشی سے بولی۔

اہان نے محرمہ کو لاکٹ پہنایا۔

ماشاءاللہ اہان یہ بہت خوبصورت ہے۔ مہرماہ نے دل سے تعریف کی۔

شکریہ لیکن تم سے کم۔ اہان نے کھلے دل سے تعریف کی۔

اہان یہ کہتے ہی اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

مہرماہ نے مسکرا کر اس کا لمس محسوس کیا۔

اہان نے ارام سے اس کے دوپٹے کی پینز اتارنی شروع کی۔

کچھ ہی دیر میں وہ اس کا دوپٹہ اسے جدا کر چکا تھا۔

مہرماہ شرماتی گھبراتی خود میں سمٹ رہی تھی۔

اہان نے اس کے ہونٹوں کو اپنی دسترس میں لیا۔

کتنی دیر وہ اس کے ہونٹوں پر جھکا رہا۔

اب محرماہ کا سانس بند ہونے لگا تھا۔

مگر مقابل کو خبر ہی کہاں تھی۔

مہرماہ نے اس کی شرٹ کو جھٹکا دیا جس سے وہ تھوڑا دور ہوا۔

محرماہ لمبے لمبے سانس لینے لگی۔

اہان نے اہستہ اہستہ اس کی ساری جیولری اتاری۔

اب اہان محرماہ کی گردن پر جھکا اور اس کی گردن پر اپنی محبت کی چھاپ چھوڑنے لگا۔

رات کے ڈھلتے ہی وہ مہرماہ کے وجود کی گہرائیوں میں گم ہو گیا۔

زہیب رات کے 12 بجے چھت پر کھڑا روح کا انتظار کر رہا تھا۔

جب وہ سامنے سے اتی دکھائی دی۔

لوز ٹراؤزر شرٹ میں وہ اس ٹائم بچی معلوم ہو رہی تھی۔

اس کو اتا دیکھ زہیب شاہ ویلا کے چھت پھلانگ کر چوہدری منشن داخل ہوا۔

اس کو اس طرح پھلانگتا دیکھ ایک وقت کو روح ڈر گئی۔

زہیب روح کے پاس ایا اور اسے پوچھنے لگا۔

کیا سوچا ہے تم نے۔

کس بارے میں۔ روح نے جواب دیا۔

میرے پرپوزل کے بارے میں۔ زہیب نے کہا۔

میں نے ابھی سوچا نہیں۔ روح اسے تنگ کرتے ہوئے بولی۔

چلو ٹھیک ہے جب سوچ لو تو مجھے بتا دینا۔ یہ کہتے ہی زہیب جانے کے لیے مڑا۔

ائی لو یو زہیب۔ روح فوراً بولی۔

زہیب کے قدم وہاں ہی تھم گئے۔

روح نے اگے بڑھ کر فورا اسے پیچھے سے گلے لگایا۔

زہیب پیچھے مڑا۔

ایک بار پھر سے کہنا۔زہیب نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے قریب کیا۔

ائی لو یو۔روح اس کی انکھوں میں دیکھ کر بولی۔

ائی لو یو ٹو۔زہیب نے اسے زور سے گلے لگایا۔

زہیب کی انکھوں میں نمی اگئی روح بھی اس کے سینے لگی انکھیں موند گئیں۔

اچانک روح کو اپنا کندھا بھیگتا ہوا محسوس ہوا۔

کیا ہوا زہیب آپ رو کیوں رہے ہیں۔روح فکر مندی سی بولی۔

میں چھ سال کا تھا روح جب مما بابا کی کار ایکسیڈنٹ میں ڈیتھ ہو گئی۔

آپی بھی میرڈ تھی میں بورڈنگ سکول چلا گیا میں ان سے بھی بہت کم ملتا تھا اکیلا ہی رہتا تھا پھر میر لندن ایا اور میرے تنہائی کا ساتھی بنا۔

روح کو تکلیف ہوئی۔

اس لیے مہں تھوڑا سخت مزاج ہوں مجھے اس طرح لگ رہا جیسے یہ ایک خواب ہے اور میں انکھ کھولوں گا تو سب ختم ہو جائے گا۔ زہیب برائے لہجے میں بولا۔

روح اوپر ہوئی اور زہیب کی انکھوں پر باری باری لب رکھے۔

یقین کریں گے ایک حقیقت ہے اور میں اپ کی ہوں۔ روح مسکراتے بولی۔

زہیب نے روح کو سینے سے لگایا۔

کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد وہ دونوں اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے۔

دو بجے تھے میر شاہ کمرے میں ایا تو عینی کو خود کا منتظر پایا۔

کیا ہوا سوئی کیوں نہیں۔ مہر اپنی گھڑی اتارتا بولا۔

جی۔

خیریت۔ میر کی حیرانگی کسی طور کم نہ ہو رہی تھی۔

کیوں نہیں کر سکتی کیا۔ عینی اس کے پاس اتے بولی۔

کر سکتی ہو اخر کو شوہر ہوں تمہارا۔ میر پیار سے بولا۔

چیلنج کیوں نہیں کیا۔ میر سب جانتا تھا کہ وہ ایسے کیوں کر رہی ہے اخر کو وہ مرد تھا۔

ویسے ہی۔۔وہ عورت تھی اپنی تکمیل چاہتی تھی۔

اچھا چینج کرلو میں بھی اتاہوں چینج کر کے۔میر شرارت سے بولتا جانے لگا کہ۔

عینی نے اس کا بازو پکڑا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں التجا کی۔

میر اس کے پاس ایا اور اس کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھے۔

عینی نے مسکراتے اس کے گرد بازو حائل کیے اور اس کا لمس محسوس کرنے لگے۔

عینی نے میر کے ہونٹوں کو دبایا جس پر میر پہلے تو حیران ہوا پھر مسکرا کر اس کا ساتھ دینے لگا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں ایک دوسرے سے دور ہٹے۔

میر نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اس اسے پاس کیا اور اس کی گردن سے بال ہٹا کر گردن پر ہونٹ رکھے۔

میر۔۔۔عینی نے اسے پکارا۔

ہمم۔۔۔میر نے اس کی گردن پر جھکے ہی جواب دیا۔

ایم سوری فور ایوری تھنگ۔عینی اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے بولی۔

بھول جاؤ سب اور انے والی زندگی کے بارے میں سوچو۔میر نے مسکرا کر جواب دیا۔

میر نے اسے باہوں میں اٹھایا اور بیڈ پر لٹا کر اس کے اوپر جھک گیا۔میر نے اہستہ سے عینی کی زپ کھولی اور شولڈر سے شرٹ سرکائی۔

اور اپنے لب وہاں رکھے۔
رات گزرنے کے ساتھ ساتھ میر کی شدتوں میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔

اج ولیمے کا دن تھا سب لوگ تیار تھے اور حال میں جانے کی تیاری تھی اج سب لڑکے شاہ ولا میں ہی موجود تھے عینی کے چہرے پر اج الگ ہی رونق تھی جسے سب نوٹ کر رہے تھے سب ہی اس کی خوشیوں کے لیے دعا تھے۔

ایک دن ہوا ہے اس کی شادی کو اور تم لوگ ایسے مل رہی ہو جیسے صدیاں ہو گئی ہوں۔زین بولا۔
تم نہیں سمجھو گے یہ وقت لڑکیوں کے لیے کتنا مشکل ہوتا ہے۔انشراح بولی۔
ہاں بھئی میں لڑکی تھوڑی نہ ہوں جو سمجھو۔زین نے اپنا ہی مطلب نکالا۔
جس پر سب سر پکڑ کر رہ گئے۔
زین کی نظریں اج بھی مناہل پڑ تھی اور مناہل بس زین سے چھپ رہی تھی۔
اس کی خاموش نظریں اسے بہت سے پیغام دے رہی تھیں۔
کچھ دیر بعد ولیمے کا فنکشن تمام ہوا۔
اور سب اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں موجود تھے۔

زمان۔۔۔ حورین نے اسے مخاطب کیا۔

جی جان زمان۔ زمان اپنی شرٹ اتارتا اس کے پاس ایا اور بیڈ پر ٹیک لگا کر لیٹ گیا۔

حورین فورا اس سے لپٹ گئی۔

کیا ہوا ہے طبیعت ٹھیک ہے نا۔ زمان اس کا ماتھا چومتا بولا۔

جی ٹھیک ہے بس آپ میرے پاس رہیں۔ حورین نے اسے زور سے پکڑ لیا۔

میں قربان میری جان ادھر ہی ہوں اپ کے پاس۔ زمان نے مسکراتے جواب دیا۔

پینک ڈھیلی شرٹ جس کا گلا کھلا تھا وہ اس وقت زمان کے جذبات بہکانے کا سبب بن رہی تھی۔

حورین۔۔۔ زمان نے اسے مخاطب کیا۔

جی۔۔ حورین اس کی طرف دیکھتی بولی۔

زمان کی نظریں حورین کے ہونٹوں پر تھیں۔

اس کی نظروں کا مفہوم سمجھتی حورین مسکرائی اور اس کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھے۔

اور زمان کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگی گویا جیسے اسے سکون دے رہی ہو۔

کچھ دیر بعد زمان پیچھے ہٹا اور اس کی گردن پر جھکا خود کو سیراب کرنے لگا۔

ساری رات زمان اسے اپنی شدتوں سے روشناس کرواتا رہا
اور وہ مسکراتی اسے محسوس کر رہی تھی.

....

چند ماہ بعد۔۔

اج انشراح کی ڈلیوری تھی زرینہ بیگم سنان اور عالیہ بیگم ہسپتال میں تھے۔

انشراح اپریشن تھیٹر میں تھی سنان باہر فکر مندی سے چکر کاٹ رہا تھا۔

بیٹا پریشان نہ ہو اللہ سب ٹھیک کرے گا۔عالیہ بیگم نے اسے تسلی دی۔

جی بڑی مما۔ابھی اسے کہاں سکون انے والا تھا۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر باہر ائی۔

کنگریچولیشنز ٹونز بے بی ہیں۔ڈاکٹر بولی۔

سنان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا۔

میری بیوی کیسی ہے۔سنان نے بے چینی سے پوچھا۔

جی وہ بھی بالکل ٹھیک ہیں۔ڈاکٹر مسکراتے بولی۔

ہاں ایک بیٹی ہے اور دوسرا بیٹا۔ڈاکٹر یہ خوشی کی خبر دیتے جا چکی تھی۔

سنان نے گھر پر سب کو انفارم کیا۔

شاہ ولا میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی۔

کچھ دیر بعد سنان اندر گیا۔

انشراح انکھیں موندے لیٹی تھی۔

جان۔۔سنان نے اس کے قریب جا کر اسے پکارا۔

انشراح نے انکھیں کھولیں تکلیف چہرے سے نمایاں تھی۔

کیسی ہو۔سنان نے پیار سے پوچھا۔

ٹھیک ہوں۔اواز نقاحت زدہ تھی۔

سنان جھکا اور اس کے ہونٹ چومنے لگا۔

کچھ دیر وہ پیچھے ہوا تو انشراح کو مسکراتے پایا۔

بے بی دکھا دے۔لہجہ معصومیت سے لبریز تھا۔

سنان بے بی لے کر ایا تو انشراح کے چہرے پر خوشگوار حیرانگی تھی۔

سنان۔انشراح نے خوشی سے پکارا۔

جی میری جان۔سنان بولا۔

میں بہت خوش ہوں۔انشراح ان کا ماتھا چومتے بولی۔

میں بھی۔سنان بھی خوشی سے بولا۔

کچھ دیر بعد ینگ پارٹی نے اینٹری ماری۔

کمرے میں ہر جگہ غبارے تھے پورے ہسپتال میں مٹھائی بانٹی گئی۔

مبارک ہو انشراح۔عینی خوشی سے بولی۔

خیر مبارک۔انشراح خوش دلی سے بولی۔

چل اب مجھے میرے جونیئرز دکھادے۔زین خوشی سے بولا

سنان بھائی اسے نہ دینا۔مناہل فورا بولی۔

کیوں جی۔زین حیرت سے بولا۔

کہیں شیطان کا سایہ نہ اجائے بچوں پر۔مناہل زین کی طرف اشارہ کرتے بولی۔

سب کا قہقہا گونجا۔

او جاؤ کالی بلی میرے بھتیجے ہیں میں تو پکڑوں گا۔زین غصے سے بولا۔

پکڑلو مگر لڑنا بند کرو۔مہرماہ ان کو لڑتے دیکھ فورا بولی۔

حورین کی ڈلیوری میں کچھ دن باقی تھے اس لیے وہ گھر پر ہی تھی۔

بھائی ان کے نام میں رکھوں گی۔عینی خوشی سے بولی۔

جی ضرور بھائی کی جان۔سنان اس کے سر پر پیار دیتے بولا۔

ایزل اور زیان۔ عینی خوشی سے بولی۔

ماشاءاللہ بہت پیارے نام ہیں۔ انشراح خوشی سے بولی۔

واقعی نام تو پیارے ہیں۔ اہان بولا۔

اللہ کرے زیان مجھ پر جائے۔ زین خوشی سے بولا۔

اللہ کچھ بھی میں تو ایسا نہیں چاہتا۔ سنان اسے گھورتے بولا۔

تو کیا تجھ جیسا زن مرید بنے۔ زین بولا۔

تم لوگ لڑنے کے بہانے کیوں ڈھونڈتے رہتے ہو۔ محرماہ غصے سے بولی۔

میں تو نہیں لڑ رہا۔ زین نے خود کی حمایت کی۔

ہاں میں ہی لڑ رہا تھا نا۔ سنان اسے گھورتا ہوا بولا۔

اچھا چلو بس کر دو۔ اب انشراح بولی۔

اسی طرح کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد ینگ پارٹی چلی گئی۔

تین دن بعد انشراح کو ڈسچارج کر دیا گیا۔

اج ان کی ویلکم پارٹی تھی۔

ینگ پارٹی گھر سجانے مصروف تھی۔

مما میں بور ہو رہی ہوں مجھے بھی کچھ کرنے دیں۔ حورین صوفے پر بیٹھتی اکتا گئی تھی۔

میرا بیٹا اپ ارام کرو ایسی حالت میں یہ سب ٹھیک نہیں۔ پاس کھڑی زرینہ بیگم بولی۔

مگر مما میں ارام کر کے تھک گئی۔ انداز معصومیت بھرا تھا۔

بیٹا کوئی مووی دیکھ لو۔ زرینہ بیگم بولی۔

تب ہی زمان اندر ایا۔

بیٹا ذرا حورین کے پاس بیٹھ جاؤ کب سے بور ہو رہی ہے۔ زرینہ بیگم یہ کہتے ہی چلے گئی۔

کیا ہوا میری جان کو۔ زمان اس کے پاس بیٹھا بولا۔

زمان میں بور ہو رہی ہوں اور اور کوئی کچھ کرنے بھی نہیں دے رہا۔ حورین منہ پھلائے بولی۔

میں صدقے جاؤں جان مجھے پیار کر لو۔ زمان انکھ ونک کرتا بولا۔

شرم کریں اپ تھوڑی۔ حورین ادھر ادھر دیکھتے بولی کہ کہیں کسی نے سن نہ لیا ہو۔

جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم۔ یہ کہتے زمان نے حورین کی گال پر ہونٹ رکھے۔

تبھی زہیب اندر آیا۔

کمینے مجھے پانی کا بول کر ادھر بیٹھا رومینس جھاڑ رہا ہے۔ زہیب غصے سے بولا۔

حورین تو شرم کے مارے وہاں سے بھاگ گئی۔

میں اکیلا باہر لائٹنگ کر رہا ہوں اور تو یہاں اندر۔۔۔۔ اس سے اگے زہیب کچھ نہ بولا گیا۔

کمینے تھورا لیٹ اجاتا۔ زمان دانت پیستے بولا۔

کیوں۔اطمینان قابل دید تھا۔

اویں میری بیوی شرما گئی۔زمان بولا۔

اس کی بات سن کر زہیب کا قہقہا گونجا جو اندر آتے ہوئے روح نے بھی سنا۔

چل دفع ہو باہر میں اندر لائٹنگ کر کے ایا۔زہیب بولا۔

اچھا جا رہا ہوں۔زمان باہر چلا گیا۔

زہیب اندر لائٹینگ کرنے لگا۔

روح اس کے پاس گئی اور گلا کھنگارا۔

ذہیب پیچھے مڑا۔

ذہے نصیب شکر ہے اپ کا دیدار نصیب ہوا۔ذہیب مسکراتے بولا۔

جی میں ہی ائی اتی ہوں اپ کے پاس تو ٹائم نہیں ہوتا۔روح ناک سکوڑتی بولی۔

زہیب نے اسے کمر سے قریب کیا۔

زہیب کوئی دیکھ لے گا۔روح گھبراتے ہوئے بولی۔

دیکھ لینے دو فلحال تو مجھے دیکھو۔زہیب نے گرفت تنگ کی۔

روح مسکرائی زہیب نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

تبھی میر شاہ ایا۔

اس نے گلا کھنگارا تو وہ دونوں ایک دوسرے سے دور ہوئے۔

روح اندر بھاگ گئی۔

زہیب میر کو دیکھ کر مسکرایا اور میر اس کے گلے لگ گیا۔

پورے گھر کو سفید اور پنک بلون سے سجایا گیا تھا مختلف رنگ کی لائٹنگ کی گئی تھی پورے گھر کی سجاوت قابل دید تھی تمام لڑکوں نے پرنس کوٹ اور لڑکیوں نے میکسی پہنی تھی انشراح اور سنان نے مل کر کیک کٹ کیا اور پھر کیک سب کو سرو کیا گیا سب گھر والے بے حد خوش تھے۔

زین کی شرارتی روح پھر سے جاگ اٹھی تھی اس نے اہان کو زوہیب سے بات کرتے دیکھ موقع کا فائدہ اٹھایا اور اپنے ہاتھ میں کیک پکڑا ہوا کیک اٹھا کر اہان کے منہ پر مل دیا۔

اوے کمینے کھانے کے لیے دیا تھا تجھے میرے منہ پہ نقش و نگار بنانے کے لیے نہیں۔ اہان اس کے پیچھے بھاگتے ہوا بولا۔

ان کا ٹوم اور جاری کا شو پھر سے شروع ہو چکا تھا۔

رک جا کمینے۔ اہان اس کے پیچھے بھاگتا ہوا چلا رہا تھا۔

رک جاؤ تم دونوں کچھ شرم کر لو چاچو بن گئے ہوں۔ میر انہیں اس طرح ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتا ہوا دیکھ کر بولا

تو ان دونوں کو بریک لگی۔اب زین زیان کو گود میں لے چکا تھا۔

دیکھ لیں نا تم لوگ مجھ پہ جائے گا میرا بھتیجہ۔زین نے سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

جی نہیں میرا بیٹا اپنے پاپا جیسا بنے گا ایک اور شیطان برداشت نہیں کر سکتے ہم۔

انشراح کی بات سنتے زین نے مصنوعی انسو صاف کیے۔

اور ایزل عینی نے پوچھا۔

میں چاہتی ہوں ایزل حورین جیسی بنے۔انشراح نے کہا۔

سب نے امین کہا سوائے حورین کے اس کا چہرہ اچانک ہی اتر گیا تھا جو زمان کی نظروں سے نہ بچ سکا۔

مہرماہ چینج کر کے باہر ائی تو اہان بیڈ پر لیٹا موبائل یوز کر رہا تھا اور کمرے میں ہر چیز بکھری ہوئی تھی۔

اہان۔ محرماہ غصے سے بولی۔

جی۔اہان نے جواب دیا۔

یہ کمرے کا حال کیا بنا رکھا ہے اپ نے۔مہرماہ اس کے پاس اتے بولی۔

کچھ نہیں ہوا تم ادھر اؤ۔اہان مہرماہ کو خود پر گراتے بولا

چھوڑے مجھے اور یہ کمرہ صاف کریں۔ مہرماہ غصے سے بولی۔

کیاہو گیاہے رات کے دو بج رہے ہیں تم مجھے صفائی کا کہہ رہی ہو۔ اہان بولا۔

تو کس نے بولا تھا گندا کریں۔ محرماہ اٹھتے ہوئے بولی۔

یار صبح کرلیں گے نا۔ اہان معصوم سامنہ بناتے بولا۔

اہان۔۔۔۔ مہرماہ غصے سے بولی۔

اچھا کر رہاہوں۔ اہان اٹھا اور صفائی کرنے لگا۔

اس کی معصوم شکل دیکھ کر مہرماہ کو اس پر بے انتہا پیار ایا مگر چہرے پر ابھی سخت تاثرات تھے۔

اچھا بھلا تھ کنوارا صیحح کہتے ہیں کہ نہ شادی کرو مگر مجھ پر پیار کا بھوت سوار تھا۔ اہان بڑبڑا رہا تھا اور اس کی بڑبڑاہٹ محرماہ خوب سن رہی تھی۔

تقریبا تین بجے ہاتھ فارغ ہوا۔

اہہہہ۔۔۔ اندھیرا ہونے کی وجہ سے اہان ٹیبل سے ٹکرا گیا۔

کیاہوا اہان اپ ٹھیک ہیں۔ مہرماہ بولی۔

ہاں کچھ نہیں ہوا ٹھیک ہوں میں چپ کر کے سو جاؤ۔ اہان غصے سے کہتا لیٹ گیا۔

زمان کمرے میں گیا تو حورین کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔

حورین۔ زمان نے اسے پکارا حورین نے فورا اپنے انسو صاف کیے جو زمان کے نظروں سے چھپ نہ سکے۔

زمان فورا اس کے پاس آیا۔

کیا ہوا حورین کیوں رو رہی ہو۔ زمان فکر مندی سے بولا۔

حورین اور شدت سے رونے لگی۔

حورین بتاؤ تو صحیح کیا ہوا۔ زمان کی فکر مندی کم نہ ہو رہی تھی۔

میری جان بتاؤ کیا ہوا ہے۔ زمان نے اس کا ماتھا چومتا بولا۔

بھابی کہہ رہی تھی کہ وہ چاہتی ہیں ایزل میرے جیسی ہو۔ حورین انسو صاف کرتے بولی۔

ہاں تو اس میں کیا ہے۔ زمان کو سمجھ نہیں ائی۔

میں نہیں چاہتی وہ مجھ جیسی بنے۔ حورین کے انسو نہیں رک رہے تھے۔

کیوں۔ زمان اس کے انسو صاف کرتا بولا۔

زمان میں اچھی نہیں ہوں۔ لہجہ معصومیت سے لبریز تھا۔

کس نے کہا ایسا حورین۔ زمان فکر مندی سے بولا۔

میں کہہ رہی ہوں نا میں بالکل بھی اچھی نہیں ہوں زمان میں غلط ہوں غلط راستوں پر چل پڑی تھی اپ کو اتنی تکلیف تھی۔ حورین زمان کے ہاتھ پکڑتے بولی۔

حورین کچھ نہیں ہوتا اب سب ٹھیک ہے نا۔زمان پیار سے بولا۔

زمان میں نے سب کو بہت تکلیف دی ہے مما کو بھی تنگ کیا۔حورین خاموش نہیں ہو رہی تھی۔

کوئی بات نہیں حورین محبت تو سب کو ہو ہی جاتی ہے تمہیں بھی ابھی زمان کچھ بولتا کہ حورین بولی۔

نہیں تھی مجھے اسے محبت زمان میں نے صرف اپ سے محبت کی محبت بھی نہیں بلکہ عشق کیا اپ سے میں نے۔حورین نے اس کے ہاتھ مضبوطی سے تھامے۔

زمان مجھے کبھی وقاص کے لیے وہ سب محسوس نہیں ہوا جو مجھے اپ کے لیے ہوا شادی سے پہلے جب اپ میرے پاس ائے تھے تو میرا دل الگ ہی دھن میں دھڑکتا مجھے سمجھ نہیں ارہا تھا کہ میرے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے۔روتے ہوئے بولی۔

مجھے کوئی بات تکلیف دہ نہیں لگی لیکن جتنے وہ الفاظ (میں اپنی خوبصورتی اپ پر ضائع نہیں کروں گی) نہیں بھولتے۔زمان کہ لہجے میں نمی تھی۔

زمان اپ کیوں رو رہے ہیں جان پلیز مت روئیں مجھے تکلیف ہو رہی ہے اپ کو ایسے دیکھ کر۔حورین اس کے انسو صاف کرتی بولی۔

ہاں اج ایک مرد رو رہا تھا۔

زمان میں نے اسے اپنے قریب نہیں انے دیا میرے قریب انے والے اپ پہلے مرد ہیں اور اپ ہی رہیں گے۔

زمان میں نے کبھی اس کو اپنا ہاتھ بھی نہیں پکڑایا زمان۔

مجھے میری حدیں یاد تھیں میں اپنے حدود میں رہی تھی زمان۔ حورین بولی۔

ائی لو یو زمان۔ حورین اب کی بار مسکراتے بولی۔

ائی لو یو ٹو۔ زمان بولا مگر انکھوں سے انسو جاری تھے۔

زمان مت روئیں نہ۔ حورین اس کے انسو صاف کرتے بولی۔

اور شکریہ۔ حورین بولی۔

کس لیے۔ زمان ناسمجھی سے بولا۔

میری خوبصورتی میں اضافہ کرنے کے لیے۔ حورین اس کے گال چومتی بولی۔

زمان مسکرایا۔۔

حورین تمہاری پاکیزگی مجھ پر واضح ہے۔ اس کے بات پر حورین شرما گئی۔

اور میں چاہتا ہوں میری پرنسز بالکل اپنی مما جیسی ہو۔

زمان کی بات سن کر حورین مسکرائی۔

زمان نے اس کو گلے لگایا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں الگ ہوئے تھے تو زمان نے اس کے ہونٹوں کو اپنی دسترس میں لیا۔

حورین مسکرانے لگی۔

اب سوئیں۔زمان نے پوچھا۔

نہیں سونا نہیں ہے۔حورین کا لہجہ معصومانہ تھا۔

پھر کیا کرنا ہے۔زمان نے پیار سے پوچھا۔

کچھ نہیں۔حورین اس کی گردن میں منہ چپاتے بولی۔

اچھا چلو بیڈ پر اؤ تھک جاؤ گی۔زمان نے اسے بیڈ پر لٹایا۔

اور اس کے ساتھ لیٹ گیا۔

کچھ دیر باتوں کے بعد وہ دونوں سو گئے۔

فاخرہ بیگم امنہ بیگم عالیہ بیگم لاونج میں بیٹھی تھی۔فاخرہ بیگم سبزی کاٹنے مصروف تھی۔

مجھے بات کرنی ہے اپ لوگوں سے۔فاخرہ بیگم کی اواز نے ان دونوں کو متوجہ کیا۔

ہاں کہو فاخرہ۔امنہ بیگم نے سنجیدی سے کہا۔

میں سوچ رہی تھی کہ اب ہمیں زین کی شادی کے بارے میں بھی سوچنا چاہیے۔فاخرہ بیگم نے بات کا اغاز کیا۔

کہہ تو صحیح رہی ہو کوئی لڑکی ہے نظر میں۔امنہ بیگم نے پوچھا۔

جی ایک ہے تو۔فاخرہ بیگم نے بات تو ادھوری چھوڑ دی۔

کون ہے۔

مناہل میں چاہتی ہوں مناہل میری بہو بنے بہت اچھی بچی ہے اور پھر گھر کی بچی ہیں گھر میں ہی رہی ہے ۔فاخرہ بیگم نے کہا۔

چلیں میں بات کرتی ہوں۔ فراسے مجھے یقین ہے اسے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔امنہ بیگم نے کہا۔

اور پھر وہ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

انشراح بچوں کو کپڑے چینج کر رہی تھی عینی اور حورین اس کے پاس بیٹھی باتوں میں مصروف تھی۔

ویسے حورین تمہیں کیا چاہیے۔ انشراح نے اسے پوچھا۔

بیٹی زمان چاہتے ہیں ہمارے پہلے بیٹی ہو حورین نے خوشی سے بتایا۔

ویسے انشراح تمہیں پہلے پتہ تھا کہ ٹوینز ہیں تمہارے۔ عینی نے پوچھا۔

نہیں۔ مسکراتے ایک لفظی جواب دیا۔

ویسے حورین تم بہت خوش نصیب ہو۔ عینی بولی۔

اچھا وہ کیسے۔ حورین بولی۔

کیونکہ تمہارے پاس زمان بھائی ہیں۔ انشراح نے بات مکمل کی۔

زمان کا نام سن کر حورین کے چہرے پر مسکراہٹ ائی۔

تمہیں پتہ ہے کالج میں زمان کے پیچھے اتنی لڑکیاں لٹو تھیں۔ عینی نے بتایا۔

ہاں مگر بھائی کو کسی میں دلچسپی نہیں تھی ایک لڑکی نے تو خود کو زخم بھی دیے صرف زمان کے اٹینشن کے لیے۔ عینی بولی۔

کیا۔۔ حورین کو بے انتہا حیرانگی ہوئی۔

مگر اس پر بھی زمان بھائی کو کوئی اثر نہیں ہوا۔ انشراح ہنستے ہوئے بولی۔

زمان کو تو کوئی لڑکی پسند ہی نہیں اتی تھی چچی جان کہہ کہہ کر تھک گئی تھی آخر کو اپ کے لیے کہا تو وہ فورامان گئے۔ عینی اسے خوشی سے بتارہی تھی۔

حورین کو یہ سن کر خود پر رشک ہوا۔

ہاں بہت پیار کرتا ہے زمان۔ عینی اسے چھیڑتے بولی۔

اس کے بات سن کر حورین کے گال لال ہو گئے۔

اوئے ہوئے بلشنگ بلشنگ۔ دونوں نے اسے چھیڑا تو حورین نے چہرے پر ہاتھ رکھ لیے۔

ملک ہاؤس۔۔

اگلی صبح سب ناشتہ کر رہے تھے کہ اہان ایا۔

سرخ انکھیں ماتھے پر بکھرے بال لنگر لنگرا کر چلتا ہوا سب کو پریشان کر گیا۔

کیا ہوا بیٹا۔ عتیق ملک فکر مندی سے بولے۔

کچھ نہیں بابا رات کو لیٹ سویا تھا اس لیے۔ اہان انکھیں مسلتا بولا۔

بیٹا پاؤں پر کیا ہوا۔ فاخرا بیگم بولی۔

ممارات کو ٹیبل بجا تھا۔ اہان زخم دیکھتا بولا۔

مہرماہ کو اس کا سامنا یاد ایا۔

مناہل اس پر بینڈج کر دو۔ اہان نے مناہل کو مخاطب کیا۔

جی بھائی مناہل کہتی فرسٹ ایڈ باکس لائی اور اس کا زخم صاف کرنے لگی۔

بھائی اپ ڈاکٹر کو دکھا دیں زخم بہت زیادہ ہے۔ مناہل فکرمندی سے بولی۔

نہیں تم کر دو۔ آہان بولا۔

اچھا بیٹا تم جا کر سو جاؤ۔

جی بابا۔ یہ کہتے آہان کمرے میں چلا گیا۔

اس سب میں اس نے محرماہ کی طرف دیکھا تک نہ تھا اور مہرماہ نے اپنے انسو کا گلا گھونٹا۔

تقریبا تین بجے اہان اٹھا اور فریش ہونے چلا گیا۔

محرماہ کمرے میں ائی تو اہان نے اسے نظر انداز کر دیا۔

اہان محرماہ ان سے بلایا۔
ہمم۔ اہان نے مکمل نظر انداز کیا۔

مناہل میرا ناشتہ کمرے میں لاؤ۔ اہان نے یہ کہتے کال کٹ کے۔

محرمہ کو رونا ایا اتنی بھی کہا ناراضگی کہ ناشتہ بھی نہیں کرنا میرے ہاتھوں سے۔ محرمہ دل میں کہتی باہر چلے گئی۔

کچھ دیر بعد ناشتہ کر کے اہان باہر چلا گیا۔

اہان رات کو 2 بجے کمرے میں ایا تو مہر ماہ کو اپنا منتظر پایا۔

اہن اسے نظر انداز کرتا ہے اپنے کپڑے لیتا واش روم میں گھس گیا۔

تھوڑی دیر بعد اہان باہر ایا تو مہر ماہ وہیں کھڑی تھی۔

اہان۔ محر ماہ انگلیاں مروڑتے بولی۔

ہو مںمم نظر انداز کرنا جاری تھا۔

ائی ایم سوری۔ مہر ماہ پیار سے بولی۔

کیوں۔ اطمینان قابل دید تھا۔

میں مانتی ہوں غلطی ہو گئی مجھ سے۔ اواز میں نمی گھلنے لگی۔

پھر مجھے اچھے سے مناؤ۔ شر ارتی گویا ہوا۔

وہ کیسے۔۔ مہر ماہ نا سمجھی سے بولی۔

جب پتہ لگے تو مجھے منا لینا۔ آہان جاتا کہ مہر ماہ نے اسے بازو سے پکڑا۔

اہان پیچھے مڑا مہرماہ نے اس کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھے۔

اہان حیران رہ گیا۔

مہرماہ کچھ دیر بعد پیچھے ہوئی۔

ائی ایم سوری۔ انکھوں میں نمی تھی۔

اہان نے اسے کمر سے پکڑ کے نزدیک کیا اور انکھوں پر باری باری لب رکھے۔

مہرمانے اس کا چہرہ دیکھا جہاں پر مسکراہٹ تھی اسے دیکھ مہرماہ بھی مسکرائی۔

اہان نے اس کا دوپٹہ اتارا۔

مہرماہ خود میں سمٹی۔

اہان کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔

اہان نے اس کی گردن سے بال ہٹائے اور وہاں پر لب رکھے۔

اہان نے اسے باہوں میں اٹھایا اور بیڈ پر لٹا کر اس پر جھک گیا۔

ساری رات وہ اس کی باہوں میں رہی اور اسے محسوس کرتی رہی۔

اج صبح حورین کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی جس کے باعث ثنا بیگم عالیہ بیگم اور زین اسے ہسپتال لے گئے۔

زمان بزنس کے سلسلے میں لندن تھا۔

ثنا بیگم مختلف ایات کا ورد کر رہی تھی۔

عالیہ بیگم بھی پریشان تھی۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر باہر ائی۔

مبارک ہو بیٹی ہوئی ہے۔ڈاکٹر مسکراتے بولی۔

اور میری بیٹی۔ثنا بیگم فورا بولی۔

جی وہ بھی ٹھیک ہیں۔ڈاکٹر کہتے ہی جا چکی ھی۔

کچھ دیر بعد حورین کو ہوش ایا۔

ینگ پارٹی وہاں موجود تھی۔

بھابی اس کا نام کیا رکھیں گے۔

عنایہ زمان شاہ حورین مسکراتے بولی۔

ماشاء اللہ بہت پیارا نام ہے۔انشراح خوشی سے بولی۔

زمان کب تک ائیں گے۔حورین نے بجھے دل سے پوچھا۔

پتہ نہیں بھابھی وہ فون نہیں اٹھا رہا۔سنان نے اسے بتایا۔

حورین کے چہرے کی خوشی ماند پڑی۔

اچھا بھابھی اپ کیسا فیل کر رہی ہیں۔ مہر ماہ نے سوال کیا۔

ٹھیک ہوں۔ مسکراتے جواب دیا۔

بھابھی اس کا ائی کلر زمان بھائی جیسا ہے۔ مناہل خوشی سے بولی۔

اور ڈمپلز بھی۔ عینی نے اضافہ کیا۔

حورین کو سن کر خوشی ہوئی۔

کچھ دیر بعد ایک نرس اندر ائی۔

دیکھیں اپ لوگ باہر چلیں۔ ڈاکٹر راؤنڈ پر ہیں۔

جی ہم چلتے ہیں۔

ساتھ ہی وہ سب باہر چلے گئے۔

کتنا اچھا ہوتا نا بے بی اپ کے بابا ہمارے ساتھ ہوتے۔ حورین عنایہ کو پکڑ بول رہی تھی۔

ہم بھی اب ان سے بات نہیں کریں گے۔ اواز میں نمی تھی۔

بہت گندے ہیں اپ کے بابا بہت برے ہیں۔ اب حورین باقاعدہ روئے تھی۔

تبھی اس کے ہاتھ سے کسی نے عنایا کو لے لیا۔

ہاں وہ کوئی اور نہیں زمان شاہ تھا۔

ویلکم میری پرنسز۔زمان نے اس کا ماتھا چوما۔

خوشی تو بہت تھی مگر ناراضگی اپنی جگہ۔

زمان نے اسے زمان نے بے بی کو بے بی کوٹ میں لٹایا۔

اور حورین کی طرف ایا۔

کیسی ہو۔زمان نے پیار سے پوچھا۔

اپ کو اس سے مطلب چلے جائیں یہاں سے۔حورین غصے سے بولی۔

ائی ایم سوری۔زمان بچارگی سے بولا۔

میں نے بولا جائے یہاں سے کوئی ضرورت نہیں مجھے اپ کی۔ حورین اپنی تکلیف نظر انداز کرتے بولی۔

آپ کو کوئی خیال نہیں میرا کوئی محبت نہیں آپ کو مجھ سے۔حورین غصے سے بولی رہی تھی۔

زمان اس کی حالت کا خیال کرتے جاکر صوفے پر بیٹھنے کے

انداز میں لیٹ گیا۔

وہ تھکا ہوا سفر سے ایا تھا اور حورین کے رویے نے اسے پریشان کر دیا تھا۔

اسے ایسے بیٹھتے ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی تو اسے اپنے گود میں کچھ محسوس ہوا۔

زمان نے آنکھیں کھولی تو حورین اس کی گود میں بیٹھی تھی۔

کیوں نہیں ائے اپ۔ حورین روتے بولی۔

ائی ایم سوری میری جان۔ زمان نے غلطی تسلیم کی

مجھے اپ کی اتنی ضرورت تھی اپ کو معلوم ہے۔ حورین بچوں طرح بولیں۔

ائی ایم سوری مائی لو۔ زمان پیار سے بولا۔

بیٹی کے لیے اتنا پیارا اور ماں کے لیے کچھ نہیں۔ دل کی بات زبان پر ائی ابھی وہ ترسی ہی تو ہوئی تھی اس کے لمس کے لیے۔

یہ سنتے زمان مسکرایا اور اس کی انکھوں پر لب رکھے اور اس کے ہونٹوں کو دسترس میں لیا۔

وہ دونوں اب ایک دوسرے میں کھوئے تھے۔

اس کے ہونٹوں کو چھوڑے وہ اس کی گردن پر جھک گیا۔

حورین بس مسکرا رہی تھی۔ اخر کو مراد پوری ہوئی تھی۔ وہ دنیا جہاں کو بھلائے اک دوسرے میں گم تھے۔

کہ عنایہ رونے لگی۔

زمان نے حورین کو اٹھا کر سٹریچر پر لٹایا اور عنایہ کو اس کی گود میں بٹھایا ماں کا لمس محں سوس کرتے وہ خاموش ہو گئی۔

حورین اور عنایہ کا خوشی سے استقبال کیا۔

زمان کے تو پاؤں ہی زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔

حورین بھی اپنی ننھی پری کو پا کر بے حد خوش تھی۔

السلام علیکم۔۔ فرح بیگم نے امنہ بیگم عالیہ بیگم فاخرہ بیگم اور زرینہ بیگم کو سلام کیا جو لان میں بیٹھی انہی کا انتظار کر رہی تھیں۔

امنہ بیگم نے انہیں زین اور مناہل کے بارے میں بات کرنے کے لیے بلایا تھا۔

وعلیکم السلام۔۔ سب نے جواب دیا۔

کیسی ہیں اپ لوگ۔ فرا بیگم نے پوچھا۔

بالکل ٹھیک جواب ایا۔

بیٹھو فرا مجھے ضروری بات کرنی ہے تم سے۔ امنہ بیگم نے فرح کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

جی امی کہیں۔ فرہ بیگم نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

فرا میں چاہتی ہوں تم مناہل کو ہماری بیٹی بنا دو۔ امنہ بیگم نے بات کا اغاز کیا۔

کیا مطلب امی میں سمجھی نہیں۔ فرا بیگم نہ سمجھی سے بولی۔

مطلب یہ ہے کہ فرح کہ تم مناہل کو میرے ذین کی دلہن بنا دو۔ اس مرتبہ فاخرہ بیگم نے کہا۔

بھابھی یہ تو بہت اچھی بات ہے زین بہت اچھا بچہ ہے میرے لیے اس سے خوشی کی اور کیا بات ہو گی بھلا۔ فرا بیگم بولی۔

تو بس پھر ٹھیک ہے تم لوگ مناہل اور زین سے پوچھ لو۔ عالیہ بیگم نے کہا۔

اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے زین کو کیا اعتراض ہو گا۔ فاخرہ بیگم نے کہا۔

پھر بھی فاخرہ بچوں کی مرضی ضروری ہے تم لوگ پوچھ لو ان سے۔ عالیہ بیگم نے کہا۔

ٹھیک ہے بھابی ہم لوگ پوچھ لیں گے۔

اتنی دیر میں ملازمہ چائے لے ائی اور وہ لوگ باتیں کرتے ہوئے چائے پینے لگے۔

زین کچن میں پانی پینے ایا تو مناہل سبزی بنا رہی تھی۔

زین بالکل مناہل کے سامنے بیٹھ گیا نہ جانے کیوں زین سے نظریں ملانا اسے مشکل لگ رہا تھا سبزی کاٹتے کاٹتے بے دیہانی میں اس نے اپنے انگلی ہی کاٹ لی۔

اہ۔۔ مناہل چیخی۔

کیا ہوا۔ زین نے فکر مندی سے پوچھا۔

کچھ نہیں کٹ لگ گیا ہے۔

دکھاؤ یہ تو بہت زیادہ ہے تم رکو میں ابھی اتا ہوں۔

ٹھیک ہے اتنا زیادہ نہیں ہے۔

تم رکو میں بس ابھی اتا ہوں۔ یہ کہہ کر زین باہر چلا گیا۔

زین جب کچن میں ایا تو اس کے ہاتھ میں فرسٹ ڈیٹ باکس تھا۔

ادھر دکھاؤ۔ زین باکس سے بینڈج نکالتا ہوا بولا۔

میں کر لوں گی تم رہنے دو۔ مناہل نے اس کے ہاتھ سے بینڈج لینے کی کوشش کی۔

چپ کرو گی تم کتنا بولتی ہو ادھر دکھاؤ ہاتھ۔ زین نے تھوڑا غصے سے کہا۔

مناہل نے چپ چاپ ہاتھ اگے کیا۔

مناہل کو اس کا اس طرح کیئر کرنا نہ جانے کیوں اچھا لگا۔

دھیان سے تو کام کیا ہی نہیں جاتا محترمہ سے لڑنے میں شیر ہو تم بس اتنا کٹ لگا لیا۔ زین بس اسے اس کی غلطی پر ڈانٹے جا رہا تھا۔

تم ڈانٹ کیوں رہے ہو غلطی سے ہو گیا۔

میں ڈانٹ نہیں رہا بس تم خیال رکھا کرو اپنا۔ ذین تھوڑے نرم لہجے میں بولا۔

اچھا چلو اب چھوڑو اس کو اندر چلو۔ زین نے فکر مندی سے کہا۔

نہیں ابھی اٹا گوندنا ہے۔ مناہل نے کہا۔

تم رہنے دو میں امی سے کہتا ہوں وہ کر دیں گے۔ زین نے کہا۔

نہیں وہ ابھی سوئی ہیں دوائی لے کر ان کے سر میں درد تھا تم انہیں ڈسٹرب مت کرنا۔ مناہل نے پرات میں اٹا نکالتے ہوئے کہا۔

اچھا لاؤ یہ میں کرتا ہوں۔ زین نے مناہل سے اٹے کی پرات لیتے کہا۔

مناہل نے اس کی طرف دیکھا۔

نہیں تم رہنے دو۔

یار تم بتاتی جاؤ کیا کرنا ہے میں کر لوں گا۔

نہیں میں کر لیتی ہوں تم جاؤ اندر۔ مناہل نے کہا۔

ایک تو تم کبھی میری بات نہ سننا مان لیا کرو کبھی اپنے مجازی خدا کی بھی۔

اچھا چلو بتاؤ اب کیا کرنا ہے کیسے گوندے گا یہ۔ زین مناہل کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

پہلے پانی ڈالا تھوڑا سا۔ مناہل نے کہا۔

اب۔ زین نے پانی ڈالتے ہوئے پوچھا۔

کیا ہوا ایسے کیوں ہنس رہی ہو زین نے مناہل کو ہنستے دیکھ پوچھا۔

مناہل نے پاس بڑے اپنے موبائل کا فرنٹ کیمرہ ان کر کے اس کے سامنے کیا۔

زین نے اٹا مکس کرتے وقت بے دیہانی میں ہاتھ اپنے منہ پر لگا لیا تھا اور اب وہ خاصہ میضا حکہ خیز لگ رہا تھا مناہل اب بھی اسے دیکھ کر دانت نکالے جا رہی تھی۔

یہ نہیں کہ بندہ صاف ہی کر دے دانت نہیں نکالنا شروع ہو گئی ہو ایک تو میں تمہاری مدد کر رہا ہوں اور تم ہنس رہی ہو۔ زین تو برا ہی مان گیا تھا۔

اچھا سوری سوری۔ مناہل اس کا چہرا صاف کرنے لگی۔

مناہل کے اتنے قریب کھڑے ہونے پر تو زین اس کے ہونٹوں کے نچلے تل میں ہی کھو گیا تھا اس کے اس طرح دیکھنے پر مناہل کی بھی بیٹ مس ہوئی۔

جی تو ناظرین ہم اپ کو دکھا رہے ہیں اج کی سنسنی خیز خبر اپ کو بتاتے چلیں کہ شاہ ویلا کے چشم و چراغ زین شہباز شاہ زن مریدی کے مرتبے پر فائض ہو چکے ہیں۔ سنان کی زوردار اواز سن کر مناہل گھبرا کر زین سے دور ہٹی۔

اپ کو اہم خبر سے اگاہ کریں زین شاہ زن مریدی کے رتبے پر فائز ہو گئے ہیں اج سے پہلے نا ایسا دیکھا گیا ہے نہ سنا گیا جیسا کہ اپ دیکھ سکتے ہیں ناظرین زین شاہ اج افس سے چھٹی کر کے اپنی بیوی کے لیے اٹا گوندرہے ہیں۔ اہان کیمرہ پکڑے ان کی ویڈیو بنا رہا تھا اور سنان کمنٹری کرنے میں مصروف تھا۔

بند کر دے کمینے کیمرہ۔ زین دانت پیستے بولا

جی تو ناظرین پاکستان میں تبدیلی ائی نہیں رہی بلکہ تبدیلی اگئی ہے ایسی سنسنی خیز خبروں کے لیے بنے رہیں جیو نیوز کے نمائندے سنان شاہ اور کیمرا مین اہان ملک کے ساتھ۔

اہان نے کیمرہ بند کرتے ہوئے زوردار قہقہہ لگایا۔

سنان تو ہنستے ہنستے زمین پر ہی بیٹھ گیا۔

یار مجھے تجھ سے یہ امید نہیں تھی۔سنان نے افسوس سے کہا۔

اور مجھے تو تجھ سے کوئی امید تھی ہی نہیں۔اہان ہنستے بولا۔

کمینوں میری بیوی کے ہاتھ میں چوٹ لگی اس لیے کر رہا ہوں یہ۔ذین نے اس کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

دکھاؤ کہاں چوٹ لگی ہے اور کیسے لگی چوٹ۔اہان سن کر پریشان ہو کر مناہل کے پاس گیا۔

وہ اس کی لاڈلی بہن تھی اس کی ہر تکلیف پر وہ خود تڑپ اٹھتا تھا۔

کچھ نہیں بھیا زیادہ نہیں ہے چھوٹا سا کٹ ہے۔

دوائی لگائی تم نے۔اہان فکر مندی سے بولا۔

جی جی لگائی ہے۔مناہل نے لارڈ سے کہا۔

ویسے بہنا تم نے ہمارا شیر جوان بھیگی بلی بنا دیا دیکھو نا کیسے تمہارے ڈر سے اٹا گوند رہا ہے دم تو ہے تم میں میری گڑیا۔سنان بھی مناہل کے پاس اتا ہوا بولا۔

اب تم دونوں دفع ہو جاؤ یہاں ورنہ میں جان سے مار دوں گا تم دونوں ک۔وزین کو ان دونوں پر شدید غصہ ارہا تھا اتنا اچھا مومینٹ سپوئل کر دیا تھا انہوں نے۔

اچھا بھائی جا رہے ہیں اب مانا کہ تو زن مریدوں کا سردار بن گیا ہے تو اب کیا یہ کرے گا بھائیوں کے ساتھ افسوس صد افسوس۔سنان مصنوعی افسردگی سے دہائی دیتا بولا۔

اور وہ دونوں کچن سے نکل گئے۔

کیا ہوا ایسے کیوں بیٹھی ہو۔زین مناہل کو پورے گھر میں ڈھونڈنے کے بعد ٹیرس پر ایا تو وہ وہاں بیٹھی تھی۔

کچھ نہیں ایسے ہی۔مناہل نے جواب دیا مگر اس کے لہجے میں اداسی زین نے محسوس کر لی تھی۔

زین نے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔

کیا پریشانی ہے جھوٹ مت بولنا کیونکہ تم ساری دنیا سے جھوٹ بول سکتی ہو مجھ سے نہیں۔زین نے اس کی انکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

بھائی کی یاد ا رہی ہے۔مناہل نے انسو ضبط کرنے کی کوشش کی۔

ہیں۔۔۔یہ رات کے ڈھیر بجے اس سالے کی یاد کیوں ا رہی ہے تمہیں۔زین نے حیرانی سے پوچھا۔

زین۔۔۔مناہل نے اسے گھورا۔

اب دیکھو یار تمہارا بھائی سالہ ہی ہوا نا میرا۔

تمہیں پتہ ہے بھائی روز رات کو میرے لیے کافی بنا کر لاتے تھے پھر ہم ڈھیر ساری باتیں کیا کرتے تھے اگر کبھی میں رات کے 3 بجے بھی کہوں کہ مجھے ائس کریم کھانی ہے برگر کھانا ہے تو کہیں سے بھی ڈھونڈ لاتے تھے اتنے لاڈ تو میرے پاپا نے بھی نہیں اٹھائے جتنے بھیا اٹھاتے تھے۔ مناہل کی انکھ سے ایک موتی ٹوٹ کر گرا۔

تو ایسے بولو نا تمہیں کافی لینی ہے۔

چلو اٹھو۔

لیکن کہاں۔

چلو تو صحیح پھر بتاتا ہوں اٹھو اٹھو جلدی کرو۔ زین اسے لے کر کچن میں اگیا۔

تم اس وقت یہاں کیوں لے کر ائے ہو۔

تمہیں کافی پینی تھی نا تو تمہیں کافی پلانے لایا ہوں۔

میرے ہاتھ کی کافی پیو گی تو اپنے بھائی کے ہاتھ کی کافی بھول جاؤ گی۔ زین اس انداز سے بولا کہ مناہل کو ہنسی اگئی۔

وہ جانتی تھی کہ زین یہ سب صرف اس کا موڈ اچھا کرنے کے لیے کر رہا ہے۔

مانا میں کافی حسین اور خوبصورت ہوں لیکن ایسے دیکھو گی تو نظر لگ جائے گی مجھے۔ ذین میں ظاہر کافی بنا رہا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ مناہل اسے ہی دیکھ رہی ہے۔ زین کی بات سن کر گھبرا گئی اور نظریں دوسری طرف کرلی۔

نہیں اب ایسا بھی نہیں ہے کہ نہ دیکھو دیکھ لو لیکن کافی بی پیو۔ زین نے اس کے ہاتھ کافی کا مگ دیتے کہا۔

مناہل کو اب اس کے ساتھ رہنا اس سے باتیں کرنا اچھا لگتا تھا اب اسے ذہن پر غصہ نہیں اتا تھا۔

نکاح رشتہ ہی ایسا ہے دونوں کو جوڑ ہی دیتا ہے شاید مناہل کا دل بھی اسے جڑنے لگا تھا لیکن وہ اس سے انجان تھی۔

زہیب اور زمان دونوں ہی گیسٹ روم میں سوئے تھے۔

سزا کے بعد اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ کچھ کرتے۔

روح اور حورین تو پریشان سی تھی انہیں کہا نیند انی تھی اپنے شوہروں کے بغیر۔

مگر وہ تو سب بھلائے مزے سے سو رہے تھے۔

زین اٹھ جائیں نہ دیر ہو رہی ہے افس نہیں جانا اپ نے۔ مناہل اسے کب سے جگانے کی کوشش کر رہی تھی مگر اسے ہوش ہی نہیں ارہی تھی۔

اٹھ جائیں نہ مناہل اسے ہلاتے بولی۔

زین اٹھ جائیں نا آپ۔

زین فورا اٹھا۔

ابھی کیا کہا تم نے۔ مناہل کو اس کی بات سمجھ نہیں ائی۔

ابھی ابھی کیا کہا ہے تم نے مجھے۔ ذین کی حالت کسی صورت کم نہیں ہو رہی تھی۔

میں نے کہا کہ کتنا سوئیں گے اپ۔ مناہل نے جواب دیا۔

اپ۔۔۔ زین کی حیرت سے حد سے سوا تھی۔

تم مجھے آپ کہہ آتی ہو۔

زین حیرت سے بولا۔

جی نانو نے بولا تھا کہ میں اپ کو تم نہیں اپ بولا کروں اس لیے۔ مناہل نے وضاحت کی۔

ہائے میں مر ہی نا جاہوں اپ کہ اپ کہنے پر۔ اس کے لہجے میں اتنی محبت تھی کہ مناہل نے نظریں جھکالی۔

کالی بلی تم شرماتی بھی۔ زین نے اسے ایسے نروس ہوتے دیکھ کر کہا۔

میں کب شرمائی میں تو نہیں شرما رہی۔ مناہل تو گھبرا گئی۔

زین بیڈ سے اترا اور مناہل کو ایک جھٹکے سے اپنے قریب کیا اسے سمجھنے کا موقع دیا بغیر اس کے گال پر جھکا اور ایک جھٹکے سے اسے چھوڑتا ہوا فریش ہونے کے لیے واش روم میں گھس گیا۔

مناہل کو تو ابھی بھی سمجھ نہ آئی کہ اس کے ساتھ ہوا کیا وہ تو بس گال پر ہاتھ رکھے حیرانگی سے واش روم کے بند دروازے کو دیکھ رہی تھی جہاں سے وہ ابھی ابھی اندر گیا۔

مناہل دل کی بات پر ایمان لے آئی تھی کہ اسے زین شاہ سے محبت ہو گئی تھی۔

وہ بھی محبت کی وادیوں کی مکین ہو گئی تھی۔

وہ بھی عشق کی راہوں کی مسافر بن گئی۔

محبت ہوتی ہی ایسی ہے یہ کی نہیں جاتی بس ہو جاتی ہے۔

یہ پودا لگایا نہیں جاتا خود لگتا ہے۔

مناہل زین شاہ کے دل میں یہ پودا لگ چکا تھا۔

کیا ہوا تم دونوں بہنوں کو کیوں پریشان ہو۔ سنان انہیں دیکھتا بولا جو بس پلیٹ میں چمچ گھما رہی تھی۔

بھائی وہ زہیب کمرے میں نہیں اۓ۔

اور زمان بھی۔ دونوں پریشانی سے بولیں۔

تم دونوں نہ ہستی وہ تو یہ سب برداشت نہیں کرتے۔ میر شاہ سنجیدگی سے بولا۔

اب ہم کیا کریں۔ دونوں ایک ساتھ بولیں۔

چلو اؤ میرے ساتھ۔ میر اٹھتے بولا۔

روم لاک ہو گا۔ سنان بولا۔

انہیں عادت نہیں ہے لوک کر کے سونے کی۔ میر اگے چلتا بولا۔

وہ سب کے ساتھ گیسٹ روم گئے۔

میر نے دروازہ کھلا تو وہ دونوں مزے سے سو رہے تھے۔

دنیا جہاں سے بے نیاز۔

میر چلتا ہوا زمان کی طرف ایا جو ایک کشن کو اپنے نیچے لیے سو رہا تھا اور ادھی ٹانگیں بیڈ سے نیچے تھی۔

میر انہیں دیکھ کر مسکرایا۔

میر اگے بڑھا اور اس کی ٹانگیں اٹھا کر بیڈ پر رکھی۔

سب لوگ تو یہ دیکھ کر حیران تھے کہ یہ میر شاہ ہے۔

اب میر دوسری طرف زہیب کے پاس گیا جو بڑے مزے سویا تھا ماتھے پر بال بکھرے تھے میر مسکرایا اور اس کے ماتھے سے بال پیچھے کیے۔

اللہ تم دونوں کو ڈھیروں خوشیاں دے امین۔ میر نے دل سے دعا کی۔

ان دونوں کو کوئی نہ اٹھائے۔ یہ کہتے ہی میر باہر نکل گیا اور افس چلا گیا۔

باقی سب پیچھے سے حیران تھے کہ ہمیں کیوں اندر لایا یہ۔

----

12 بجے سب لڑکیاں اور خواتین لاونج میں بیٹھی تھی سب مرد کام پر گئے تھے سوائے زمان اور زہیب کے۔

زیبی یار ارام سے۔زمان کی اواز پر سب پیچھے مڑے جہاں وہ زہیب کو پکڑے ارام سے چل رہا تھا۔

بس پہنچ گئے بیٹھ۔زمان نے اسے صوفے پر بٹھایا۔

بیٹا کیا ہوا۔ذرینہ بیگم فکر مندی سے بولی۔

بڑی مما اسے بخار ہے بہت تیز اور میری ٹانگیں دکھ رہی ہیں زمان پیچھے ٹیک لگاتا بولا۔

حورین تو زمان کا چہرہ دیکھنے لگی جس پر تکلیف کے اثار نمایاں تھے۔

روح کا تو ذہیب کو دیکھ کر دل کٹ کر رہ گیا۔

اچھا تم دونوں فریش ہو کر اؤ میں ناشتہ بناتی ہوں پھر کھا کر میڈیسن لو۔عالیہ بیگم اٹھتے بولی۔

جی وہ دونوں اٹھتے اپنے کمروں میں چلے گئے تھوڑی دیر بعد وہ ریڈی ہو کر باہر ائے ناشتہ کیا میڈیسن لی اور افس چلے گئے۔

رات کو سب واپس لوٹے سوائے ذہیب اور میر کے۔

بیٹا وہ دونوں کہاں ہیں۔فاخرہ بیگم نے زمان سے پوچھا۔

جی مما زہیب کا بخار نہیں اترا تو میر اسے ڈاکٹر پاس لے گیا ہے اتا ہی ہو گا۔

لو دیکھو اگے۔ مناہل نے اشارہ کرتے بتایا۔

کیسے ہو بیٹا اب۔ زرینہ بیگم بولی۔

ان سب کو ذہیب بہت پیارا تھا۔

ٹھیک ہوں انٹی زہیب نرمی سے بولا۔

چلو اب تم دونوں اٹھو۔ میر نے کہا۔

اور وہ دونوں اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے۔

زہیب تو جاتے ہی سو گیا تھا۔

روح کمرے میں گئی تو زہیب سویا ہوا تھا۔

روح بیڈ پر زہیب کے پاس بیٹھ گئی۔

میں صدقے جاؤں میری جان کو اتنا تیز بخار ہے۔ روح زہیب کا ماتھا چیک کرتے بولی۔

اپ ٹھیک ہو جائیں پھر میں اپ کو مناؤں گی۔ روح اس کے ہونٹوں کو چھوتے بولی۔

اور زہیب کے ساتھ لیٹ کر اسے دیکھنے لگی۔

نہ جانے اسے دیکھتے دیکھتے وہ کب نیند کی وادیوں میں کھو گئی۔

میر بیڈ پر بیٹھا موبائل میں مصروف تھا کہ عینی نے سے مخاطب کیا۔

میر۔۔۔

جی میری جان۔ میر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

وہ مجھے اپ سے ضروری بات کرنی تھی۔ عینی انگلیوں مڑورتے بولی۔

ہاں کہو۔۔۔ میر اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے بولا

وہ۔۔اپ۔۔ عینی کو سمجھ نہیں ارہا تھا کہ وہ کیسے بتائے۔

ہاں میں کیا۔ میر ہمہ تن گوش تھا۔

وہ نااپ۔۔۔ عینی شرماتے اس کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

وہ نہ آپ پاپا بننے والا ہیں۔ یہ کہتے ہی نے اس کے سینے میں ہی پناہ ڈھونڈی۔

کیا۔۔۔ میر حیرانگی سے بولا۔

جی۔

کیا تم سچ بول رہی ہو۔ میر اسے سامنے کرتا بولا۔

عینی نے اثبات میں سر ہلایا۔

تھینک یو سو مچ میری جان۔ میر نے خوشی سے اس سے گلے لگایا۔

عینی تو بس اس کی مسکراہٹ میں کھو گئی۔

میر دیوانہ وار اس کے چہرے کو چومنے لگا۔

میں بتا نہیں سکتا کہ میں کتنا خوش ہوں۔ میر اس کی پیشانی پر بوسہ دیتا بولا۔

عینی اس کی اس قدر خوشی پر مسکرادی۔

میر اس کے ہونٹوں پر جھکا اور چھوٹی سی جسارت کر کے پیچھے ہٹا۔

عینی کا چہرہ سرخ پر گیا۔

میر اس نے اسے لٹایا اور خود اس پر جھکا۔

سمجھ نہیں ارہا ہے کس طرح خدا کا شکر کروں۔ میر نرمی سے بولا۔

بات کرتے اس کے ہونٹ عینی کے ہونٹوں کو چھو رہے تھے۔

یہ کیسے ہے میر اس کی گردن جھکا۔
عینی بھی مسکراتی اسے محسوس کرنے لگی۔

رات کے گزرتے ہی میر شاہ کی شدتوں میں اضافہ ہوا۔

حورین کمرے میں آئی تو زمان عنایہ کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

میری پرنسز نے بابا کو مس کیا بابا نے تو بہت زیادہ مس کیا۔ زمان اسے ہوا میں اچھالتے باتیں کر رہا تھا۔

اور وہ بہت مزے سے اس کے ساتھ کھیل رہی تھی۔

کتنی دیر وہ اس کے ساتھ باتوں میں مصروف رہا اخر کو اس کو سلا کر خود بھی لیٹ گیا۔

حورین جو اس کے فارغ ہونے کا انتظار کر رہی تھی یوں اسے اس طرح سوتے دیکھے اسے بہت غصہ ایا مگر وہ کنٹرول کر گئی۔

زمان انکھیں موندے لیٹا تھا کہ اسے اپنے پر بوجھ محسوس ہوا۔

اس نے انکھیں کھولی تو حورین اس کے اوپر بڑے مزے سے لیٹی اسے دیکھ رہی تھی۔

حورین اٹھو کیا بچپنا ہے یہ۔ زمان تھوڑا غصے سے بولا۔

مگر حورین پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔

ہیں۔۔۔ کونسا بچپنا۔۔ میں تو لیٹی ہوں۔ حورین مزے سے بولی۔

اپ ناراض کیوں ہے یہ بتائیں۔ حورین اس کے سینے پر کہنی رکھتے بولی جیسے کوئی کشن ہو۔

یہ تمہیں نہیں پتہ ہو تب تو بڑا ہنس رہی تھی مجھ پر۔ زمان غصے میں شکوہ کر گیا۔

اوہ اچھا تو اپ اس وجہ سے ناراض ہیں۔ حورین کو اس کی ناراضگی سمجھ ائی۔

وہ سب تو ٹھیک ہے اپ رات کو کمرے میں کیوں نہیں ائے۔

میرا کمرہ میری مرضی میں آؤں یا نہ آؤں تمہیں کیا۔ زمان پھر غصے سے بولا۔

مگر اپ تو میرے ہیں نا۔ حورین پیار سے بولی۔

یہ مسکے مجھے مت لگاؤ ہٹو میرے اوپر سے۔ زمان اسے ہٹاتے بولا۔

زمان مت ہونا ناراض۔ حورین اس کے ہونٹوں پر انگلی پھیرتے بولی۔

نہیں ہو ناراض ہٹو میرے اوپر سے۔ ناراضگی صاف واضح تھی۔

اپ ایسے نہیں مانیں گے۔ حورین عجیب سے انداز میں بولی۔

نہیں ہٹو اب۔

حورین اگے بڑھی اور زمان کے نچلے ہونٹ کو اپنے دانتوں تلے دبایا۔

زمان نے سے پیچھے کرنا چاہا مگر حورین نے دباؤ بڑھا دیا۔

کچھ دیر بعد حورین پیچھے ہٹی۔

ہو گیا ہٹو اب۔ دل ہی دل میں زمان کو خوشی بھی ہو رہی تھی۔

نہیں ہو رہی۔ حورین کا لہجہ ضدی ہو گیا۔

حورین زمان کی گردن پر جھکی اور چومنے لگی۔

اب زمان بھی اپنا قابو کھو چکا تھا۔

اس نے حورین کی بیک سوری کھولی۔

اور کندھے سے شرٹ سرکائی۔

اب حورین دیوانہ وار اس کا سینہ چوم رہی تھی۔

وہ س کے اوپر ایا۔

حورین اسے عجیب نظر سے دیکھ رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو مجھے کیوں روکا۔

زمان نے اس کے کندھے پر دانت گاڑھے۔

اہ۔۔۔حورین کراہی۔

پھر زمانہ اس کے گردن پر دانت گاڑھے۔

حورین نے زور سے اس کے کندھے پکڑے۔

کیا ہے غصہ نکال رہے ہیں مجھ پر۔حورین غصے سے بولی۔

اس کا لہجہ زمان کو برا لگا اس لیے اس کے اوپر سے اٹھنے والا تھا کہ حورین نے اسے اپنے اوپر جھکا لیا۔

سوری میری جان اپ کو جو کرنا ہے وہ کریں۔حورین اس کے ہونٹ چومتے ہیں بولی۔

زمان کو اس پر بے انتہا پیار ایا۔

زمان نے اس کی شرٹ پیٹ سے اٹھائی اور وہاں بھی دانت گاڑھے جس پر حورین بس سسکتی کیونکہ اسے روک کر وہ مزید اسے ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی رات ڈھلتی گئی اور وہ دونوں کسی اور جہاں میں ہی کھو

گئے۔

زین صوفے پر بیٹھا موبائل یوز کر رہا تھا اور مناہل بیڈ پر بیٹھی نیل پینٹ لگا رہی تھی۔

زین بتائیں یہ کیسی لگ رہی ہے۔ مناہل خوشی سے اٹھتے اس کے پاس گئی۔

یار مجھے کیا پتا تم لڑکیوں کی چیزوں کا۔ ذین لاپرواہی سے بولا۔

زین۔۔ مناہل غصے سے بولی۔

کیا ہے۔۔ زین چڑچڑے پن سے بولا۔

کیسے شوہر ہو اپ میری تعریف نہیں کرسکتے۔ مناہل نقلی انسو صاف کرتے بولی۔

اچھا لگ رہی ہے۔ زین نے اپنی طرف سے بہت اچھی تعریف کی۔

کیا ہے زین اچھے سے تعریف کریں۔ مناہل کو یہ تعریف پسند نہ ائی۔

یار کیسے کروں تم ہی بتادو۔ زین کو تو کچھ سمجھ ہی نہیں ارہا تھا۔

زین جائیں میں اپ سے بات ہی نہیں کرتی اپ کو تو تعریف ہی نہیں کرنے اتی۔ مناہل نے صاف ناراضگی ظاہر کی۔

زین کو تو حیرانگی ہورہی تھی وہ اتنی سی بات پر ناراض ہو گئی۔

اب زین کو اس کے لیے ناراضگی گی دور کرنی تھی۔

زین مناہل کے پاس گیا جو کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔

زین نے اس کے ہاتھ پکڑا اور بولنے لگا۔

ایم سوری میں مانتا مجھے تعریف نہیں کرنی اتی مگر میں بس اتنا ہی کہوں گا کہ تم میری محبت ہو مجھے ہر حال میں اچھی لگتی ہو یہ تمہیں یہ مصنوعی سجاوٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کہتے ہیں زین نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

اور صوفے پر جا کر لیٹ گیا۔

مناہل تو اس کے الفاظ کے سحر میں ہی کھو گئی تھی۔

مناہل چلو اب سو جاؤ۔ زین مناہل کو بوا دھر ہی کھڑا دیکھ بولا۔

مناہل بھی فورا بیڈ پر اکر لیٹ گئی۔

اس کے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ تھی وہ اپنے دل کی بات پر ایمان لے ائی تھی کہ اسے بھی زین سے محبت ہے۔

____

حورین کی انکھ کھلی تو خود کو زمان کے حصار میں پایا۔

ابھی بھی وہ تھوڑی دیر پہلے ہی تو سوئے تھے۔

زمان چھوڑیں مجھے فریش ہونے جانا ہے۔ حورین نے نکلنے کی ناکام کوشش کی۔

نہیں سوئی رہو۔ زمان حصار تنگ کرتا بولا۔

زمان چھوڑیں نہ۔ مجھے عنایہ کو فیڈ کروانا ہے۔ حورین پیار سے بولی۔

پہلے مورننگ کس دو۔

پہلے فریش ہو جاؤں پھر۔

نہیں۔

میں فریش ہو کراتی ہوں پھر دوں گی۔ حورین نے اٹھنا چاہا۔

پکا۔

جی پکا اب چھوڑیں۔

زمان کے چھوڑنے پر حورین اٹھی اور ڈریسنگ روم میں گھس گئی۔

زمان بھی اٹھتا واش روم میں گھس گیا۔

تھوڑی دیر بعد زمان باہر ایا تھا حورین شیشے کے اگے کھڑی تھی۔

زمان نے اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لیا۔

چلو اب مجھے کس دو۔ زمان کو اپنی کسی یاد اگئی۔

زمان میں نہیں دے رہی۔ حورین سنجید گی سے بولی۔

ارادہ اس کو تنگ کرنے کا تھا۔

کیوں۔۔۔ زمان کو حیرت ہوئی۔

بس نہیں تو نہیں۔ حورین ضدی لہجے میں بولی۔

وجہ میں تو لوں گا۔زمان کہاں پیچھے ہٹنے والوں میں سے تھا۔

زمان میرے پورے جسم پر اپ کے دانتوں کے نشان ہیں رات والے۔حورین نے وجہ بتائی۔

تو اب مجھے تم مجھے کس بھی نہیں دو گی۔زمان بولا۔

نہیں۔حورین نے کہا۔

ٹھیک ہے میں پھر افس جا رہا ہوں اس سے پہلے فوراوہ جاتا حورین نے اسے گلے لگایا۔

کیا ہوا زمان کو حیرت ہوئی۔

حورین نے اس کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھے تقریبا 10 منٹ بعد اس نے اس کے ہونٹوں کو چھوڑا

میں صدقے جاؤں میری جان اپ پر تو میرا سارا پیار قربان۔حورین پیار سے بولی۔

اچھا نشان تو دکھاؤ۔زمان شرارت سے بولا۔

آں ہاں جان کچھ تو شرم کریں۔حورین نے اس کے گلے میں بازو حائل کیے۔

اپ جیسے بیوی ہوتے انسان شرم کیسے کرے۔زمان بھی دوبدو بولا۔

اچھا جی۔حورین نے اس کے گال پر ہونٹ رکھے۔

جی۔

اچھا پھر ایک کام کریں۔

کیا۔زمان نے فورا پوچھا۔

رات کو دیکھ لینا۔

یہ کہتے حورین نے عنایہ کو پکڑا اور باہل بھاگ گئ۔

زمان بھی مسکراتا اس کے پیچھے گیا۔

\-------------

ناشتہ کرنے کے بعد سب اپنے کام پر گئے۔

مناہل اندر کمرے میں ائی تو کمرے کا حال دیکھ کر تو اس کا سر چکڑا گیا۔

زین جس کو کچھ سمجھ نہیں ارہا کہ کیا پہنے پورا کمرہ کپڑوں سے بھر دیا۔

زین یہ کیا۔ مناہل پر تو حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹے۔

وہ میں کپڑوں کو دیکھ رہا تھا کون سے پہنوں یہ کہتے ہی زین نے ایک شرٹ ہوا میں اچھالی جو سیدھا مناہل کے منہ پر گری۔

زین۔۔۔ مناہل غصے سے بولی۔

ہاں جی۔۔۔زین سمجھ گیا تھا کہ اب اس کی خیر نہیں تبھی شرافت سے بولا۔

یہ سب اٹھائے گا کون۔ مناہل غصے سے بولی۔

دیکھو مناہل تم میری شرعی اور قانونی بیوی ہو اس لحاظ سے یہ کام بھی تمہارا۔زین نے تفصیل بتائی۔

نہیں اپ خود ہی کریں گے۔ مناہل سینے پر ہاتھ باندھتے بولی۔

یار مجھے افس جانا ہے لیٹ ہو جاؤں گا۔ زین معصوم منہ بناتا بولا۔

اپ نے کون سا کہیں جانا ہے اپنا افس ہے جب مرضی جائیں مگر یہ صاف کر کے جائیں۔

ابھی مناہل کچھ کہتی کہ انشراح آی۔

کیا ہو رہا اور تم ابھی افس کیوں نہیں گئے۔

یہ دیکھو پہلے کمرے کا حال دیکھ لو۔ مناہل اس کا دھیان کمرے کی طرف کرتی بولی۔

زین تمہاری عادت کب چھوٹے کے کمرہ گندا کرنے کی۔ انشراح اس سے بولی۔

اچھا اب تو جا لینے دو۔ زین بیچارگی سے بولا۔

نہیں پہلے یہ صاف کرو۔ مناہل اپنی بات پر قائم تھی۔

رہنے دو زین تم جاؤ میں کر دیتی ہوں۔ انشراح فورا بولی۔

زین فورا ڈریسنگ ٹیبل میں گھس گیا۔

انشراح تم نے اسے جانے کیوں دیا۔ مناہل بولی۔

اگر وہ کر لیتا مشکل تمہیں ہی ہونی تھی۔

وہ کیسے۔۔ مناہل نا سمجھی بولی۔۔

وہ یہ ہے کہ اس نے ایسے ہی اٹھا کر رکھ دینے تھے بعد میں ملنے نہیں تو پھر کمرے کا یہی حال۔ انشراح اس کے کپڑے اٹھاتے بولی۔

تم رہنے دو میں کرلوں گی تم جاؤ بچوں کے پاس۔ مناہل کو اس کا اس طرح زین کے کام کرنا اچھا لگا۔

چلو ٹھیک ہے یہ کہتے ہیں انشراح باہر چلی گئی۔

اتنے میں زین فریش ہو کر ایا۔

وہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا یا پھر مناہل اسے پہلی بار غور سے دیکھا تھا۔

زین۔۔۔ مناہل اسے بلایا۔

ہمم۔زین جیل سے بال سیٹ کرتے بولا۔

اپ کے افس میں لڑکیاں کام کرتی ہیں۔ مناہل نے غور سے اس کا چہرہ دیکھتے کہا۔

ہاں زہیب نے اب ہائر کیے ہیں کچھ لڑکیاں۔۔ زین نے بھی لاپرواہی سے جواب دیا۔

اچھا مطلب اپ لڑکیوں کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ مناہل اس کے پاس اتے بولی۔

ہاں زین لاپرواہی سے بولا۔

تو ٹھیک ہے ان لڑکیوں سے دور رہیے گا۔

یہ کہتے مناہل باہر چلے گئ۔

یہ نہیں تھا کہ وہ ذین پر اعتبار نہیں کرتی تھی اسے یقین تھا اس پر میں مگر وہ محبت کرنے لگی تھی اس لیے اسے کھونے سے ڈرتی تھی۔

زین بھی اسے ناسمجھی سے دیکھتا اور پھر افس کے لیے روانہ ہو گیا۔

مہر ماہ چھت پر بیٹھی اپنی ہی سوچوں میں گم تھی کے اہان بھی اگیا۔

میری جان کیا کر رہی ہے یہاں اکیلی۔اہان اس کے گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

کچھ نہیں کام بھی سارے ہو گئے ہیں پھوپھو بھی آرام کر رہی ہیں میں بور ہو رہی تھی تو اوپر آ گئ۔

تمہیں پتا ہر مہر ماہ عشق کے 40 درجے ہوتے ہیں اور سب سے چھوٹا درجے محبوب کی گود میں سر رکھنا۔اہان انکھیں بند کیے بول رہا تھا۔مہر ماہ اس کے الفاظ محسوس کر رہی تھی۔

اہان اگر ہماری بیٹی ہوئی تو اس کا نام کا نام مرحا ہو گا اور اگر بیٹا ہو گیا پھر۔مہر ماہ بولی۔

تو میری جان اس کا نام ازلان رکھ دیں گے۔اہان اس کے بال کان کے پیچھے کرتا بولا۔

واہ یہ بھی بہت پیارا نام ہے۔مہر ماہ خوشی سے بولی۔

اہان نے اسے خود پر جھکایا۔

اہان کیا کر رہے ہیں کوئی اجائے گا۔محر ماہ گھبراتے بولی۔

ارے میری جان اپ نے ابھی تو بولا ہے کہ مما ارام کر رہے ہیں تو بس یہ کہتے ہیں کہ اہان اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔

کچھ دیر بعد وہ دور ہٹا۔

چلو جان چادر لے آؤ ہم اپنے بے بی کی شاپنگ کرنے چلیں۔اوکے میں ابھی ائی۔

شاپنگ کا نام سن کر لڑکیوں کے منہ پر کیسے خوشی آجاتی ہے۔

اہان دل میں سوچتا مسکراتا ہے محرماہ کے پیچھے گیا۔

اور کچھ دیر بعد وہ دونوں شاپنگ کرنے چلے گئے۔

شام کو سب گھر واپس ائے تھے زین اتے ہی صوفے پر گرنے کے انداز میں بیھٹا۔

ٹائی ڈھیلی شرٹ کے بٹن کھلے ایک جوتا کہیں اور دوسرا کہیں۔

اوئے کیا کر رہا ہے یہ پکڑا نہیں۔زہیب جو اندر آرہا تھا زین کے جوتے سے گرتے گرتے بچا۔

یار پاؤں سے لے اادھر۔زین ادھر سے ہی بولا

مت نہیں ہے تو اج بس ہی ہو گئی زین بولا۔

ہاں بس شارٹ مارنے کی ہمت ہو رہی سنان اپنی ٹانگیں دباتا بولا

اوئے کمینے اٹھ جا کہاں بیٹھ رہا ہے۔زمان جو کہ باہر سے ارہا تھا بے دیہانی میں زین کی گود میں بیٹھ گیا۔

اور ہاں سوری یار اٹھو ذرا ادھر ہو۔زمان اسے ہی ادھر کرنے لگا۔

اب یہ کمینے ہمت نہیں ہو رہی میری تو اٹھ۔زین اسے دھکا دیتا بولا۔

بس لڑنے کی ہمت ہو رہی ہے۔میر شاہ اندر اتا بولا۔

اج اپ سب نے کیا کیا جو اتنے تھکے ہوئے ہیں۔روح ان کو گرتا پڑتا دیکھ بولی۔

اج ہم کنسٹرکشن سائیڈ پر گئے تھے راستے میں ہماری بس خراب ہو گئی وہاں سے پیدل گھر تک ائیں یہاں۔سنان خود ہی ٹانگیں دباتا بولا۔

اوہو میں اپ سب کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں۔یہ کہتے ہی انشراح چائے لینے چلے گئی۔

یار سنان خدمت کر میری۔زین سنان کی گود میں ٹانگیں رکھتا بولا۔

کیوں توں بستر مرگ پر پڑا ہے۔سنان غصے سے بولا۔

استغفر اللہ۔ابھی تو میں دادا بھی نہیں بنا۔

زین اسے گھورتے بولا۔

کمینے پہلے باپ تو بن جا۔زمان نے اپنی طرف سے درستگی کی۔

چھوڑو یار تم لوگ بس میری خدمت کرو۔اب کی بار اس نے اپنے بازو زمان کی گود میں رکھے۔

اہ۔۔۔زین کی چیخ گونجی کیونکہ زمان نے اس کے بازو ہی مروڑ دی تھ۔

ی بھابھی اپنا دیور بچا لو۔زین بولا۔۔

یہ جڑے ہاتھ دیکھ چپ ہو جا۔زہیب اپنے ہاتھ جوڑتا بولا۔

چل جاؤ میں نہیں کرتا چپ کر کیا کر لے گا۔

تبھی زہیب نے پاس پڑا کشن اس کے مارا مگر وہ زمان کے لگ گیا۔

اوہو نشانہ بہت برا ہے تیرا۔زین بولا جبکہ زمان وہ کشن واپس اس کے مار چکا تھا۔

انشراح بھی چائے لے ائی تھی۔

کچن سے لے ائی ہو تو پکڑا بھی تو۔زین دانت نکالتا بولا۔

کل ہم فارم ہاؤس جارے ہیں۔میر شاہ نے اعلان کیا۔

کیاواقعی۔زین اچانک اٹھتا بولا۔

او بیٹھ جاتوں تھک گیا تھا۔سنان اسے واپس بٹھاتے بولا۔

ہاں اور میرے فارم ہاؤس جانا ہے۔زمان نے بتایا۔

اہان اور مہرماہ کو بتادیاوہ بھی کل تک اجائیں گے۔زہیب نے انہیں بتایا۔

ایسی کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد وہ اپنے کمروں میں چلے گئے۔

رات کو مناہل کمرے میں ائی توزین صوفے پر اڑاترچھا لیٹا تھا۔

زین بیڈ پر آجائیں۔مناہل پیار سے بولی۔

نہیں تم سو جاؤ میں یہیں ٹھیک ہو۔زین نے سہولت سے انکار کیا۔

اپ اجائیں نا۔مناہل بولی۔

تم صوفے پر کیسے سوگی۔زین نے پوچھا۔

میں کیوں صوفے پر سونے لگی۔مناہل ائی بروز اچکاتے بولی۔

کیا مطلب ہے۔زین نا سمجھی سے بولا۔

مطلب یہ ہے کہ ہم دونوں سو جاتے ہیں بیڈ پر۔ مناہل مسکراتے پیار سے بولی۔

تم ہوش میں تو ہو۔زین کو تو یقین ہی نہیں ارہا تھا۔

کیون کیا ہوا۔ مناہل معصوم منہ بناتے بولی۔

کچھ نہیں چلو ٹھیک ہے۔زین جا کر بیڈ پر لیٹ گیا۔

مناہل بھی لائٹ اوف کرتے زین کے ساتھ لیٹ گئی۔

زین۔۔۔۔مناہل نے اسے پکارا۔

ہمم۔

آپ کو مجھ سے پیار کب ہوا تھا۔

میر بھائی کی شادی پر۔زین نے اسے دیکھتے جواب دیا۔

پھر مجھے کیوں نہیں بتایا۔

تم نے تو مجھے ویسے ہی مار دینا تھا۔زین ہنستے ہوئے بولا۔

میں کونسا تمہیں اچھا لگتا ہوں۔زین پھر سے بولا۔

اب ایسی بھی بات نہیں۔ مناہل فورا بولی۔

تو کیا اچھا لگتا ہوں۔زین خوشی سے بولا۔

میں نے یہ کب کہا۔ مناہل ناک سکوڑتے بولی۔

اس کی بات سن کر زین اداس ہو گیا۔

تھوڑی دیر خاموشی سے گزری۔

مناہل نے زین کا ہاتھ پکڑا۔

زین نے اسے کھینچ کر فورا اپنے نیچے کیا۔

تمہیں کیا ہو رہا ہے بیگم۔زین اسے دیکھتے بولا۔

پیار۔۔ مناہل کھوئے ہوئے لہجے میں بولی۔اور زین کو دیکھنے لگی۔

کیاااازین کو دھچکا لگا۔

مناہل فورا ہوش میں ائی۔

کیا کہہ رہی ہو تم۔زین حیرت کی کیفیت میں بولا۔

زین۔۔۔مناہل پیار سے بولی۔

جی۔۔۔

ائی لو یو۔۔زین کو ایک اور دھچکا لگا۔

ائی لو یو ٹو۔زین حیرت پر قابو پاتے بولا۔

مناہل کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔

زین۔۔۔ مناہل اس کی گردن میں بازو حائل کرتے بولی۔

جی۔

جب اپ کہتے ہیں نا مجھے تم سے محبت ہے تو میرا دل کرتا ہے میں اسمان کے واسعتوں میں پرواز کر جاؤں اور ہر سانس لیتی چیز کو بتاؤں کہ دیکھو مجھ پر محبت مہربان ہے۔ مناہل مسکراتے بول رہی تھی۔

ارے واہ مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا کہ تم مجھے اتنی محبت کرتی ہو۔ زین خوشی سے بولا۔

اچھا ہٹیں اب۔ مناہل اس کے کندھے پر زور ڈالتے بولی۔

کیا مطلب۔۔۔ زین حیرت سے بولا۔

زین رات ہے تو اپ سوئیں گے نا۔ مناہل اپنی ہنسی روک کی بولی۔

نہیں تو میں نہیں سو رہا۔ زین بضد ہوس۔

کیوں جی مجھے تمہیں پیار کرنا ہے۔ زین مسکرا کر بولا۔

سوچیے گا بھی مت۔ اطمینان قابل دید تھا۔

نہیں۔۔ زین بولا۔

میں کہہ رہی ہوں نہیں۔ مناہل غصے سے بولی۔

ایسی کی تیسی تمہاری نہیں کی۔

ہی کہتے ہی زین اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔

مناہل اسے دور بھی نہ کر سکی اخر کو اس کا شوہر تھا اس سے اس کا حق تو نہیں چھین سکتی تھی نا۔

تھوڑی دیر بعد زین پیچھے ہٹا۔

زین اس کو دیکھ رہا تھا جو نظریں نیچے کی ہونٹ چبانے میں مصروف تھی۔

آں ہاں یہ میرا حق ہے جانے من زین۔ انگوٹھے سے اس کے ہونٹ سہلاتے بولا۔

مناہل اس کی اس قدر بے باکی پر شرم سے لال تھی۔

زین نے ایک ہاتھ اس کے کمر کے پیچھے کیا اور اس کے سوٹ کے زپ کھولی اور کندھے سے شرٹ سرکائی۔

مناہل نے زین میں چھپنے کی کوشش کی۔

ذہن اس کے کندھے چوم رہا تھا اور وہ اس کے لمس پر بے چین ہو رہی تھی۔

زین کی نظر اس کے تل پر پڑی جو بڑی تاب سے چمک رہا تھا۔

زین نے وہاں اپنے لب رکھے۔ اور پھر دانت گاڑھے۔

زین۔۔۔ مناہل نے بے اختیار سے پکارا۔

ششششش۔ زین نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھتے اسے چپ کروایا۔

زین نے اس کے شرٹ سینے سے بھی سرکا چکا تھا۔

اب اس کا سفید سینہ واضح تھا۔

زین مناہل کو دیکھنے لگا جو کہ پہلے سے ہی اسے دیکھ رہی تھی کہ زین کے دیکھنے پر وہ نظریں جھکا گئی۔

زین اس کے سینے پر جھکا اور شدتیں نچھاور کرنے لگا۔

زین اپ مجھے چھوڑیں گے تو نہیں نا۔ مناہل انکھوں میں نمی لیے بولی۔

نہیں میری جان کبھی نہیں۔ زین اس کی انکھیں چومتے بولا۔

مناہل اس کے اس قدر پیار پر مسکرائی۔

اب میں پیار کر لوں جان۔

اس کی بات پر مناہل نے مسکرا کر نظر جھکا لیں۔

زین کو اجازت مل گئی۔

اجو وہ اپنا رشتہ اگے بڑھانے لگا تھا۔

زین اس پر سے اٹھا اور اپنی شرٹ اتاری۔

اور اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھے۔

زین میں بہت محبت کرنے لگی اپ سے میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ اپ میرے شوہر ہوں گ ے آج میں مما اور نانو کے فیصلے پر بہت خوش ہوں۔ یہ کہتے ہی مناہل نے اپنے ہونٹ زین کے ہونٹوں میں دیے۔

زین اس کی گردن پر جھکا۔

رات ڈھلتی رہی اور مناہل کبھی اس کی شدتوں پر شرماتی تو کبھی اس کا ساتھ دیتی۔

زہیب کمرے میں گیا تو سامنے بیڈ پر چاکلیٹ کیک پڑا تھا جس پر سوری لکھا تھا اسے دیکھ زہیب کے چہرے پر مسکراہٹ اگئی جسے وہ کمال مہارت سے چھپا گیا۔

اس نے ارد گرد نظر درائی مگر روح نظر نہ ائی۔

تبھی ڈریسنگ کا دروازہ کھلا تو روح باہر ائی۔

کھلے سٹریٹ بال لال ہونٹ سرخ فراک جس کا گلا ڈیپ تھا روح کا سینہ واضح ہو رہا تھا۔

زہیب کے 14 طبق روشن ہو گئے۔

روح چھوٹے چھوٹے قدم لیتی زہیب کے پاس ائی اسے زہیب کی نظریں اپنے جسم پر محسوس ہو رہی تھی۔

ویسے اچھا طریقہ ڈھونڈا ہے مجھے منانے کا۔ زہیب مسکراتے بولا۔

تو مطلب اپ مان گئے۔ روح خوشی سے بولے۔

تم نے ایسا کیا ہی کیا ہے کہ میں مان جاؤں۔ زہیب ائی برو کچھ کھاتا بولا۔

وہ میں۔۔۔۔ روح کنفیوز ہو گئی۔

جی بولو روح ڈارلنگ۔ زہیب پینٹ کی پاکٹ میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔

سوری روح۔ منمنائی۔

اور میں کیوں ایکسیپٹ کروں تمہارا سوری۔ اطمینان قابل دید تھا۔

اپ میرے شوہر ہیں اس لیے روح کا تو جواب ہی نرالا تھا۔

ارے واہ مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا ویسے شوہر پر ہنسنا نہیں چاہیے۔ زہین

ب طنزیہ بولا

میں سوری کر تو رہی ہوں نا۔ روح روہانسی ہوئی۔

زہیب نے اس کے کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے قریب کیا تو روح سیدھا اس کے سینے سے الگی۔

یہ سب کر کے تم نے اپنی ننھی سی جان مشکل میں ڈال لی۔ زہیب اس کی کمر پر گرفت مضبوط کر تا بولا۔

کیک تو کٹ کر لے۔ روح فورا بولی۔

چلو کر لیتے ہیں۔ زہیب نے اس کا رخ موڑا۔ لیکن اسے ابھی چھوڑا نہ تھا۔

زہیب نے کیک کٹ کر کے ایک چھوٹا سا ٹکڑا روح کو کھلایا۔

تو کیا اب مجھے نہیں کھلاؤ گی۔ زہیب اس کا رخ اپنی جانب کر تا بولا۔

کھلاتی ہوں نا۔ روح نے بھی اس ایک ٹکڑا اس کی جانب بڑھایا۔

میں اپنے طریقے سے کھاؤں گا۔ زہیب شرارتی لہجے میں گویا ہوا۔

کیسے۔۔۔ روح نہ سمجھی سے بولی۔

مطلب یہ کہ زہیب نے کیک پر تین انگلیاں رکھی جس سے وہ چاکلیٹ زہیب کی انگلیوں پر لگ گئی روح چپ چاپ بس دیکھ رہی تھی زہیب نے وہ انگلیاں روح کے گال پر رکھی اور اسے سینے تک لایا اور پھر اس کے ہونٹوں پر بھی لگایا۔

زہیب نے اسے بالوں سے پکڑ کر پیچھے کیا اور اس کے ہونٹوں پر شدت جھک گیا۔

روح بیچاری تو کام کر رہ گئی۔

زہیب پیچھے ہٹا اور اس کے گال کو چومنے لگا اور سینے تک چومتا گیا روح کو تو کچھ سمجھ نہیں ارہا تھا۔

زہیب۔۔۔روح پھولی سانسوں کو ساتھ بولی۔

ششششش اب بھگتو مجھے۔

یہ کہتے ہوئے زہیب اسے اٹھائے بیڈ پر لے گیا اور اس پر جھک گیا۔

اگلی صبح سب ناشتہ کر کے فارم ہاؤس جانے کے لیے تیار تھے۔

شاہ ویلا سے چھ گاڑیاں روانہ ہی تقریبا تین گھنٹے کی مسافت کے بعد وہ لوگ فارم ہاؤس پہنچے۔

واؤ یہ تو بہت خوبصورت ہے۔حورین خوش دلی سے بولی۔

جی بھابھی اپ کے شوہر کا ہی ہے۔زین نے جواب دیا۔

واقعی میں یہ بہت خوبصورت ہے۔روح بھی بولی۔

ابھی میر کا نہیں دیکھا تم لوگوں نے۔زمان اور زہیب ایک ساتھ بولے۔

یہ ہم نے بنوائے تھے خود شوق سے اس کی ایک ایک چیز میں نے خود پسند کی ہے۔زمان خوشی سے بول رہا تھا۔

چلو اب اندر چلیں۔روح پرجوش تھی۔

ہاں ہاں چلو اندر۔زین بولا۔

سب لوگ اندر کی جانب گئے۔

زمان نے گیٹ کھلا تو سامنے ایک محل کا منظر تھا۔

جس پر سامنے دیوار پر زہیب زمان اور میر شاہ کی بڑی تصویر لگی تھی جہاں انہوں نے ایک جیسے کپڑے پہنے تھے زہیب اور میر شاہ زمان کے مقابل اگئے۔

کیا کیا نہیں تھا جو انہیں یاد نہ ایا ہو اپنی خوشی غم شرارتیں سب یاد ایا تھا۔

زمان اور میر شاہ کی انکھوں میں تو انسو ہی اگئے تھے۔انہیں اپنی ہر تکلیف یاد ائی تھی۔

سب لوگ بس ان تینوں کو ہی دیکھ رہے تھے زہیب نے ان دونوں کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ دونوں نرم انکھوں سے مسکرائے اور اپس میں گلے لگ گئے۔

ایک یہ دوستی کا ہی سہارا تھا ان کے پاس جہاں وہ اپنے غم سناتے تھے اور دوستی ان کے سارے غم اپنے دامن میں سمیٹ لیتی تھی۔

اگر یہ رونے کا پروگرام ختم ہو گیا ہو تو چلیں۔ زین نے ماحول خوشگوار کرنے کی کوشش کی اور سب لوگ مسکراتے اندر چلے گئے۔

شام کو سب نے باربی کیو ارینج کیا جو کہ محرماہ کی خواہش تھی۔

یار یہ دھواں کم کیوں نہیں ہو رہا۔ سنان ہوا دیتے بولا۔

ہو جاتا ہے یار صبر کر۔ اہان سیکھ رکھتے بولا۔

اوئے کتنی دیر ہے مجھے بھوک لگی ہے۔ زہیب جو کہ پچھلے ایک گھنٹے سے چلا رہا تھا کہ اسے بھوک لگی ہے۔

یار ویسے یہ لڑکیاں کہاں ہیں ساری۔ اہان ادھر ادھر نظر دوڑاتا بولا۔

اوپر دیکھ چھت پر ہے موسم انجوائے کر رہے ہیں۔ زمان تپ کر بولا۔

اج لڑکیوں نے لڑکوں کو کھانے کی ذمہ داری دی تھی اور خود انجوائے کر رہی تھی۔

یار یہ ٹیبل سیٹ ہو گیا ہے۔ میر شاہ بھی ادھر اتے بولا۔

لڑکیاں اوپر سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

پہلے یہ تو ہو لینے دے تو ٹیبل سیٹ کرنے بیٹھ گیا۔ زہیب بھوک کی وجہ سے غصے سے بولا۔

اوپر لڑکیوں کا قہقہا گونجا۔

ایک دن ہم نا ائیں تو اپ لوگوں کا کیا حال ہو گیا۔ مہرماہ ہنستے ہوئے بولی۔

جائے ہم کرلیں گے کام۔ ذین مصنوعی غصے سے بولا۔

تم نے کیا ہی کیا ہے جو ایسے بول رہے ہو۔ سنان غصے سے بولا۔

او بھائی اندر سے برتن لایا ہوں۔ زین نے اپنا کام بتایا۔

اوئے ہائے مما۔ سب لڑکے ایک ساتھ چیخے۔

زہیب سے بے دیہانی سے پانی انگیٹھی پر پانی گرا جس سے دھواں اڑا۔

اوے زہیب تیرا ککھ نہ رہے۔ اہان دانت پیستے بولا۔

اوئے کیوں میری بیوی کو بیوہ کر رہا زہیب جس نے ڈر کے مارے سر پر ڈھکن رکھ لیا تھا اور ہاتھوں میں بڑا چمچ پکڑ لیا تھا۔

دفعہ ہو جا کمینے۔ زمان لعنت بھیجتا بولا۔

اوپر لڑکیوں کا ہنس کر برا حال تھا۔

چپ کرو تم ساری روح اور حورین کی ہنسی فوراً تھمی زمان کے اس طرح غصے سے بولنے پر۔

چلو اوئے جاؤ باقی کام کرو ڈیرا لگا کر بیٹھ گئے ادھر۔ سنان کا تو دھوئیں سے برا حال تھا۔

اوئے یار یہ اٹا کیسے گوندنا ہے۔میر شاہ جو اٹے میں زیادہ پانی ڈال چکا تھا اب منہ بنا کر کھڑا تھا۔

ایک کام کر زہیب سنجیدگی سے بولا۔

پہلے اس میں پانی ایڈ کر اور اس کی پیمائش کر کے کتنا ڈالا پھر اٹا پھر نیوٹن کا لاء اپلائے کر سالے تجھے نہیں پتا کیسے گودنا ہے۔زہیب آخر پر بھڑک گیا۔

چل زمان اٹا گوند مجھ سے نہیں ہو رہا۔میر شاہ اٹے سے الجھتے بولا۔

زمان جو کہ پیاز کاٹ رہا تھا انکھیں صاف کرتا بولا۔

تو پھر تو یہ کر لے۔

نہیں رہنے دے میں یہی کر لوں گا۔میر شاہ اس کی حالت کو دیکھتے بولا۔

یار بھلا یہ کھیرا کس طرح کٹتا ہے۔زین کھیرا ادھر ادھر گھماتے بولا۔

(a+b) کا فار مولا لگا کٹ جائے گا اہان کلس کر بولا۔

کمینو ایک کام نہیں کرنا اتا تم لوگوں کو۔سنان غصے سے بولا۔

اور ساتھ ساتھ کباب بھی بنا رہا تھا۔

یار اب کیا کر سکتے ہیں قسمت ہی ماری ہے زہیب بیٹھا بول رہا تھا۔

لڑکیوں کا تو ہنس ہنس کر برا حال تھا۔

یہ ہو گیا اٹا۔کچھ دیر بعد میر بولا۔

چل اب روٹی پکا۔ زہیب بولا۔

اچھا پھر پکائیں۔ میر شاہ اسے بلانے لگا۔

میں کیا کروں گا اکر خود پکالے۔ زہیب میں کچھ کرنے کی ہمت نہیں تھی۔

اچھا یار۔ میر شاہ پیار سے بولا تو زہیب اٹھ کر چلا گیا۔

اب وہ دونوں روٹیاں پکانے لگے تھے۔

یار یہ کیا ہو رہا ہے۔ میر شاہ سے روٹی کھول نہیں بن رہی تھی۔

بھائی اسے نقشہ کہتے ہیں۔ زین نے پیچھے سے ہانک لگائی۔

تم لوگوں نے بھی توڑ کر کھانی ہے تو ایسے ہی کھا لینا گول ضروری نہیں۔ زہیب روٹی پلٹتے بولا۔

ہاں جلا تو نہ۔ سنان بولا۔

کہاں سے جل رہی ہے۔ میر شاہ بھی بولا۔

ایسے ہی کچھ دیر تک وہ لوگ کھانا بنا کر ٹیبل سیٹ کرنے لگے۔

انہوں نے واقعی بہت مزے کا کنایا بنایا تھا اس طرح سب بیٹھے خوشی باتیں کرنے لگے۔

پانچ سال بعد۔۔۔

مما مجھے جوس دو۔ مرہا (اہان اور محرمہ کی بیٹی) کچن اتے بولی۔

اوکے بیٹا اپ کے بابا ریڈی ہو گئے۔ مہرماہ کام میں مصروف بولی۔

یس مما۔ یہ کہتے ہی وہ چلی گئی۔

اج انہوں نے شاہ ولا جانا تھا مرہا اور روحان (محرماہ اور اہان کے بچے) بہت خوش تھے اخر کو ہوتے بھی کیوں نہ۔

اہان اپ ریڈی ہیں۔ مہرماہ کمرے میں داخل ہوتے بولی۔

جی جان کیوں کیا ہوا۔ اہان اس کی طرف جاتا بولا۔

کچھ نہیں ایسے ہی۔ مہرماہ خوشی سے بولی۔

اچھا چلو پھر ایک پاری دو۔ اہان اسے قریب کرتے بولا۔

انکھیں بند کریں۔ اہان نے فوراً آنکھیں بند کیں۔

مہرماہ نے اس کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھے۔

چلو اب چلیں محرماہ بولی۔

جی جان۔

اور وہ چاروں شاہ ولا کی طرف روانہ ہوئے۔

وہ لوگ شاہ بلا پہنچے تو زیان دوڑ کر مرہا کے پاس گیا اور روحان نشراح کے پاس گیا۔

روحان نشرہ کوڈرا کر رکھتا کیونکہ نشراح معصوم تھی اور اسے اس کوڈرانے میں مزہ اتا تھا اور نشراح بھی اس کے علاوہ کسی سے نہ ڈرتی۔

مرہا اور زیان تو مناہل اور زین کی فوٹو کاپی تھے ان کو تو بس لڑنے کا بہانہ چاہیے تھا۔

اب وہ دونوں ایک کھلونے سے لڑ رہے تھے۔

مجھے دو۔ ایان اپنی طرف کھینچتے بولا۔

میں تو نہیں دوں گی۔ مرہا کہاں پیچھے ہٹنے والوں میں سے تھی۔

ہو گئے شروع دونوں۔ انشراح بولی۔

زین پر چلا گیا ہے یہ۔ سنان ہنستے ہوئے بولا۔

اور میرا مناہل پر۔ مہرماہ مسکراتے ہوئے بولی۔

جی صحیح کہا۔

سب نے اتفاق کیا۔

مما جی بھائی کہاں ہیں۔ عنایہ نے (زمان اور حورین کی بیٹی) آذر (ان کے بیٹا) کا پوچھا۔

بیٹا وہ باہر پریشے (میر اور عینی کی بیٹی) کے ساتھ ہو گا۔ اوکے مما یہ کہتے ہیں وہ بھی باہر بھاگ گئی.

اپی عاشو (روح اور زہیب کی بیٹی) کہاں ہے۔ روح نے پوچھا۔ انشرا کے پاس.

اوکے یہ بچے بنا کہیں ٹکتے ہی نہیں.

روح اب انہیں دیکھنے جا رہی تھی اور ساتھ ساتھ بڑبڑا رہی تھی۔

عینی کہاں ہو۔ میر ازلان کو چپ کروا رہا تھا جو کافی دیر سے رو رہا تھا۔

جی جی اگئی کیا ہوا۔ عینی فورا بھاگتی ائی۔

یہ کب سے رو رہا ہے۔ میر اسے ازلان پکڑاتا بولا۔

لائیں دیں۔ عینی اس چپ کروانے لگی۔

ایک بچہ نہیں چپ کروایا جاتا اپ سے۔ عینی ازلان کی کمر سہلاتے بول رہی تھی۔

ہاں نہیں کروایا جا رہا نا میں تو بس ان کی مما کو سنبھال سکتا ہوں۔ میر شرارت سے بولا۔

شاہ شرم کرے دو بچوں کے باپ ہیں اب اپ۔ عینی ازلان کو سلاتے بولی۔

ہاں تو کیا ہوا۔ میر سوالیہ بولا۔

یہ کہ تھوڑی شرم کریں بس اپ۔ عینی ازلان کو بیڈ پر لٹاتے بولی۔

اب تمہارے سامنے بھی میں شرم کروں۔ میر اسے اپنے قریب کرتے بولا۔

کیا سوچا پھر۔ میر نے پوچھا۔

کس بارے میں۔ عینی نا سمجھی سے بولی۔

تیسرے بے بی کے بارے میں۔ میر انکھ ونک کرتے بولق۔

نو میر بچے دو ہی اچھے۔ عینی فورا بولی۔

میر شاہ کا قہقا گونجا۔

عینی تو اس کی مسکراہٹ میں ہر بار کی طرح کھو گئی۔

میر۔ عینی نے اسے پکارا۔

جی جان میر۔

کتنی خوبصورت ہے نا ہماری فیملی مجھے کبھی لگا ہی نہیں کہ ہم میں بھی سب ٹھیک ہو گا دیکھیں وقت کتنی جلدی گزر گیا اور ہم اج ماں باپ بن گئے۔ عینی اس کے سینے پر سر رکھے بول رہی تھی۔

جی میری جان خدا کا جتنا شکر ادا کیا جائے اتنا ہی کم ہے۔ میر اس کی پیشانی چومتا بولا۔

بابا۔ پریشے دوڑتی اندر ائی۔

جی بابا کی جان۔ میر اسے گود میں اٹھاتے بولا۔

بابا اج اذر نے مجھے فلاور دیا۔ پریشے خوشی سے بولی

پھر اپ نے کیا دیا۔ میر نے پوچھا۔

بابا میں نے ازر سے پرومس کیا کہ ہم دونوں ہمیشہ ساتھ رہیں گے وہ معصومانہ انداز میں بولی۔

انشاءاللہ۔

میر اور عینی نے ایک ساتھ کہا۔

زین یہ لیں اپنا پیس پکڑیں۔ مناہل پلوشہ زین کو پکڑاتے بولی۔

کیوں اب کیا کیا ہے میری بیٹی نے۔زین اسے پکڑتے بولا۔

نہیں اپ دونوں تو کچھ کرتے ہی نہیں۔ مناہل غصے سے بولی۔

اچھا بیگم غصہ نہیں کرو تمہاری حالت ٹھیک نہیں۔ مناہل 7 ماہ پریگننٹ تھی

زین میں تھک جاتی ہوں نا۔ مناہل زین کے ساتھ بیٹھتے بولی۔

میری جان مت کیا کرو نا اتنے کام۔زین پلوشہ کے ساتھ کھیلتے بولا۔

بابا۔پلوشہ بولی۔

جی بابا کی جان زین اس کی گال چومتے بولا۔

چوکلیٹ پلوشہ معصومانہ انداز میں بولی۔

جی بابا اج ہی لے کر ائیں گے۔زین اسے اچھالتے بولا۔

زین نہیں لا کر دینا اتنی چاکلیٹ اس کے دانت خراب ہو جائیں گے۔ مناہل پہلی بار ان کی گفتگو میں بولی۔

ہٹو تم تو جلتی ہو ہمارے پیار سے۔زین شرارتی بولا۔

بابا میں باہر جا کر عاشو کو بتاتی ہوں یہ کہتے ہی وہ باہر چلے گئی۔

ہاں تو اب بتاؤ زین۔ اسے اپنی گود میں بٹھاتا بولا۔

ہٹیں پیچھے میں تو جلتی ہوں نا اپ سے۔ مناہل غصے سے بولی۔

ائی ایم سوری جان۔ زین اسے سینے سے لگاتا بولا۔

زین میرے سر میں درد ہے۔ مناہل معصومانہ انداز میں بولی

زین نے اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھے۔

انکھوں پر بھی۔ مناہل لاڈ سے بولی۔

زین نے اس کی انکھوں پر لب رکھے۔

مناہل خوشی سے مسکرائی۔

ہونٹوں پر تو کچھ نہیں ہوا نہ۔ زین شرارت سے بولا۔

ہوا تو مگر خیر اپ پاری کر دیں۔ مناہل پیار سے بولی۔

تو زین نے مسکراتے اس کے ہونٹوں کو دسترس میں لیا۔

ان پانچ سالوں میں مناہل کو زین کے لمس کی عادت ہو گئی تھی اس کی سانسیں صرف زین کے نام پر چلتی تھی کچھ دیر بعد وہ دور ہوا تو مناہل اس کے سینے پر سر رکھے لیٹ گئی۔

عنایہ اریان(زہیب کا بیٹا) کھیلنے میں مصروف تھے۔

اریان عنایہ کو لے کر بہت زیادہ پوزیسو تھا وہ کسی کو بھی عنایہ سے بات نہیں کرنے دیتا تھا وہ بالکل ہی اسے اپنے تک محدود کر چکا تھا اور سب گھر والے بہت حیران ہوتے تھے اس کی حرکتوں پر۔

جب کہ زہیب اور زمان خوش ہوتے تھے۔

حورین کمرے میں گئی تو زمان ڈریسنگ سے ٹیک لگائے اپنے بچوں کو دیکھ رہا تھا جو کہ تھکاوٹ کی وجہ سے سو رہے تھے۔

جان کیا ہوا۔ حورین اس کے پاس اتے بولی۔

کچھ نہیں دیکھ رہا ہوں اللہ نے کتنے خوبصورت پھول دیے ہیں ہمیں۔ زمان حورین کو سینے سے لگاتا بولا

۔

جی جان بالکل ٹھیک کہا اپ نے۔ حورین اس کی پیشانی چومتے بولی۔

شکریہ زمان میری زندگی میں انے کے لیے میری غلطیوں کو معاف کرنے کے لیے اور۔۔۔۔۔۔۔ یہ کہتے ہی حورین رک گئی۔

اور۔۔۔۔۔ زمان نے تجسس سے پوچھا۔

اور مجھے ماں جیسے رتبے پر فائز کرنے کے لیے۔ اس کی بات سن کر زمان مسکرایا۔

حورین نے زمان کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھے۔

اس سب میں اگر کچھ نہیں بدلا تھا تو وہ ان کا پیار تھا کچھ دیر بعد وہ اک دوسرے سے دور ہوئے زمان نے اسے باہوں میں اٹھایا اور بیڈ پر لٹا کر اس پر جھک گیا۔

جہاں ایک نئ زندگی ان کی منتظر تھی۔

انشراح میری فائل نہیں مل رہی۔سنان اپنی فائلز اس کو اگے پیچھے کرتا دیکھ رہا تھا۔

اپنے بچوں سے پوچھیں۔انشراح کپڑے اٹھاتے بولی۔

خبر دار میرے بچوں کو کچھ کہا تو۔سنان مصنوعی غصے سے بولا مگر انشراح کی انکھوں میں انسو اگئے۔

ہاں میں ہی بول رہی ہوں۔انشرا انسو صاف کرتے بولی۔

میں ماں ہوں مگر کچھ بول نہیں سکتی ہے نہ۔انشراح غصے سے بول رہی تھی۔

سنان کو خود پر غصہ ایا۔

ایم سوری جاناں میر اوہ مطلب نہیں تھا۔سنان کان پکڑ کر معافی مانگتے بولا۔

ایسے نہیں کریں مجھے نہیں پسند اپ کا ایسے معافی مانگنا۔انشراح اس کے سینے سے لگتے بولی۔

اس کی یہ ادا تو پسند تھی سنان کو کہ وہ سمجھتی ہے۔

میں اپ سے بہت پیار کرتی ہوں سنان۔انشراح اس کے سینے میں ہی منہ دیے بول رہی تھی۔

میں بہت خوش نصیب ہوں کہ میری زندگی میں تم ہو۔سنان اس کے سر پر بوسہ دیتا بولا۔

اس طرح کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد وہ دونوں سو گئے۔

روح کمرے میں اتے بیڈ پر گری۔

کیا ہوا جان۔زہیب اسے دیکھ کر بولا۔

کچھ نہیں بس تھک گئی ہوں۔روح انکھیں بند کیے ہی بولی۔

روح کو اپنے چہرے پر گرم سانسوں کی تپش محسوس ہوئی اس نے انکھیں کھولی تو زہیب اس پر جھکا تھا

۔

روح نے مسکراتے اس کے گرد بازو حائل کیے۔

میں تھکان اتار دوں۔زہیب انکھ میں کرتے بولا۔

اپ کو حق ہے۔روح مسکراتے بولی۔

زہیب نے اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھے اور پھر اس کے ہونٹوں کو اپنی دسترس میں لیا۔

روح مسکراتے اس کا ساتھ دینے لگی پھر اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگی۔

روح زہیب کو مزید خود پر جھکا گئی۔

زوہیب روح کی شرٹ سینے تک کھسکائی اور اس کے تل پر ہونٹ رکھے۔

اور پھر دل کے مقام پر لب رکھے۔

رات کے ڈھلنے کے ساتھ ساتھ وہ اس کے وجود میں کھوتا گیا۔

اگلے دن رات کو کھانا کھانے کے بعد سب بڑے اپنے اپنے کمروں میں سونے چلے گئے۔

لیکن ینگ پارٹی کا سونے کا کوئی ارادہ نہیں تھا کیونکہ زین کے کہنے پر ان سب نے سمندر پہ جانے کا ارادہ کیا۔

کچھ دیر بعد وہ سب لوگ سمندر پر موجود تھے۔

وہ سب آگ کے ارد گرد بیٹھے اپنی اپنی زندگی کے گزرے لمحات کو یاد کر رہے تھے۔

چاند بھی گواہ تھا میرے شاہ اور قرۃ العین کی داستان محبت کا۔

ان کے بچھڑنے اور مل جانے کا۔

اج فلک پر جگمگاتے تارے بھی گواہ تھے زمان شاہ کے عشق اور حورین کی دیوانگی کے۔

گہرے سمندر پر امنڈتی لہریں گواہی دیتی تھی زین مناہل کے چٹپٹی محبت کی ان کی لڑائی میں چھپی ایک دوسرے کے لیے بے پناہ فکر کی۔

خاموش اندھیری پر سکون رات گواہ تھے انشراسنان روح اور زہیب کی لازوال محبت کی۔

اہان اور مہر ماہ کی چاہت کو۔

الفت محبت کا پیکر یہ خاندان اج اپنی خوشیوں سے بھرپور تھا زمین پر موجود ہر زی روح ان کی محبت اور خوشیوں کی دائمی ہونے کی دعا کر رہی تھی۔

CT دسمبر کا مہینہ تھا- ہر طرف ٹھنڈی ہواؤں کا بسیرا تھا۔ اداس سی شام تھی۔ تیز بارش برس رہی تھی۔ تھنڈی ہوائیںء تیز بارش جہاں کسی کے کیلئے سکون کا باعث تھیں وہاں کسی کیلئے اداسی کی وجہ۔

لندن کے تیز روشنیوں کے شہر میں جہاں ہر شخص میٹھی نیند سو رہا تھا۔ وہاں تھا کوئی جس کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔

زوہیب جو اس وقت اپنے دوست کا انتظار کر رہا تھا تبھی باہر ہارن کی آواز سنائی دی تبھی میر شاہ اندر آتا دیکھائی دیا۔

یار توں کہاں تھا اس وقت تک ؟ میں کب سے تیرا انتظار کر رہا تھا- زوہیب فکرمندی سے بولا۔

توں سو جایا کر تجھے کتنی دفعہ کہا ہے میرا انتظار مت کیا کر میر شاہ لاپرواہی سے بولا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ اور زوہیب اسے دیکھتا رہ گیا۔

آمنہ بیگم اور اسماعیل شاہ کی شادی ان کے بڑوں کی پسند سے ہوئی تھی۔ ان کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ سب سے بڑے ابرہیم شاہ جن کی شادی عالیہ بیگم سے ان کے بڑوں کی پسند سے ہوئی تھی ان کے دو بچے میر شاہ اور ایک بیٹی انشراح شاہ تھی۔ ابرہیم شاہ سے چھوٹے سکندر شاہ جن کی شادی ان

کے تایا کی بیٹی زرینہ شاہ سے ہوئی سکندر شاہ کے دو بچے تھے قرت العین اور سنان شاہ۔ سکندر شاہ سے چھوٹی فرح شاہ جن کی شادی ان کی پسند سے عتیق ملک سے ہوئی ان کے بھی دو بچے اہان ملک اور مناہل ملک تھے۔ سب سی چھوٹے شہباز شاہ جن کی شادی ان کی یونی فیلو فاخرہ بیگم سے ان کی پسند سے ہوئی ان کے تین بچے تھے مہرماہ شاہ زمان شاہ اور زین شاہ۔

حال-:

زین رک جا سالے کمینے آج نہیں بچے گا رک ذرا۔ آمنہ بیگم جو کہ تسبیح کر رہی تھی آہان اور زین کو لڑتے دیکھ ان کی طرف متوجہ ہوئی

یار معاف کر دے توں تو بھائی ہے میرا۔ زین نے ہاتھ جوڑتے کہا

معافی کے بچے لگتا سالے اک بار توں میرے ہاتھ تو لگ۔ اہان زین کے پیچھے بھاگتے بولا۔

ان کو اک دوسرے سے لڑتے دیکھ آمنہ بیگم نے وجہ پوچھی

اس ذلیل انسان سے پوچھے نانو یہ ابھی میرے ساتھ کیا کر کے آیا ہے یہ کیوں بلکہ میں خود بتاتا ہوں۔ آہان آمنہ بیگم کے پاس جاتے بولا۔

نانو! آج ہم جو گنگ پر گئے تھے یہ سالہ میرے پیچھے لڑکی لگا آیا۔ آہان غصے سے زین کو دیکھتے بولا جبکہ اس کے دیکھنے پر زین نے اپنے دانتوں کی نمائش کی۔

اس کو ہنستے دیکھ آہان کا خون کھول اٹھا اور اس نے پاس پڑا کوشن زین کے منہ پر دے مارا جو اس نے بڑی مہارت سے کیچ کر لیا۔

نانو وہ پاگل لڑکی میرا نمبر مانگ رہی تھی اور یہ جناب اس کو کہتے ہیں کہ میں اسے پسند کرتا ہوں۔ آہان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ زین کو جان سے مار ڈالے۔

دادو میں تو اس کی بھلائی کر رہا تھا اور یہ لاڈ صاحب ہیں کہ میرے پیچھے پر گئے بھلائی کا تو کوئی زمانہ ہی نہیں۔زین دادو کے پاس بیٹھتا بولا۔

یار میں نے تو تیرا بھلا کیا کہ توں کب تک کنوارا رہے گا۔زین دانت نکالتے بولا۔

اس کے اس انداز پر آہان کو تپ چڑھ گئی اور وہ ایک بار پھر اس کے پیچھے لپکا۔اور آمنہ بیگم آپنا ہنستا بستا گھر دیکھ کر مسکرا اٹھی

زین جو اپنے دیہان بھاگ رہا تھا کہ اچانک کسی وجود سے ٹکرا ایا۔

یا خدا! یہ کونسا گینڈا مجھ سے ٹکرا گیا- مناہل بنا سامنے دیکھے بول ہی تھی۔ جبکہ زین اس کے گینڈا کہنے پر اس کو گھور رہ گیا۔

تم منحوس انسان تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ مناہل غصے سے بولی۔

کیا کر رہا ہوں کا کیا مطلب میرا گھر ہے جہاں جاؤں تمہیں اس سے کیا۔زین کندھے اچکا کر بولا۔

اس کے اس انداز پر مناہل کو تپ چڑھی۔

تم جاہل انسان جہاں مرضی لوفروں کی طرح گھومو مگر میرے سامنے مت آنا۔ منحوس شکل دیکھ لی صبح صبح یااللہ میرا دن اچھا کرے بس۔ یہ کہتے ہی وہ کچن میں گھس گئی جبکہ زین اسے پیچھے سے گھورتا رہ گیا۔ جبکہ پیچھے کھڑا آہان اپنی ہنسی کنٹرول کر رہا تھا۔

کھل کے ہنس لے سالے یوں عورتوں کی طرح پھس پھس کے کیوں ہنس رہا ہے۔ یہ کہتے ہی وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔ جبکہ پیچھے آہان کا قہقہہ گونجا تھا۔

لاکھ لعنت تیری شکل پہ۔ زین پیچھے مڑتا اسے لعنت سے نواز چکا تھا جسے آہان نے سر کو خم دے کر تسلیم کیا۔

شاہ ولا ایک بہت خوبصورت محل نما گھر تھا۔ مینشن میں داخل ہوتے ایک بڑا سا لون جس میں طرح طرح کے رنگ برنگے پھول تھے ایک طرف ایک فوارہ تھا جسے فراح بیگم کے شوق کے مطابق بنایا گیا تھا۔ لون کی دوسری جانب میز اور اس کے ارد گرد کرسیاں تھیں۔ گھر میں داخل ہوتے ایک بڑا سا لاونج تھا جہاں 3 سیٹر صوفے پڑے اور درمیان میں شیشے کا خوبصورت میز۔ بائیں جانب کچن جبکہ درمیان میں سیڑھیاں تھیں۔ شاہ ولا میں زیادہ تر سفید اور سیاہ رنگ کا استعمال کیا گیا تھا جو کہ آمنہ بیگم کی پسند تھی۔

شاہ ولا کی طرح اس گھر کے مکین بھی بہت اچھے تھے۔ امن اور اتفاق اس گھر کے لوگوں میں شامل تھا ۔ایک دوسرے سے محبت کرنا اور ان کو سمجھنا شاہ ولا کے لوگوں کا پسندیدہ کام تھا۔شاہ ولا اپنے آپ میں محبت اور امن کی مثال تھا۔

ناشتے کا دور چلا سربراہی کرسی پر آمنہ بیگم براجمان تھیں۔ جبکہ ان کے دائیں جانب ابرہیم شاہ ان کے ساتھ ان کی بیگم عالیہ شاہ اور ان کے ساتھ ذرینہ بیگم اور ساتھ سکندر شاہ سیٹ سنبھالے بیٹھے تھے ۔امنہ بیگم کے بائیں جانب فاخرہ بیگم اور شہباز شاہ بیٹھے تھے۔ جبکہ ساتھ ہی ینگ پارٹی بیٹھی تھی۔

آہان بیٹا تم آتے ہوئے فراح کو بھی ساتھ لے آتے ناشتہ کرتے ہوئے ابرہیم شاہ آہان ملک سے مخاطب ہوئے۔

نہیں ماموجان مناہل رات ادھر ہی رکی تھی تو میں اسے لینے آیا تھا ان شا اللہ ماما بھی بہت جلد آپ سے ملنے آئے گی آہان نے شائستگی سے جواب دیا۔

بیگم یہ ذرا چائے تو پکرانا شہباز شاہ فاخرہ بیگم کو بولے۔

شاہ صاحب آپ کو چائے کے علاؤہ کچھ اور نہیں سوجھتا فاخرہ بیگم تپ کر بولی۔

وہ شہباز شاہ کی ہر آدھے گھنٹے بعد چائے پینے والی عادت سے تنگ آگئ تھیں۔

بیگم غصّہ کیوں کر رہی ہو صرف ایک کپ چائے ہی تو مانگی ہے_ شہباز صاحب بولے۔ جبکہ زین کی زبان پر کھیلی ہوئی

پاپا ویسے آپ کو چائے والا بلانا چاہیے۔زین کی بات پر شہباز شاہ نے اسے گھورا جبکہ ینگ پارٹی اس کے نئے شوشے پر مسکرا اٹھی۔

تم سب تو ہو ہی میری چائے کے دشمن۔شہباز شاہ خود ہی چائے کا کپ پکڑے بولے۔

مناہل بچے چلیں۔اہان اپنے ہاتھ صاف کرتا بولا۔

جی بھائی۔مناہل بھی اپنا ناشتہ کرتے اٹھی

ہاں ہاں جاؤ ویسے بھی ہمارے گھر ایسی عجیب و غریب مخلوق کی کوئی جگہ نہیں۔زین صبح والی بات یاد کرتا بولا۔

بری بات زین۔فاخرہ بیگم اپنے بیٹے کو ٹوکتے بولی۔

اتنی پیاری تو بچی ہے میری۔فاخرہ بیگم مناہل کو اپنے ساتھ لگاتی بولی۔

جبکہ زین اپنی ماں کی بات سن کر عش عش کر اٹھا۔

آہان اور مناہل سب سے ملتے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے

جبکہ اس کے بعد سب اپنی اپنی منزلوں کی طرف روانہ ہوئے۔

یار میر بس کر توں کیوں خود کو تکلیف دے رہا ہے۔زوہیب میر کے کمرے میں آیا جہاں وہ بغیر شرٹ کے بالکونی میں کھڑا سگریٹ پی رہا تھا۔

لیکن شاید اس کے وجود کو کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔

کیسی تکلیف ؟میر نے زوہیب کی طرف دیکھتے پوچھا۔

یہ بغیر شرٹ کے اس وقت ٹھنڈ میں کر رہا ہے یہ تکلیف نہیں تو اور کیا ہے۔

اپنے محبوب کی آنکھوں میں خود کے لیے نفرت دیکھی ہے میں نے اس سے بڑھ کر بھی کوئی تکلیف ہوتی ہے کیا۔میر شاہ کرب سے بولا۔

یہ اذیت توں نے خود کے لیے خود بنی ہے زوہیب تنگ آ کر بولا۔

جبکہ میر شاہ کو اس کی کوئی بات سے کوئی فرق نہیں پڑا

میری بات مان لے پلیز میر۔زوہیب نے ایک بار اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

کیا گارنٹی ہے کہ اس کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا ؟کیا وہ میرا یقین کرے گی ؟کیا میں بچ جاؤں گا ؟میر شاہ غصے سے بولتا واش روم میں چلا گیا۔

جبکہ زوہیب سر جھٹک کر رہ گیا۔

مہرماہ؛عینی اور انشراح لاونج میں بیٹی ٹی وی پر ڈرامہ دیکھ رہی تھی جب عالیہ بیگم ان کے پاس آئی۔

بیٹا ساتھ والے گھر میں نئے لوگ شفٹ ہوئے ہیں؛سنا ہے اس کا شوہر نہیں ہے پتا نہیں بیچاری کسی مرد کے بغیر کیسے رہ رہی ہوں گی_عالیہ بیگم افسوس سے بولی۔

آپ کو کس نے بتایا بڑی مما؟ عینی نے عالیہ بیگم سے سوال کیا۔

ابھی زین اور زمان آپس میں بات کر رہے تھے تو میں نے سن لیا۔

اوہ اچھا! انشراح نے سمجھتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا۔

کیوں نہ ہم ان سے جا کر ملے اور دیکھیں وہ کیسے لوگ ہیں اور کون کون ہے ان کی فیملی میں. مہرماہ خوشی سے بولی۔

ہاں میں بھی یہی کہتی ہوں کہ تم لڑکیاں جا کر ہو آؤ اور اگر انہیں مدد کی ضرورت ہوئی تو کر دینا۔ زرینہ بیگم لاونج میں داخل ہوتے بولی۔

ان کی بات پر تینوں نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنی چادریں لیتی ساتھ والے گھر گئ۔

زمان شاہ آفس میں بیٹھا تھا جب سنان شاہ آفس میں داخل ہوا۔

کیا ہوا پریشان گ رہے ہو۔ سنان نے زمان سے سوال کیا۔

کچھ نہیں یار بس ایسے ہی۔ زمان بات کو ٹالتے بولا

جبکہ مقابل سنان شاہ تھا۔

زمان مجھے بتاؤ تم کیا سوچ رہے ہو؟

کچھ نہیں بس میر کے بارے میں سوچ رہا ہوں کہ چھ سال ہو گئے لندن گئے ہوئے لیکن واپسی کا کوئی امکان نہیں اس کی بات سنتے سنان نے بھی پریشان کن نظروں سے اسے دیکھا۔

ہاں یہ تو ہے لیکن وہ بنا کوئی وجہ بتائے چلے گئے ہمیں یہ بھی نہیں پتا کیوں گے۔سنان نے موبائل دیکھتے جواب دیا۔

خیر تم ٹینشن نہیں لو سب ٹھیک ہو جائے گا۔سنان اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

اچھا میں چلتا ہوں میری ایک ضروری میٹنگ ہے۔زمان اسے کہتے ہی باہر کو چلا گیا۔

جبکہ سنان ابھی بھی میر شاہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

نہیں بھائی یہ table وہاں سامنے رکھو زرا سنبھال کر۔ثناء بیگم جو کہ گھر کا سامان سیٹ کروا رہی تھی۔

کہ اچانک ان کی نظر main gate پر پڑی۔جہاں سے وہ تینوں اندر داخل ہو رہی تھیں۔

جی آپ کون ؟ان کو اندر آتا دیکھ ثناء بیگم ان کے پاس آئی۔

اسلام علیکم !ان تینوں نے یک زبان سلام کیا۔

وعلیکم اسلام !ثناء بیگم نے مسکرا کر سلام کا جواب دیا۔

آنٹی ہم یہاں ساتھ والے گھر میں رہتے ہیں ہمیں معلوم ہوا کہ آپ یہاں نئے آئے ہیں اس لیے آپ کی مدد کے لیے آ گئے۔

ممایہ صوفے کہاں پر رکھوانے ہیں۔ تبھی ثناء بیگم کی بڑی بیٹی حورین وہاں پر آئی۔
سفید رنگت ء کالے گھنے بال اور گرے آنکھیں ء ان تینوں کو وہ کوئی پری لگی۔
بیٹا یہ ساتھ والے گھر سے آئی ہیں ہماری مدد کرنے کے لیے۔ ثناء بیگم نے مسکرا کر جواب دیا۔

اوا چھا My name is hurain Nice to meet you
حورین نے مسکرا کر کہا۔
انہیں حورین بہت اچھی لگی۔ انہوں نے بھی اپنا تعارف کروایا۔ اتنی دیر میں وہاں روح بھی آ گئی جس نے ساری باتیں سن لی تھیں۔ hi!

My name is rooh I am hurain's sister,
سفید رنگت, لمبے سیاہ بال، موٹی آنکھیں وہ آسمان سے اتری کوئی شہزادی ہی لگ رہی تھی۔
آنٹی آپ کو کوئی مدد چاہیے۔ انشراح نے ثناء بیگم سے پوچھا۔
نہیں بیٹا سب ہو گیا بہت بہت شکریہ آپ کا۔ ثناء بیگم نے شائستگی سے جواب دیا۔
ٹھیک ہے آنٹی مگر آج رات ڈنر آپ ہمارے ساتھ کریں گے۔ مہرماہ نے خوشی سے کہا۔
نہیں نہیں بیٹا۔۔۔ ابھی وہ کچھ بولنے ہی لگی تھیں کہ عینی بول پڑی۔
Please آنٹی منع مت کریے گا please
اس کے اس طرح بولنے پر ثناء بیگم کو اس معصوم پر پیار آیا۔

Okay بیٹا میں ضرور آؤ گی

Thank you آنٹی اب ہم چلتے ہیں اور رات کا انتظام کرے

یہ کہتے ہی وہ وہاں سے چلی گئی۔

اتنے میں حورین کا فون بجا اپنا فون دیکھتے ہی اس کے چہرے پر مسکان آئی اور وہ فوراً چھت پر بھاگ گئی

۔

جبکہ ثناء بیگم اور روح اپنے کاموں میں مصروف ہو چکی تھیں۔

زوہیب اور میر اپنے آفیس میں فائل ڈسکس کر رہے تھے کہ اچانک میر شاہ کو چکر آنے لگے اور اس نے بے اختیار اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیا۔

Are you okay?

زوہیب نے میر سے پوچھا۔

Yes I am fine.

میر نے چہرے پر مسکراہٹ سجائے کہا۔

کم از کم مجھ سے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں۔ زوہیب فائل بند کرتے ہوئے کہا۔

اچھا تو گھر جا باقی کا کام میں دیکھ لوں گا۔ زوہیب میر کے کندھے پر ہاتھ رکھتا بولا۔

ہمم۔ میر اپنا موبائل اور کار کی چابی اٹھاتا باہر نکل گیا۔ جبکہ پیچھے سے زوہیب نے اس کی خوشیوں کی دعا کی تھی۔

کہاں سے آرہی ہو کرہ ارض۔ زین ان کو اندر آتا دیکھ کر بولا۔

جبکہ عینی اپنا نام بگاڑنے پر اس کو غصے سے دیکھنے لگی۔

میں کرہ ارض ہوں تو تم سانڈ اس کے منہ میں جو آیا وہ بول دیا۔

بلکہ خود کو سانڈ بولے جانے پر اس کا دل کیا کہ عینی کا سر دیوار میں دے مارے۔

اندھی ہو کیا آنکھیں ہے یا باٹن اسے سانڈ نہیں body کہتے ہیں لڑکیاں مرتی ہیں اسی body پر ۔زین غصے سے بولا۔

اندھی میں نہیں وہ لڑکیاں ہیں جو ایسے سانڈ جیسے انسان پر مرتی ہیں۔

کیا کروں میں تم لوگوں کا کیوں اتنا لڑتے ہو بچے نہیں ہو تم لوگ۔ فاخرہ بیگم جو کچن میں کام کر رہی تھی ۔اوازیں سن وہ لاونج میں آئی۔

مما یہ مجھے سانڈ بول رہی ہے۔ زین نے عینی کی شکایت کی۔

چچی جان پہلے اس نے مجھے کرہ ارض بولا۔ وہ بھی دو بدو بولی۔

بس کرو تم دونوں ہر وقت لڑتے رہتے ہو۔ فاخرہ بیگم کو تو مانو غصّہ چڑھ گیا۔
چچی جان ساتھ والے جو نئے لوگ شفٹ ہوئے ہیں ہم نے آج رات انہیں ڈنر پر بلایا ہے۔ فاخرہ بیگم کو زیادہ غصے میں دیکھ انشراح بولی۔
اچھا کیا بیٹا تم لوگوں نے انہیں بلالیا اب میں رات کے کھانے کی تیاری کرواتی ہوں۔ اور تم ویلوں کے سردار مجھے بازار سے سامان لا کر دو۔ یہ کہتے ہی وہ واپس کچن میں چلی گئی جبکہ زین عینی کو گھورتا ان کے پیچھے چلا گیا۔

رات کو تمام گھر والے لاونج میں انتظار کر رہے تھے جیسے ہی عالیہ بیگم کی نظر باہر سے آتی ثناء بیگم پر پڑی۔
ثناء تم؟ عالیہ بیگم کو تو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا یہ ہی حال ثناء بیگم کا تھا۔

عالیہ بیگم اور ثناء بیگم بچپن میں ایک سکول میں پڑھتی تھیں جس سے ان دونوں کی گہری دوستی تھی کہ اچانک عالیہ بیگم کے والدین نے گھر شفٹ کر لیا۔ جس کے بعد وہ دونوں آپس میں مل نہ سکی۔

عالیہ بیگم نے سب کا تعارف کروایا۔

سبھی باتیں کر رہے تھے کہ اچانک حورین کا فون بجا اور وہ فون لیتی سب سے ایکسکیوز کرتی باہر چلے گئی۔

جب وہ سامنے سے آتے وجود سے ٹکرا گئی۔

اس سے پہلے کہ وہ زمین بوس ہوتی زمان نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے بچا لیا۔

Black pent;white shirt; black jacket

نیلی آنکھیں ماتھے پر بکھرے ہوئے بال بلاشبہ وہ کسی ریاست کا شہزادہ لگ رہا تھا۔

حورین کے دل نے بیٹ مس کی۔

وہ اپنے فون کو بلکل بھول چکی تھی۔

اس نے زمان شاہ سے دور ہونے کی کوشش کی۔

جبکہ زمان اس کی معصومیت میں کھو چکا تھا۔

اس نے زمان کے کندھوں پر ہاتھ سے دباؤ ڈالا تو وہ ہوش کی دنیا میں واپس آیا۔

I'm sorry

اسے سیدھا کھڑا کرتا وہ اندر کی جانب چلا گیا۔

زوہیب کا ارادہ اپنا کام مکمل کر کے میر شاہ کے پاس جانے کا تھا۔ اسی غرض سے وہ اپنا کام جلدی نپٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔ کہ اچانک اس کے موبائل پر کسی کا فون آیا۔

ہیلو! مگر آگے جو خبر سنی اس نے زوہیب کے اوسان خطا کر دیئے۔

ہاں ہاں کو۔۔۔کون سے ہسپتال۔

تم وہی رو کو میں ابھی آیا۔زوہیب اپنی گاڑی کی چابی لیتا پارکینگ کی جانب دوڑا۔

وہ بھاگتا ہوا ہسپتال کے اس روم میں آیا جہاں میر شاہ کو لے جایا گیا تھا۔

تھوڑی دیر پہلے زوہیب کو میر شاہ کے ملازم کا فون آیا جس نے اسے بتایا کہ میر شاہ کی طبیعت بہت خراب ہے جس کی وجہ سے وہ اسے ہسپتال لے آیا۔

ڈ۔۔ڈاکٹر کیسا ہے میر۔زوہیب نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔

دیکھیں ہمیں ان کا آپریشن کرنا ہو گا ورنہ ان کی جان کو خطرہ ہے لیکن وہ آپریشن کے لیے مان نہیں رہے۔ آپ جتنی جلدی ہو سکے انہیں آپریشن کے لیے راضی کر لیں۔ڈاکٹر زوہیب کا کندھا تھپتھپاتے چلا گیا۔

زوہیب اندر کمرے میں گیا جہاں میر شاہ لیٹے چھت کو گھور رہا تھا۔

میر۔زوہیب کے پکارنے پر میر نے اس کی طرف دیکھا۔

ہمم! میر نے ہنگورا بھرا۔

زوہیب دوڑتا ہوا میر کے گلے لگ گیا۔

کچھ نہیں ہوا میں ٹھیک ہوں۔ میر زوہیب کو خود سے الگ کرتا بولا۔

میر تجھ سے اک بات پوچھوں ؟زوہیب میر کے پاس سٹول پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

ہاں پوچھ ؟میر نے تجسس سے پوچھا۔

کیا توں مجھے اپنا دوست مانتا ہے ؟زوہیب میر کو دیکھتا بولا۔

یار توں تو جگر ہے میرا اس میں کوئی شق۔ میر زوہیب کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا بولا۔

آج تجھ سے کچھ مانگوں تو توں دے گا۔

کیا؟میر زوہیب کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

پلیز یار آپریشن کروا لے اس سے پہلے کہ میر کچھ بولتا زوہیب پھر بولا۔

تجھے ہماری دوستی کا واسطہ میر میری بات مان لے۔زوہیب میر کے آگے ہاتھ جوڑتا بولا۔

اگر مجھے کچھ ہو گیا تو؟میر نے زوہیب سے پوچھا۔

تجھے کچھ نہیں ہو گا مجھے اللہ پر پورا بھروسہ ہے بس توں میری بات مان لے۔زوہیب فوراً بولا۔

اچھا۔میر نے جواب دیا۔

زوہیب خوشی سے میر کے گلے لگ گیا۔

یہ ہوئی نہ میرے یار والی بات۔

دوستی خدا کا انمول تحفہ ہے۔ یہ تحفہ ہر کسی کو نہیں ملتا۔ دوستی تو احساس کا رشتہ ہے۔ اک دوسرے کی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ اک اچھا دوست ہماری زندگی سنوار دیتا ہے۔ سب کے نصیب میں خدا اچھا دوست نہیں لکھتا۔ یہ ایک انمول پھول ہے۔ جو ہر کسی کے باغ میں نہیں کھلتا۔

اگلی صبح سب لان میں بیٹھے دھوپ سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ چائے کا دور چلا۔ سب بڑے کرسیوں پر بیٹھے تھے جبکہ ینگ پارٹی نیچے گھاس پر بیٹھی۔ حورین اور روح کی سب سے اچھی دوستی ہو گئی تھی اس لیے وہ بھی یہاں موجود تھیں۔

بھائی صاحب ذرا چائے کا کپ پکڑائیے گا۔ ذرینہ بیگم شہباز شاہ سے بولی۔ یہ لیجیئے بھابھی۔ شہباز شاہ کپ پکڑاتے ہوئے بولے۔

بچوں تم لوگوں کو پتا ہے "صبر کیا ہے"۔ شہباز شاہ ینگ پارٹی کو مخاطب کرتے ہوئے بولے۔

کیا زین نے فوراً بولا۔

اپنے ہاتھوں سے اپنا چائے کا کپ کسی اور کو دینا ان کے اس جواب پر ابرہیم شاہ اور سکندر شاہ نے انہیں گھور کر دیکھا۔

تم ہمارے دل کا درد کیسے سمجھو گے

ہم نے اپنا چائے کا کپ بھی کسی اور کو دیا ہے۔

Like seriously Papa.

زمان شاہ جو کہ شاعری کا دیوانہ تھا اپنے سامنے شاعری کا ستیاناس ہوتے دیکھ تپ کر بولا۔

پتر جی کیا ہوا؟ شہباز شاہ نے زمان سے پوچھا۔

پاپا آپ اپنی محبوبہ کو شاعری سے دور رکھے۔ یہ کہتے ہی زمان شاہ گاڑی کی طرف بڑھا اور دیکھتے دیکھتے گاڑی شاہ ولا سے دور چلی گئی۔

حورین کی آنکھوں نے انجانے میں ہی زمان شاہ کا پیچھا کیا۔

جبکہ سب دوبارہ اپنی باتوں میں لگ گئے۔

آمنہ بیگم کی آنکھوں میں نا چاہتے ہوئے بھی آنسو آ گئے ان کے دل نے شدت سے میر شاہ کو دیکھنے کی دعا کی۔

اندر میر شاہ کا آپریشن جاری تھا جبکہ باہر کھڑا زوہیب خدا سے ہمکلام تھا۔ اس کا انتظار بڑھتا ہی جا رہا تھا ۔ آخر تین گھنٹے کے آپریشن کے بعد ڈاکٹر باہر آیا۔ زوہیب بھاگتا ہوا ڈاکٹر کے پاس آیا۔

ڈاکٹر میر کیسا ہے؟ زوہیب نے پھولی سانس سے سوال کیا۔

دیکھیں اگلے چوبیس گھنٹے ان کے لیے بہت ضروری ہیں۔اس بیماری میں یا تو انسان کی یاداشت چلی جاتی ہے یا پھر نہیں بھی جاتی۔لیکن اب یہ ہمیں ان کے ہوش میں آنے کے بعد ہی پتا چلے گا۔ڈاکٹر اپنے professional انداز میں کہتا وہاں سے چلا گیا۔

جبکہ زوہیب کا رخ مسجد کی طرف تھا۔

عالیہ بیگم فراح بیگم ذرینہ بیگم اور فاخرہ بیگم لاونج میں بیٹھی باتیں کر رہی تھی اور ساتھ ساتھ گاجر کا حلوہ بنانے کی تیاری کر رہی تھیں۔

میرا دل کرتا ہے میں اپنے زمان کے لیے ثناء کی بیٹی حورین لے آؤں۔فاخرہ بیگم گاجر چھیلتی ہوئی بولیں

۔

ہاں واقعی ہی بری اچھی بچی ہے۔ذرینہ بیگم بھی خوشی سے بولی۔

چلو پھر اماں جی سے بات کر کے ثناء سے بات کرتی ہوں۔عالیہ بیگم بولی۔

بھئی میں تو راضی ہوں مجھے بھی وہ بچی بڑی پسند ہے۔خوب جچے گی جوڑی ہمارے بچے کی۔آمنہ بیگم لاونج میں آتے بولی۔

چلو پھر میں آج ہی بات کرتی ہوں۔عالیہ بیگم خوشی سے بولی۔

کوئی بچے سے بھی پوچھ لو کہ کہی کسی اور کو تو پسند نہیں کرتا۔ فرح بیگم بولی۔

تبھی زمان شاہ اندا آتا دکھائی دیا۔

زمان بیٹا ہمیں تم سے ضروری بات کرنی ہے۔ امنہ بیگم بولی۔

جی دادو کیا بات کرنی ہے۔ زمان صوفے پر بیٹھتا بولا۔

بیٹا جی ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی شادی ثناء بیگم کی بیٹی حورین سے کر دیں بس آپ کی مرضی جاننی ہے۔

دادو جیسے آپ کی مرضی۔ زمان شاہ بظاہر سنجیدگی سے بولا جبکہ من میں لڈو پھوٹ رہے تھے۔ اخر کو وہ پہلی بار اسے دیکھتے اپنا دل اس کے پاس چھوڑ آیا تھا۔

چلو یہ تو اچھی بات ہے میں آج ہی ثناء بیگم سے بات کرتی ہوں۔ عالیہ بیگم خوشی سے بولی۔

شام کو عالیہ بیگم ذرینہ بیگم کے ہمراہ ثناء بیگم کے گھر گئے۔

اسلام و علیکم! آج کیسے آپ کو ہمارے گھر کا راستہ یاد آیا۔ ثناء بیگم خوشی سے بولی۔

بس آپ سے ضروری بات کرنی تھی بلکہ آج ہم آپ سے کچھ مانگنے آئے ہیں۔ ذرینہ بیگم ثناء بیگم کے گلے لگتے بولی۔

جی جی ضرور آئے بیٹھیں۔

دراصل ہم اپنے زمان کے لیے حورین کا رشتہ لینے آئے ہیں۔عالیہ بیگم بات کا آغاز کرتے ہوئے بولی۔

یہ تو آپ نے میرے دل کی بات کر دی۔ثناء بیگم خوشی سے بولی۔

ہم لوگ اگلے مہینے سنان اور انشراح کی شادی کا سوچ رہے ہیں تو ساتھ ہی ان دونوں کا فرض ادا کر دیں گے۔کیا خیال ہے آپ لوگوں کا؟ذرینہ بیگم بولی۔

جی جی کیوں نہیں۔ثناء بیگم گویا ہوئیں۔

ایسے ہی چند باتوں کے بعد ذرینہ بیگم اور عالیہ بیگم گھر روانہ ہوئی اور پہنچ کر سب کو خوشی کی خبر سنائی۔

زمان کی تو خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا آخر کو اس نے اپنی محبت کو بنا کسی رکاوٹ کے پا لیا تھا۔

رات کو حورین وقاص سے فون پر بات کر رہی تھی جب ثناء بیگم کمرے میں داخل ہوئی

مما آپ؟حورین موبائل اک طرف رکھتے بولی۔

جی بیٹا مجھے آپ سے ضروری بات کرنی تھی۔ثناء بیگم حورین کو سر پر پیار کرتے بولی۔

جی مما کہیں۔حورین نے جواب دیا۔

بیٹا میں نے آپ کا رشتہ فاخرہ بیگم کے بیٹے زمان شاہ سے کر دیا ہے۔

حورین کے سر پر بم ہی تو پھٹا تھا۔

مما! آپ ایسا کیسے کر سکتی ہیں؟ حورین چیخ کر بولی۔

کیا مطلب تمہاری اس بات کا۔ ثناء بیگم غصے سے بولی۔

میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں مما۔ حورین نے ثناء بیگم کو بتایا۔

میری اک بات کان کھول کر سن لو حورین؛ تمہاری شادی زمان شاہ سے ہی ہو گی؛ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ ثناء بیگم یہ کہتے اٹھ کھڑی ہوئی۔

پر مما۔ حورین کچھ کہتی کہ ثناء بیگم بولی

اگر تم نے میری بات نہ مانی حورین تو مجھے اپنی ماں مت کہنا۔ ثناء بیگم یہ کہتے چلی گئی۔

جبکہ حورین وہاں بیٹھ کر رونے لگی۔

آئی ہیٹ یو زمان شاہ

میں کبھی تمہاری نہیں ہو گی تم مجھے حاصل تو کر لو گے مگر کبھی پا نہیں سکو گے۔

حورین اپنے یونی فیلو کو پسند کرتی تھی مگر وہ اس سے نہیں اس کے جسم سے محبت کرتا تھا۔

میر شاہ کا آپریشن کامیاب ہو گیا تھا لیکن ابھی ڈاکٹر نے اسے ریسٹ کا بولا تھا۔ جبکہ زوہیب اس کا ہر طرح خیال رکھ رہا تھا۔

-------------------رات کو آمنہ بیگم نے زین شاہ کو اپنے کمرے میں

بلایا۔

جی دادو آپ نے بلایا۔ زین کمرامیں داخل ہوتے بولا۔

ہاں مجھے میر کا نمبر ملا کر دو۔

جی دادو۔ زین نے میر کا نمبر ملا کر دیا۔

اسلام و علیکم ! میر شاہ سپیکنگ۔ فون پر میر شاہ کی بھاری آواز گونجی۔

و علیکم السلام ! میرا بچہ کیسا ہے۔ دادی نے پیار سے پوچھا۔

بلکل فٹ۔ آپ کیسی ہیں ؟ میر شاہ پیار سے بولا۔

میں بھی ٹھیک ہوں۔ بیٹا کب ارے ہو پاکستان ؟ دادی نے پوچھا۔

دادو ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میر شاہ اپنا ماتھا مسلتا بولا۔

میر شاہ میری اک بات کان کھول کر سن لو اب اگر تم نہ آئے تو میرا مری کا منہ مت دیکھنا۔ پھر میرا تم سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ کہتے ہی دادی نے فون بند کر دیا۔

ریلکس دادو ورنہ آپ کا بی پی تیز ہو جائے گا۔

تبھی زین کے موبائل پر میسج آیا جسے پڑھ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

مبارک ہو دادو بھائی واپس آ رہے ہیں۔ زین چہک کر بولا۔

واقعی؟ دادی نے پوچھا۔

جی دادو ابھی بھائی کا میسج آیا ہے کہ وہ اسی ہفتے واپس آ رہے ہیں۔

چلیں آپ آرام کرے میں یہ گڈ نیوز سب کو دے کر آتا ہوں۔ زین یہ کہتے ہی چلا گیا۔

ینگ پارٹی لاونج میں بیٹھی تھی جب زین نے انہیں زمان حورین اور انشراح سنان کی شادی کا بتایا جس سے انشراح کے چہرے پر شرمیلی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ جبکہ باقی ینگ پارٹی نے ہوٹنگ کی۔

ایک اور گڈ نیوز ہے تم لوگوں کے لئے۔ زین نے صوفے پر بیٹھے ہوئے بتایا۔

وہ کیا؟ مہرماہ نے خوشی سے پوچھا۔

میر بھائی اگلے ہفتے پاکستان واپس آ رہے ہیں۔

جہاں سب کے چہروں پر مسکراہٹ کھلی وہاں عینی کے چہرے پر نفرت کی لہر دوڑی اور وہ اٹھ کر کمرے میں چلی گئی۔

فائنلی چھ سال بعد میر گھر واپس آ رہا ہے۔ زمان نے خوشی سے کہا۔

آج میر شاہ کی واپسی تھی گھر میں ہر کوئی خوش تھا سوائے اک وجود کے۔

عالیہ بیگم کی تو خوشی سے بات بار آنکھیں بھیگ جاتی اور آمنہ بیگم کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ نہیں تھا آخر کو ان کا لاڈلا پوتا آج واپس آرہا تھا۔

سنان آہان زین اور زمان سن ایئرپورٹ پر میر شاہ کا انتظار کر رہے تھے

تبھی وہ انہیں اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔

زمان بھاگ کر اس کے پاس آیا آخر کو اس کا یار چھ سال بعد واپس آرہا تھا۔

باری باری سب اس سی ملے اور شاہ ویلا کی طرف روانہ ہوئے۔

شاہ ویلا میں آج خوشیوں کا سماں تھا۔ اخر کو آج شاہ ویلا کا بڑا اور لاڈلا بیٹا واپس آرہا تھا۔

سنو لڑکی میر شاہ کا کمرا تیار کروا دیا۔ آمنہ بیگم شاہین سے بولی۔

ج بی بی جی کروا دیا ہے۔

تبھی باہر گاڑی رکنے کی آواز آئی۔

خواتین سمیت ینگ پارٹی سب باہر آئے جبکہ عینی صبح سے سر درد کا بہانا کر کے اپنے کمرے میں بند تھی۔

میر شاہ اپنی مغرور چال چلتا اندر کی جانب بڑھ رہا تھا۔بلیک شرٹ؛ بلیک پینٹ اور لیدر کی بلیک جیکٹ پہنے سفید رنگت نیلا آنکھیں ماتھے پر بکھرے بال ہونٹ آپس میں پیوست کیے وہ اندر آیا اور آمنہ بیگم کے گلے لگ گیا۔

میں صدقے قربان میرا شہزادہ آیا۔امنہ بیگم اس کا ماتھا چومتے بولی۔

آمنہ بیگم کے بعد وہ سب سے ملا اور آخر میں عالیہ بیگم پاس آیا۔

عالیہ بیگم نے اسے گلے لگایا دونوں کی آنکھوں میں آنسوں رواں تھے۔

جتنا یہ عورتیں آنسو بہاتی ہیں نہ اس سے کراچی کا پانی پورا ہے جائے۔ماحول کو نارمل کرنے کے لیے زین نے خوشی چھوڑا جس سے سب کے چہروں پر مسکراہٹ کھلی۔

میر شاہ نے ادھر ادھر نظر دوڑائی مگر وہ دشمن جاں کہی نظر نہ آئی۔

بھائی تانک جھانک کیا کر رہے ہو اپنا ہی گھر ہے اندر جا کر دیکھ لینا۔زین اک بار پھر بولا۔

جس پر میر شاہ نے مسکرانے پر اکتفا کیا۔

عینی نے یہ منظر بالکنی سے دیکھا۔

رات کو شب نے خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا۔

جبکہ عینی اپنے کمرے میں بند تھی۔

آج سر میں بہت درد ہے۔ شہباز شاہ بولے۔

آپ ڈنر کریں میں آپ کو میڈیسن دیتی ہوں۔ فاخرہ بیگم فکر مندی سے بولی۔

نہیں۔

بس ہمارا اک کام کیجیے

نام چائے کا لے کر ہم پر دم کیجیے

شہباز شاہ کی اس بات پر سب مسکرائے جبکہ زمان شاہ تپ گیا۔

آپ کی اس محبوبہ کی وجہ سے میری شاعری کا ستیاناس ہو گیا خبر دار جو آپ نے شاعری اور چائے کو جوڑا۔

برخوردار کیا ہو گیا۔ شہباز شاہ نے سوال کیا۔

کچھ نہیں۔ وہ یہ کہتا دوبارہ کھانے کی جانب متوجہ ہو گیا۔

رات تقریباً 12 بجے کے قریب عینی کو بھوک لگی تو اس نے کچن کا رخ کیا کہ اچانک کسی وجود سے ٹکرا گئی اس سے پہلے کہ وہ زمین پر گرتی مقابل نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جانب کھینچا۔

لائٹ کی مدھم روشنی میں وہ مقابل کا چہرا دیکھنے میں کامیاب ہو گئ

عینی نے نفرت سے اپنا ہاتھ کھینچا اور واپس اپنے کمرے میں چلی گئ۔

میر شاہ بھی اپنا سر جھٹکتا چھت پر چلا گیا۔

میر شاہ چھت پر بیٹھا چاند کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے۔

زمان شاہ کو دیکھ کر میر شاہ نے سکون کی سانس لی۔

طبیعت کیسی ہے ؟زمان بھی چاند کو دیکھ کر بولا۔

ٹھیک۔ میر شاہ نے اک لفظی جواب دیا۔

کب تک اس اذیت میں رہو گے۔ زمان نے چاند سے نظریں ہٹا کر اس کو دیکھا۔

تا قیامت۔ میر شاہ کے لہجے میں اذیت تھی۔

زمان شاہ نے میر کی خوشیوں کی دعا کی۔

------------- زمان شاہ میر شاہ سے بہت چھوٹا تھا لیکن میر شاہ اپنا ہر راز زمان کے سامنے کھولتا۔ اس کی محبت صرف عالیہ بیگم اور زمان شاہ کو پتا تھی۔

اگلی صبح سب ناشتے کے میز پر موجود تھے۔ امنہ بیگم سربراہی کرسی پر براجمان تھیں۔

آج شام ہم بچوں کی شادی کے دن رکھیں گے۔ آمنہ بیگم نے اعلان کیا۔

لیکن ماں اتنی جلدی سب کیسے ہو گا. فاخرہ بیگم پریشانی سے بولی۔

سب ہو جائے گا بہو تم فکر مت کرو۔ امنہ بیگم مسکرا کر بولی۔

ٹھیک ہے میں پھوپھو کو فون کر کے بلا لیتا ہوں۔ زین خوشی سے چہکتے بولا۔

آخر کو اس کا یار اس کا اس سے ملنے آئے گا۔

او کے مما میں آفس جا رہا ہوں۔ میر شاہ اپنے ہاتھ نیپکین سے صاف کرتا بولا۔

ارے بیٹا ایسے کیسے ابھی کل تو تم آئے ہو۔ ذرینہ بیگم بولی۔

نہیں چچی جان میری ایک اہم میٹنگ ہے۔ مہر شاہ اپنا کوٹ پہنتا بولا۔

مگر بیٹا آج تو گھر پر رسم ہے۔ اب کی بار آمنہ بیگم بولی۔

جلدی واپس آجاؤں گا دادو۔ یہ کہتے ہی وہ ایک نظر اپنی دشمن جاں کو دیکھتا چلا گیا۔

پاکستان آنے سے پہلے میر شاہ اپنا سارا بزنس یہاں شفٹ کر چکا تھا۔ جس میں زمان نے اس کا بھرپور ساتھ دیا تھا

گھر کے سب بڑے تیاریوں میں مصروف تھے جبکہ ینگ پارٹی اپنی تیاریوں میں مصروف تھیں۔ فراح بیگم بھی آچکی تھیں۔ شاہ والا میں اس وقت رونق عروج پر تھی۔

__________ زین شاہ جو لاونج میں داخل ہو رہا تھا سامنے دیکھ ڈر گیا۔

جہاں مناہل نے منہ پر Black mask لگایا تھا۔

اوئے چمگادڑ میں ہوں۔ مناہل نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

یہ کالی ماتا کیوں بنی ہوئی ہو۔ زین نے مناہل سے پوچھا۔

یہ Black mask ہے اس سے colour fair ہوتا ہے۔ مناہل نے زین کی نالج میں اضافہ کیا۔

اووبی بی! ایسے کام کمروں میں کیا کرو۔ میرا ترہ نکال دیا تم نے۔ زین شاہ بھڑک گیا۔

ہم جہاں مرضی کریں تمہیں اس سے کیا؟ مناہل نے دوبدو جواب دیا۔

یار توں کیا ہر وقت میری بہن سے بستی کرواتا رہتا ہے۔ آہان جو کہ ابھی باہر سے آیا تھا ان دونوں کو لڑتا دیکھ زین سے مخاطب ہوا۔

اووبھائی تیری بہن ہی لڑاکن ہے۔ زین فوراً بولا۔

تم نے مجھے لڑاکن چولا؟ مناہل لڑاکن عورتوں کی طرف بولی۔

جی ہاں! زین سکون سے بیٹھتے بولا۔

آہان پانی کا گلاس لبوں سے لگاتا ان کی لڑائی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

مناہل یار یہ کب اتارنا ہے؟ مہرماہ لاونج میں آتی بولی جہاں اس کے منہ پر golden mask لگا تھا۔

مہرماہ کو دیکھتے آہان کے منہ سے پانی فوارے کی صورت باہر آیا۔

لاحوہ ولا قوۃ۔ لڑکیوں کیا لگایا ہے منہ پر۔ اہان اسے دیکھ کر بولا۔

لگا پتا مجھ پر تو بڑا ہنس رہا تھا۔ زین آہان کا مذاق اڑاتا بولا۔

تم لوگ نہیں سمجھوں گے ہم لڑکیوں کی skin care ۔ مہرماہ نے جواب دیا۔

چل بھئ زین آجا یہاں چڑیلوں کا قبضہ ہے پھر کبھی آئیں گے۔ اہان ہے بولتا فوراً باہر بھاگا۔

زین بھی اس کی بات کا مطلب سمجھتا اس کے پیچھے بھاگا۔

جبکہ لڑکیوں نے غصہ نہ کیا ان کا کہنا تھا کہ غصہ کرنے سے ان کی سکن پر افیکٹ پڑے گا جو کہ وہ نہیں چاہتی تھی۔

شام ہو چکی تھی سب گھر والے بیٹھے باتیں کر رہے تھے جبکہ ینگ پارٹی باہر لان میں تھی عینی سب بڑوں کے ساتھ تھی اس کا کہنا تھا کہ وہ گھر کی بڑی بیٹی ہے روح اور حورین بھی ثناء بیگم کے ساتھ آئیں تھیں انشراح کے چہرے پر شرمیلی سی مسکراہٹ تھی اس کے برعکس حورین کو ان سب میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

حورین اس شادی کے لیے راضی تھی اس کا کہنا تھا کہ وہ زمان سے طلاق لے کر وقاص سے شادی کر لے گی اس کا کہنا تھا کہ کوئی بھی مرد ایسی عورت کو اپنے نکاح میں نہیں رکھتا جس کے دل میں کوئی اور ہو۔

عینی نے سب کو آکر خوشخبری دی کہ اگلے مہینے کی 2 تاریخ کو مہندی کا فنکشن ہے جسے سن کر سب بے حد خوش ہوئے تبھی انہیں گاڑی کے رکنے کی آواز آئی جس میں سے زمان شاہ اور میر شاہ نکلے تھے جبکہ سنان اپنے دوستوں کے ساتھ گیا تھا عینی نے ایک بھرپور نفرت کی نگاہ میر شاہ پر ڈالی اور اندر کی جانب بڑھ گئی زمان شاہ نے حورین کی طرف دیکھا جو کہ پیروں تک آتے سرخ فراک جس کے گلے پر خوبصورت کام ہوا تھا کانچ سی آنکھیں کھلے بال ہلکے لال ہونٹ وہ کھڑی زمان شاہ کا ضبط آزما رہی تھی خود پر زمان شاہ کی نظریں محسوس کر کے حورین نے رخ پھیر لیا جبکہ زمان شاہ آرام کرنے کی غرض سے اندر کمرے کی جانب چلا گیا۔

شادی کی تیاریاں عروج پر تھی۔

آج ینگ پارٹی نے شاپنگ پر جانا تھا ینگ پارٹی نے میر شاہ کو بہت مشکل سے منایا تھا اور عینی تو کسی صورت پر میر کی وجہ سے جانے کو تیار نہ تھی لیکن انشراح کے بار بار اسرارِ پر اس کی خوشی کے لیے جانے کو تیار تھی۔

اتنے لوگوں کو اک ساتھ مال میں دیکھتے ریسیپشن پر کھڑے لوگ حیران ہوئے۔ لڑکیاں اپنی شاپنگ کرنے میں مصروف تھیں اور لڑکے بھی اپنے سیکشن میں چلے گئے بقول زین کے ان کو لڑکیوں کی چیزوں میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

شام کے سائے ڈھل گئے پر لڑکیوں کی شاپنگ ابھی بھی ختم ہونے کو نہیں آرہی تھی۔ لڑکے تو خوب اکتا گئے تھے۔ میر شاہ اور زمان شاہ تو گھر چلے گئے تھے مگر باقی لڑکوں کو لڑکیوں کو لانے کے آڈرز تھے لیکن ان لڑکیوں کی کبھی کوئی چیز رہ جاتی تو کبھی کوئی۔ لڑکوں نے تو دھمکی بھی دی کہ اگر اب نہ آئی تو انہیں چھوڑ کر چلے جائیں گے مگر لڑکیوں پر کوئی اثر نہ ہوا.

آخر کار ان کی شاپنگ پوری ہوئی تو وہ گھر کے لیے نکلے راستے میں روح کی فرمائش پر ice cream کھانے رکے۔ گھر آتے آتے کافی دیر ہو چکی تھی اور سب کافی تھک چکے تھے اس لیے آرام کرنے کی غرض سے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

اگلے دن ینگ پارٹی نے ڈھولکی رکھی۔ روح اور حورین بھی شاہ ولا میں موجود تھیں

مناہل ڈھولکی بجارہی تھی جب کہ لڑکیاں گانے گا رہی تھیں۔

اوبی بی تبلہ نہیں بجانا ڈھولکی بجانی ہے۔زین نے اپنی ٹانگ اڑائی۔مناہل کو اس کی بات پر شدید غصہ آیا
۔

تمہیں آتی ہے تو تم بجالو۔مناہل نے چیلنج کیا۔

ایک کال کریں کیوں نہ ہم لڑکے اور لڑکیوں کا مقابلہ کریں۔روح نے اپنا جواز پیش کیا۔

سب اس بات پر راضی ہو گئے۔

دونوں پارٹیوں نے اچھا مقابلہ کیا۔

زین نے تو عاطف اسلم کے گانے کی خوب ٹانگیں توڑیں اگر عاطف اسلم اسے گانا گاتے سن لیتا تو اپنے گانے کے بیرا غرق ہونے پر خودکشی کرلیتا۔

اب مسئلہ یہ تھا کہ مقابلہ جیتا کون لڑکیوں کا کہنا تھا کہ وہ جیتی ہیں جبکہ لڑکے بضد تھے کہ ہم جیتے ہیں۔

اوے للو مقابلہ تو ہم جیتے ہیں تم لوگوں نے تو بس گانوں کی ٹانگیں توڑیں ہیں۔مناہل نے کہا۔

اور سب لڑکیوں نے اس کی حمایت کی۔

اوے چھپکلی ! ہم نے توڑیں تو تم لوگوں نے بھی اتنا بے سرا گایا قسم سے تم گا رہی تھی تو میرے کان پھٹنے کو تھے اگر تم تھوڑی دیر چپ نہ کرتی۔زین تپ کر بولا۔

ہاں جیسے تم لوگوں کے منہ سے تو پھول جھڑ رہے تھے۔مہرماہ نے بھی حصہ ڈالا۔

جو بھی ہے اس بار جیتے ہیں ہم ہی ہیں۔اس بار سنان بولا۔

چلو بھائی دلہے نے فیصلہ کر دیا ہے کہ ہم لوگ جیتے۔ اہان خوشی سے بولا۔

ایسے کیسے فیصلہ کر دیا بھائی دلہے نے۔ عینی نے کہا۔

ان کو پھر سے ایک دوسرے کا سر پھاڑنے کے در پر دیکھ کر امنہ بیگم نے مسئلہ حل کیا۔

اور کہا کہ دونوں پارٹیوں نے برابر کا گایا ہے مطلب کہ مقابلہ ڈرا ہو گیا لیکن دونوں پارٹیاں ہی اس فیصلے پر متفق نہ تھی لیکن امنہ بیگم کے کہنے پر سب کو ماننا ہی پڑا۔

شاہ ولا میں شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں کیونکہ شادی میں صرف تین دن باقی تھے آج دونوں دلہنوں کو مایوں بیٹھنا تھا۔

مایوں کی تیاریاں شاہ ولا کے وسیع لاونج میں کی گئی تھی سارے تیاریاں لڑکوں نے مل کر کی تھیں۔

پیلے رنگ کے قالین جس کے سائیڈوں پر رنگ برنگے کشن رکھے تھے بالکل درمیان میں رکھے گئے جھولے کو بہت خوبصورت پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ جس پر دلہنوں کو بیٹھنا تھا بلا شبہ لڑکوں نے بہت محنت کی تھی۔ اور ان کی محنت رنگ لائی تھی لڑکیاں ان کو سراہے بغیر نہ رہ سکی۔

ہائے اللہ! اتنا اچھا سجایا ہے کہ میرا دل کر رہا ہے خود ہی مائیوں بیٹھ جاؤں. آہان خوبصورت سجے ہوئے لانچ کو دیکھ کر بولا

باہر سے آتے میر شاہ کا قہقہ پورے شاہ ویلا میں گونجا کوئی نہ میرے ویر تیری باری تو انے دے اس سے بھی اچھا سجائیں گے۔سنان اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

اہان نے شرمانے کی بھرپور ناکام کوشش کی۔

ارے شرم کرو تم لوگ میں دلہا ہوں اور مجھ سے ہی کام کروا رہے ہو۔زمان تپ کر بولا۔

زمان جو باہر لائٹنگ کروا کر آرہا تھا ان کو ہنسی مذاق کرتا دیکھ اس کے تو زخم ہی تازہ ہو گئے کیونکہ اس کا کہنا تھا کہ میں دولہا ہوں میں کام کیوں کروں لیکن کسی نے اس کی دہائیاں نہ سنی اور کام پر لگا دیا

ہاں تو بھائی بعد میں مزے بھی تو تیرے ہیں۔ذین نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

خاک مزے نوکروں کی طرح کام کروا رہے ہو مجھ سے ارے بھائی دولہا ہوں میں دولہا۔زمان کا غصہ تو کسی صورت کم نہ ہو رہا تھا۔

ارے کہاں مزے بیچارے کے اب تو جوروں کا غلام بن جائے گا زن مرید بنے گا اپنا بھائی اب۔زین ایک بار پھر سے بولا۔

مطلب اپنا بھائی پرایا ہو گیا۔ اہان نے نقلی آنسو صاف کرتے کہا۔

فرح بیگم جو اندر آرہی تھی ان سب کو یوں ہنستا دیکھ غصے سے بولی۔

اگر ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچ لی ہو تو چلیں جا کے تیار ہو جائیں۔

ان کی بات سن کر سب اپنے اپنے کمروں میں دوڑے۔

مائیوں کا فنکشن شروع ہوا سب نے پیلے جوڑے پہنے تھے لڑکوں نے سفید کرتے اور اوپر سے پیلے مفلر لیے تھے جبکہ دلہنوں نے اوپر سے پیلی باز کر پہنی تھی تمام لڑکیوں نے پیلی پیروں تک اتی فراک پہنی تھی جبکہ دلہنوں نے گرارے پہنے تھے۔

سب سے پہلے بڑوں نے ہلدی لگائی۔ اس کے بعد ینگ پارٹی نے حورین کو تو سب نے اچھے سے ہلدی لگائی جبکہ انشراح کو سب نے تنگ کیا۔

کیوں میری ہونے والی بیوی کو تنگ کر رہے ہو؟ سنان اندر آتے بولا۔

جبکہ اس کے پیچھے سے تمام لڑکے آئے۔

امنہ بیگم نے سب کی نظریں اتاری

اچھا جی تو بچا لے اپنی ہونے والی بیگم کو۔ مہرماہ بولی۔ اچھا وہ کیسے ؟

آسان ہے ہلدی لگوائیں انشراح کی جگہ بیٹھ کر۔ مناہل بولی۔

او کے ڈن۔ زین بولا۔

چلو لاؤ بھائی ہلدی اپنے یار کو رنگنا ہے آج۔ اہان بولا

اس کی بات پر عینی فورا ہلدی لائی

یہ لیں کریں شروع۔ لڑکیاں بولی

سنان خاموشی سے انشراح کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

زین نے اپنے دونوں ہاتھوں پر مہندی لگائی اور سنان کے منہ پر مل دی اس کے بعد آہان نے پورا باول اٹھا کر سنان پر الٹ دیا جبکہ لڑکیوں کا ہنس کر برا حال تھا۔

اب ایا مزہ۔ عینی بولی۔

بڑے سخی بن رہے تھے آپ لگا پتہ اب اپ کو۔ اس بار مہرماہ بولی۔

ہم اپنی ہونے والی بیگم کی خاطر جان بھی دے دیں یہ ہلدی کیا چیز ہے۔سنان کے اس طرح بولنے سے انشراح کے گال سرخ پر گئے

السلام علیکم !میر اور زمان کی آواز پر سب نے پیچھے مڑ کر دیکھا جہاں وہ دونوں کھڑے تھے۔

لو آ گے دوسرے دلہا جی اب ان کی باری۔ سنان بولا۔

کیا ہوا؟ ان دونوں کو اپنی طرف اتا دیکھ زمان بولا۔

بس کچھ نہیں ہلدی لگانی ہے اپ کو سنان بھائی کی طرح۔ زین بول

زمان نے ایک نظر سے سنان کو دیکھا اور دوڑ لگادی کیونکہ وہ اس وقت ہلدی سے نہایا لگ رہا تھا۔

حورین نے یہاں آکر جو بات نوٹ کی تھی وہ یہ کہ زمان اور میر ہر وقت ایک ساتھ رہتے ہیں۔

بھائی رک جائیں۔ زین بولا۔

نہیں میں نہیں رک رہا۔ زمان بھاگتا بولا۔

تجھے حورین بھابھی کی قسم۔ اہان بولا۔

یہ سنتے ہی زمان کے قدم رکے اور وہ مسکرائی

واہ بھائی واہ اتنی محبت۔ اہان تاڑی بجاتے بولا۔

بھائی اب بھابھی کے نام پر زمان سے جو مرضی مانگ لو یہ سب دے گا۔ سنان بولا۔

اس کی بات پر سب مسکرادیے جبکہ اب زمان کا حال بھی سنسن جیسا تھا۔

رات دیر تک فنکشن چلتا رہا امنہ بیگم نے سب کو ڈانٹ کر دو بجے کمروں میں بھیجا۔

رات لیٹ سونے کی وجہ سے اگلی صبح سب لیٹ اٹھے جبکہ ینگ پارٹی ابھی سو رہی تھی صرف میر شاہ تھا جو کہ آفس جا چکا تھا اسے یہ سب رونق فضول لگتی کیونکہ اس کے دل کی دنیا ویران تھی وہ بظاہر تو مسکراتا لیکن اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔

دو دن بعد مہندی کا فنکشن تھا جو کہ شاہ ولا کے لاؤنج میں کیا جانا تھا سب بڑے اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے تبھی عینی ائی جو کہ ابھی ابھی اٹھی تھی عالیہ بیگم نے اس کے ہاتھ انشراح کو کھانا بھیجا اسی طرح یہ دن بھی تیاریوں میں گزر گئے۔

آج مہندی کا فنکشن تھا فنکشن کو کمبائن تھا

لان کو خوبصورتی سے سجایا گیا تھا لڑکیوں کو پالر لے جانے اور لانے کا کام ذین کا تھا جس پر اس نے خوب منع کیا لیکن اس کی کسی نے نہیں سنی۔

انشراح اور حورین کے ڈریس ایک جیسے تھے پنک کرتی پیلے شرارے کے ساتھ ملٹی دوپٹے لیے وہ آسمان سے اتری حوریں لگ رہی تھی جبکہ باقی لڑکیوں کے ڈریس ایک جیسے جبکہ رنگ مختلف تھے۔

تمام لڑکوں نے سفید کرتے ساتھ مختلف رنگوں کی واسکٹ پہنی تھی۔

رسم کا اغاز ہوا تمام بڑوں کے رسم کرنے کے بعد ینگ پارٹی کی باری ائی.

سب لڑکیوں نے ارام سے رسم ادا کی جبکہ اہان اور زین کا کہنا تھا کہ وہ کوئی کام سکون سے نہیں ہونے دے سکتے زین ایک پلیٹ لایا جس میں ڈفرنٹ رگوں کی مٹھائیاں تھیں.

ہم تو یہ کھلائیں گے اہان بولا.

نہیں ہمیں پتہ ہے یہ تم لوگوں کی کوئی شرارت ہے.

او یار قسم سے بالکل ٹھیک ٹھاک مٹھائی ہے زین بولا.

ہم کیسے یقین کرلیں. اس دفعہ زمان بولا.

یہ لو ہم پہلے بھابیوں کو کھلا دیتے ہیں. اہان بولا.

ہاں یہ صحیح ہے. سنان بولا.

زین اور اہان نے دونوں کو مٹھائی کھلائی جو کہ بالکل ٹھیک تھی.

لو اب دیکھ لو اب کھلالے تم لوگوں کو. زین بولا.

ہاں ہاں کھلالو. سنان مسکرا کر بولا.

ایک مٹھائی اہان جب کہ دوسرے زین نے پکڑی اور ان دونوں کو کھلانے لگے.

جیسے ہی انہوں نے بائٹ لی وہ ٹوٹ کر ان پر گری اور وہ دونوں کلیاں کرنے لگے اس کے اندر انڈے تھے جنہیں زین نے بڑی مہارت سے چھپایا تھا۔

ان دونوں کی ایسی حالت دیکھ کر دلہنوں سمیت سب ہنسنے لگے۔

سالے تم دونوں کو تو ہم بعد میں بتائیں گے۔سنان منہ صاف کرتا بولا۔

تیرا تو پتہ نہیں لیکن میں ابھی بدلوں گا۔زمان بولا۔

اور ساتھ ہی اس نے وہ مٹھائی پکڑ کے زین اور اہان کے ماردی جس کے ٹوٹنے سے ان دونوں کے منہ پر انڈا الگ گیا جبکہ سب لوگ وہاں پر ہنس رہے تھے زین کو انڈوں سے انتہا نفرت تھی وہ فوراً ٹشو سے اپنا منہ صاف کرتا ہے اپنے کپڑے بدلنے چلا گیا جبکہ ان بھی اس کے پیچھے گیا ایسے ہی کچھ ہی دیر بعد فنکشن اپنے اختتام کو پہنچا اور سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

آج بارات کا دن تھا برا شہر کے سب سے بڑے بینکوٹ میں منعقد ہونی تھی ینگ پارٹی پارلر میں تھی جسے زین نے لینے جانا تھا لڑکے سب ایک کمرے میں تیار ہو رہے تھے۔

او یار آج تیری ہی بارات ہے اٹھ جا۔زمان جو کہ رات کو دیر سے سویا تھا اب اس کی انکھ نہیں کھل رہی تھی۔

اہان تین بار اسے اٹھانے کے لیے اچکا تھا مگر مجال ہے کہ وہ ٹس سے مس ہو۔

ابے یار اٹھ جا سارے تیار ہیں۔ بس اک توں رہ گیا۔ اہان بلینکٹ کھینچتے بولا۔

یار سو لینے دے تھوڑی دیر بس۔

زمان کمبل لیتا ہے دوبارہ لیٹ گیا۔

کیا ہوا ابھی تک نہیں اٹھا۔ زین کمرے میں اتا بولا۔

نہیں یار۔

اہان بھی اس کے پاس بیٹھتے بولا۔

ابے کن کرن کی اولاد اٹھ جائے اج تیری شادی ہے۔ زین اسے ہلاتا ہے بولا۔

لگتا ہے ایسے تو تو نہیں اٹھے گا۔ زمان کو نہ اٹھتے دیکھ زین بولا۔

زین نے پاس پڑا پانی اس پر پھینک دیا۔

مما سیلاب آگیا۔ بچاؤ! بچاؤ! اچانک پانی گرنے سے زمان ہڑبڑا کر اٹھا۔

اٹھ جا بیٹا کوئی سیلاب نہیں آیا۔ اہان بولا۔

سالے کمینوں صبر یہ نہیں ہے تم دونوں میں۔ زمان غصے سے بیڈ سے اترتے بولا۔

کیا صبر ؟ او بھائی 12 بج گئے ہیں ایک بجے ہال میں پہنچنا ہے اٹھ کے تیار ہو جا شیر وانی تیری سنان کے کمرے میں ہے میں ذرا چڑیلوں میر امطلب لڑکیوں کو لے اؤں یہ کہتے ہی زمان باہر نکل گیا۔

اس کے پیچھے اہان بھی چلا گیا جبکہ زمان اب فرش ہونے جا رہا تھا۔

بارات آچکی تھی لڑکیاں رستہ روک کے کھڑی تھیں۔

تم لوگ کیا مانگنے والیوں کی طرح کھڑی ہو۔ اہان بولا۔

نیگ دو۔ روح ہاتھ اگے کرتے بولی۔

وہ کس چیز کا نیگ؟ سنان بولا۔

اندر جانے کا۔ اب کی بار عینی بولی۔

ہمارے پاس نہیں ہے ہٹو اب اندر جانے دو۔ زمان بولا۔

ایسے کیسے جیجو پہلے 50 ہزار پھر۔ روح نے ہاتھ اگے کیا۔

لو بھائی زمان لٹ گیا۔ زین بولا۔

اوئے انگور تم چپ کرو. مناہل بولی.

تمہیں کچھ کہا میں نے. زین دو بدو بولا.

لڑنا بعد میں پہلے پیسے لے لو. مہرمہ دونوں کو لڑتا دیکھ بولی.

جی تو بھائی دیں پیسے. مہرما بولی.

تم بھی قبضہ مافیہ کی طرح ہو. اہان بولا

جی۔ مہر ماہ نے مسکراتے جواب دیا۔

اچھا بھائی یہ لو. زمان a پیسے نکالتا ہے بولا.

جسے روح نے فورا تھام لیا.

چلو اب اندر جائیں. سنان بولا۔

ایسے کیسے پہلے اپ بھی پیسے نکال لیں۔ عینی بولی۔

کیا مطلب یہ تھوڑے ہیں۔ سنان بولا۔

یہ زمان بھائی نے دیے ہیں آپ الگ سے دیں۔ مہر ما بولی۔

چلو بھائی کنگال کر دو تم لوگ ہمیں۔ سنان انہیں پیسے دیتے کلس کر بولا۔

چلو اب جانے دو اندر۔

ہاں چلیے۔ روح بولی۔

امنہ بیگم نے سب بچوں کی نظر اتاری.

کچھ ہی دیر میں نکاح کی رسم ادا ہوئی۔

لڑکوں کو اب شدید کوفت ہونے لگی تھی ان کا بس نہیں چل رہا تھا وہ دوڑ کر اپنی بیویوں کے پاس چلے جائیں۔

کچھ ہی دیر میں حورین اور انشراح آتی دکھائی دی.

سرخ لہنگا نفاست سے کیا گیا میک اپ حورین اسمان سے اتری پری لگ رہی تھی۔

سنان کی نظر انشراح پر تھی جو کہ اپسرا الگ رہی تھی۔

دونوں نے سہارا دے کر دلہنوں کو سٹیج پر بٹھایا۔

کچھ ہی دیر میں لڑکیاں دودھ پلائی کی رسم کے لیے ائیں.

یہ لیں جیجو دودھ پیئیں اور 50 ہزار نکالے۔روح بولی۔

کیاااااا۔زمان حیرت سے بولا۔

اہ بھائی اہستہ بولیں۔سب ادھر ہی کھڑے ہیں۔

اہان جو کہ زمان کے پیچھے بیٹھا تھا اس کے اس طرح چلانے سے بولا۔

رہنے دو 50 ہزار میں پوری بھینس آجاتی ہے۔زین بولا۔تمہارا بولنا ضروری ہے؟ مناہل بولی۔

ہاں بھئ ہم لڑکے والے ہیں کیوں نہ بولے۔زین بولا۔

اب یار تم دونوں لڑنا بند کرو۔عینی بولی۔

ہاں بھائی دیں پیسے۔روح بولی

میرے پاس نہیں ہے۔زمان بولا۔

تو ٹھیک ہے بجو پھر ہمارے پاس ہی رہیں گی روح بولی۔

اوہیلو اب وہ میری بیوی ہے میرے پاس ہی رہے گی۔زمان دوبدو بولا۔

چلو یار پیسے دور خصتی کا ٹائم ہو رہا ہے۔میر شاہ سٹیج پر آتا بولا۔

زمان اور سنان نے پیسے دیے کچھ دیر بعد رخصتی کا شور اٹھا۔

حورین اور انشراح کو قران کے سائے تلے رخصت کیا گیا۔

گھر پر دونوں دلہنوں کا شاندار استقبال ہوا انشراح کو سنان جبکہ حورین کو زمان کے کمرے میں بٹھایا گیا

۔

لو بھائی یہ منگتیاں ادھر بھی کھڑی ہیں۔

اہان اگے لڑکیوں کے فوج دیکھ کر بولا۔

اب کیا چاہیے۔سنان بولا۔

نیگ۔مہرما فورا بولی۔

سنان نے اہان سے ایک بیگ منگوایا جس میں تین باکس تھے۔ یہ لو تم تینوں کا گفٹ۔ سنان تینوں کو ایک ایک بوکس دیتے بولا۔

واہ بھائی یہ تو بہت خوبصورت ہے۔ عینی بولی۔

سچ میں بھائی یہ بریسلٹ بہت خوبصورت ہے۔ مناہل خوشی سے بولی۔

چلو اب ہٹو اندر جانے دو۔ س۔ سنان انہیں سائیڈ پر کرتا اندر کمرے میں چلا گیا۔

زمان جو کہ سب مہمانوں سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں جا رہا تھا اگے پوری فوج کو دیکھ کر مسکرا کر ان کے پاس ایا۔ بھائی نیگ۔ مہر ما بولی۔

یہ لو بھائی کی جان۔ زمان نے بھی ان تینوں کو باکس دیے۔ جن میں خوبصورت لاکٹ تھے۔

تھینک یو بھائی۔ عینی بولی۔

ویلکم میری شہزادیوں۔ زمان انہیں گلے لگاتا بولا

چلیں اندر چلیں بھابھی انتظار کر رہی ہوں گی۔ مناہل بولی۔ اوکے بیٹا اب تم لوگ بھی ارام کرو۔

یہ کہتے ہی وہ تینوں وہاں سے چلے گئے۔

سنان کمرے میں داخل ہوا جہاں انشراح بیڈ پر گھونگٹ لیے بیٹھے اس کا انتظار کر رہی تھی۔

سنان اپنی شیر وانی۔ اتارے بیڈ پر انشراح کے پاس بیٹھ گیا۔ بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔ سنان اس کی چوڑیوں کو چھوتے بولا۔

شکریہ۔ گھنگھٹ میں سے انشراح کی اواز ائی۔

میری منہ دکھائی۔ انشراح فورا بولی۔

کیا منہ دکھائی بچپن سے تو دیکھ رہا ہوں۔ سنان شرارتی انداز میں بولا۔

سنان۔ انشراح غصے سے بولی۔

اچھا سوری میری جان یہ لو سنان نے ایک خوبصورت سالوکٹ انشراح کو پہنایا اور اس کے گردن پر اپنے ہونٹ رکھے۔ اپنی گردن پر اس کا لمس محسوس کرتے انشراح خود میں سمٹی۔

بہت محبت کرتا ہوں میں تم سے میری زندگی ہو تم۔ سنان اس کی پیشانی پر بوسہ دیتا بولا۔

اس کے اظہار محبت پر انشراح کے چہرے پر ایک مسکراہٹ رینگ گئی۔

اس کا دوپٹہ اتارے سنان اس کے ہونٹوں پر جھک گیا اور اپنے پیاس بجھانے لگا

اپنے محرم کا لمس پاکر انشراح نے اپنے بازو سنان کے گلے میں حائل کیے۔

انشراح کی خود سپردگی پر سنان مسکرایا اور اسے بیڈ پر لٹاتا اس پر جھک گیا۔

اج چاند بھی ان دونوں کی محبت دیکھتا بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا۔

زمان کمرے میں داخل ہوا جہاں حورین بیڈ پر بیٹھی تھی وہ اس کے پاس بیٹھتا اس کا ہاتھ تھام گیا۔

آج میں بہت خوش ہوں آج میری محبت میرے پاس ہے۔ زمان اس کا ہاتھ سہلاتے بولا۔

حورین نے فورا اپنا ہاتھ کھینچا اور بیڈ سے اتر گئی۔

حورین کیا ہوا؟ زمان اس کے قریب جاتے بولا.

دور رہیں مجھ سے نفرت کرتے ہوں میں آپ سے۔ حورین پیچھے ہوتے بولی۔

ک۔۔۔ ک۔۔۔ کیا مطلب تم۔ زمان نا سمجھی سے بولا۔

کسی اور سے محبت کرتی ہوں میں حورین نے زمان کے سر پر بم پھوڑا۔

ت۔۔۔ ت۔۔۔ تم جھوٹ بول رہی ہو نا۔ زمان اگے ہوتے بولا۔

دور رہیں مجھ سے حورین اسے دھکا دیتی بولی جس سے زمان پیچھے گرتے گرتے بچا۔

اگر اپ کو لگتا ہے کہ میں آپ کو اپنے قریب انے دوں گی تو یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ حورین نفرت سے بولی۔

اگر اپ کو لگتا ہے میں آپ کے ساتھ رہوں گی تو یہ آپ کی بھول ہے میں آپ سے طلاق لے لوں گی میں اپنی خوبصورتی اپ پر ضائع نہیں کروں گی مجھ پر میرے جسم پر صرف وقاص کا حق ہے۔ حورین چیختے ہوئے بولی۔ اور ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔

زمان کتنی دیر وہاں کھڑا رہا اسے جیسے اپنی سماعت پر یقین نہ آ رہا تھا اسے تو لگتا تھا کہ اس نے اپنی محبت پاے مگر وہ بھوک گیا تھا کہ محبت امتحان مانگتی ہے۔

زمان کو اپنا دل پھٹتا محسوس ہوا اس کا دل ٹوٹا تھا اج اسے میر شاہ کی تکلیف سمجھ آ رہی تھی۔ وہ جان گیا تھا کہ میر اس وقت کتنی تکلیف میں ہے

زمان اپنی انکھیں صاف کرتا سوٹ نکال کر واش روم میں بند ہو گیا۔

اس کے واش روم میں جاتے ہی حورین ایک سادہ لباس میں باہر ائی اور آ کر بیڈ پر ایک طرف لیٹ گئی

۔

کچھ دیر بعد زمان باہر نکلا اور بیڈ سے اپنا کوشن لیتا صوفے کی جانب بڑھ گیا۔

حورین اپنا سر جھٹکتی انکھیں موند گئی جبکہ زمان اپنی اگلی زندگی کے بارے میں سوچتا پھر اذیت کا شکار ہونے لگا۔

---------------اگلے صبح سب ڈائننگ ہار میں بیٹھے تھے

انشراح کے منہ پر شرمیلی سے مسکراہٹ تھی سب لوگ بہت خوش تھے۔

جب کو زمان معمول کے برعکس خاموش تھا۔

زمان بیٹا کیا ہوا طبیعت ٹھیک ہے۔اسے یوں دیکھ کر فاخرہ بیگم بولی۔

کچھ نہیں مما بس تھکاوٹ ہو رہی ہے۔زمان بات بدلتے بولا۔

تبھی ڈائننگ ہال میں میر شاہ کی بھاری اواز گونجی جو کہ ابھی جوگینگ سے آرہا تھا۔

اسلام و علیکم!

سب نے مسکرا کر سلام کا جواب دیا جبکہ زمان اپنی کرسی سے اٹھتا میر شاہ کے گلے لگ گیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

اسے اس طرح روتے دیکھ سب لوگ پریشان ہو گئے جبکہ میر شاہ کو جھٹکا لگا اس نے حورین کی طرف دیکھا جو اس کے دیکھنے پر نظریں جھکا گئی مگر وہ حیران تھے اس کے رونے پر۔

ہاں وہ رو رہا تھا اج ایک مرد جس نے اپنی محبت پالی تھی لیکن پھر بھی رو رہا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ اس سے الگ ہوا انسو صاف کرنے لگا۔

نشا بچے میرے کمرے میں چائے لاؤ۔میر بولا۔

جی بھائی۔ انشراح فوراً سے چائے بنانے چلی گئی۔
زمان شاہ 10 بجے مجھے میرے آفس ملو۔ یہ کہتے ہی میر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

زمان میر کو پہلے بتا چکا تھا کہ وہ حورین سے محبت کرتا ہے لیکن زمان کا ری ایکشن میری شاہ کا غصہ دلا گیا۔ زمان شاہ جان تھی میر شاہ کی میر شاہ واپس اپنے خول میں آ رہا تھا جہاں سب لوگ سمجھ رہے تھے کہ میر شاہ اب غصہ نہیں کرتا وہاں اس کے آج کے ریکشن نے ایک بار پھر سب کو خوف میں مبتلا کر دیا۔

------------------- ---

زمان شاہ تیار ہو کر میر کے افس کے لیے روانہ ہو رہا تھا جب اسے یاد آیا کہ وہ گاڑی کی چابی روم میں ہی بھول گیا تبھی وہ روم کی جانب بڑھا جہاں حورین کسی سے فون پر بات کر رہی تھی۔
نہیں وقاص میں آپ سے محبت کرتی ہوں حورین پیار سے بولی۔
نہیں نہیں وقاص انہوں نے مجھے چھوا تک نہیں مجھ پر صرف اپ کا حق ہے۔ وہ بات کرتے کرتے پیچھے مڑی جہاں زمان کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

حورین نے فورا فون بند کر دیا۔

تمہارا معصوم چہرہ دیکھ کر لگتا نہیں حورین چودری کہ تم نے ایک دل ویران کیا ہے۔

یہ کہتے ہی زمان گاڑی کے چابی لیتا باہر چلا گیا جبکہ حورین پیچھے ساکت کھڑی تھی۔

کیا ہو رہا ہے یہ سب ؟میر شاہ زمان سے بولا۔ جس جو اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

میر شاہ کے کہنے پر زمان نے اسے سب بتا دیا جسے سن کر میر شاہ پریشان ہو گیا۔

وہ تو اس اذیت سے بخوبی واقف تھا وہ تو پل پل مرنے کی اذیت سے واقف تھا وہ جانتا تھا اپنے محبوب کی انکھوں میں نفرت دیکھنا آسان نہیں اپنے تمام معاملات وہ خدا کے سپرد کر چکا تھا لیکن زمان وہ کیا کرتا اسے تو اذیت بھی اس کی بیوی کی طرف سے مل رہی تھی۔ زمان شاہ میں میر شاہ کی جان تھی۔ وہ تڑپ اٹھا تھا اپنے بھائی کی تکلیف پر اس کے بس میں ہوتا وہ خود حورین کے دل میں اس کی محبت ڈال دیتا۔

میر شاہ اور زمان شاہ دونوں ہار گئے تھے دونوں کو ان کی محبت کے ہاتھوں شکست ہوئی تھی۔

شام میں دونوں کا ولیمہ تھا جسے وسیع پیمانے پر ارینج کیا گیا تھا۔

حورین پنک میکسی میں جبکہ انشراح سکائی بلو میکسی میں ملبوس تھی۔

جبکہ لڑکوں نے سود پہنے تھے سنان نے بلیک پینٹ کوٹ جبکہ زمان نے بلو پہن رکھا تھا۔

دونوں لڑکیاں آسمان سے اتری حوریں لگ رہی تھیں۔

سنان انشراح کی تعریف کر رہا تھا جس پر کبھی تو وہ مسکراتی تو کبھی شرما جاتی۔

ان دونوں کو دیکھ کر سب خوش تھے جبکہ حورین اور زمان کی طرف سے پریشان۔

اور اوپر سے زمان کا صبح والے ری ایکشن کے بعد سب پریشان تھے۔

دونوں دلہن سٹیج پر بیٹھی تھی مگر اج اور کل میں فرق تھا کل جہاں تک زمان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اج وہاں اذیت تھی جسے وہ سب بڑی مہارت سے چھپا رہا تھا۔

اج حورین کو یوں سجا دیکھ اس کے دل میں کوئی ہلچل نہیں مچی تھی۔

اس کے سارے جذبات جیسے ماند پڑ گئے ہوں۔

وہ اس کی سیج سجائے بیٹھی تھی مگر دل میں کسی اور کا بسائے رکھا تھا۔

زمان شاہ بے بس تھا اج خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔ اخر کیوں میرے ساتھ ایسا ہوا میں نے کبھی کسی کا برا نہیں سوچا اخر کیوں مجھے یہ تکلیف ملی یہ سوچ آتے ہی زمان سختی سے انکھیں میچ گیا۔

سر! اینی ڈرنک ؟ ایک بیٹر میر شاہ کے پاس ٹرے لاتا بولا جس میں مختلف مشروبات تھے۔

نو! مجھے یہ پسند نہیں۔ میر یہ کہتے موبائل پر کچھ ٹائپ کرنے لگ گیا۔

اوکے تھینک یو! سر۔ ویٹر یہ کہتے ہی اگے بڑھ گیا۔

تمہیں تو جوس وغیرہ بہت پسند تھے۔ عینی جس نے ان دونوں کی باتیں سن لی تھی آ کر میرے شاہ سے کہنے لگے۔

اہ! سوری میں تو بھول گئی تھی کہ کسی پسند کی چیز کو چھوڑنا تمہارے لیے کونسا مشکک کام ہے۔

کیا مطلب ؟ میری شاہ نے ائی بروا چکائی۔

مطلب یہ کہ تمہارے لیے کسی کو چھوڑنا کون سا مشکل کام ہے اپنی پسند سے منہ موڑنا تو تمہیں خوب آتا ہے۔ عینی نے میر شاہ کے دل پہ وار کیا اور وہاں سے چلے گی۔

جب کہ مرشد کتنی دیر وہی ساکت کھڑا رہا۔

جب تک مجھے پیسے نہیں ملتے میں نہیں چھوڑوں گا۔زین حورین کا گھٹنا پکڑ کے بیٹھا تھا۔

جبکہ دوسری طرف اہان نے انشراح کا گھٹنا پکڑا تھا۔

پیسے دو گھٹنا چھرواا اہان مزے سے بولا۔

کیا مطلب کس چیز کے پیسے۔زمان حیرانگی سے بولا۔

مطلب یہ بھی ایک رسم ہے جس میں دیور بھابھی کا گھٹنا پکڑتا ہے اور اسے پیسے ملتے ہیں کل لڑکیوں نے تم لوگوں کو لوٹا ہم نے سوچا آج ہم لوٹ لیں۔اہسن بولا۔

کوئی پیسے نہیں ہیں ہمارے پاس چلو اٹھو یہاں سے۔سنان اہان کو بولا۔

کیا مطلب نہیں ہے کل لڑکیوں نے دو لاکھ کی دیہاڑی لگائی ہے ہمیں بھی دو ہمیں نہیں پتہ۔زین بولا۔

کیا مطلب دیہاڑی لگائی ہے وہ رسم ہے۔عینی فورا بولی۔

ہاں تو ہم بھی رسم کر رہے ہیں ہمیں بھی پیسے دو۔اہان اپنے نقلی انسو صاف کرتا بولا۔

قسم سے زین میں اپنا والٹ نہیں لایا چاہے تو چیک کر لے۔زمان بے بسی سے بولا۔

میں کیا کروں پیسے چاہیے تو بس چاہیے۔ زین ضدی لہجے میں بولا۔

زمان نے مدد طلب نظروں سے میر شاہ کی طرف دیکھا۔ تبھی میر شاہ نے اپنی جیب سے چیک بک نکالی اور پانچ لاکھ کا چیک سائن کر کے زمان کو دیا جس نے فوراً اسے زین کو تھما دیا۔

چل اب اٹھ۔ زمان بولا۔

ہاں ہاں یہ لو اٹھ گیا مجھے بھی کوئی شوق نہیں یہاں بیٹھنے کا۔ زین اٹھتے ہوئے بولا۔

واہ بھئی واہ اسے دے دیے پیسے مجھے نہیں۔ سنان دہائی دیتے بولا۔

یار مانا زمان شاہ تیرے جگر کا ٹکڑا ہے مگر ہم بھی تیرے کچھ لگتے ہیں۔ سنان بولا۔

جگر کا ٹکرا نہیں محبوبہ بول محبوبہ۔ زین دانت نکالتے بولا۔

جبکہ میر شاہ ان کی باتوں پر سر جھٹکتا اک اور چیک سائن کر کے سنان کو دے دیا جس نے وہ چیک احان کو تھما دیا۔ ایسے ہی تقریب اپنے اختتام کو پہنچی سائن۔

میر شاہ معمول کے مطابق چھت پڑ گیا اگے زمان کو کھڑا دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

میر شاہ کو روز چھت پر آنا پسند تھا وہ گھنٹوں چاند کو دیکھتا اور اس سے اپنے دل کی کہتا مگر کبھی چاند بادلوں کے ساتھ انکھ مچولی کھیلتا جو کہ میر شاہ کی مسکراہٹ کا باعث بنتا۔

خیریت زمان تم اس وقت یہاں ؟میر شاہ کرسی پر بیٹھتا بولا۔

ویسے ہی کھلی ہوا میں بیٹھنے کو دل کر رہا تھا۔زمان بھی میر کے ساتھ بیٹھتا بولا۔

جانتا ہوں جب محبوب کی انکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھو تو ایسا ہی کھلی فضاؤں میں بیٹھنے کو دل کرتا ہے۔میر چاند کو دیکھتا بولا۔

تم نے یہ سب کیسے برداشت کیا؟میر زمان میر کا چہرہ دیکھتے بولا.

جب انسان اپنے محبوب سے بچھڑتا ہے تو سب سے پہلے صبر اتا ہے وہ صبر اسے مضبوط بناتا ہے اور سب برداشت کرنے کا ہنر سکھاتا ہے۔میر شاہ کسی غیر مری نقطے کو دیکھتے بولا۔

میر تم نے یہ سب کہاں سے سیکھا؟مطلب کوئی تمہیں دیکھ کر یہ کہہ نہیں سکتا کہ تم اذیت میں ہو مجھے بھی یہ سکھا دو۔زمان بے چارگی سے بولا۔

اللہ نہ کرے زمان تمہیں اپنے جذبات چھپانے پڑے انسان اندر ہی اندر مر جاتا ہے میرے پاس کوئی نہیں تھا جو مجھے سنبھال سکے جو مجھے سن سکے لیکن زمان تمہارے پاس میں ہوں اور تم جب چاہو میرے گلے لگ کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر سکتے ہو میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا ہمیشہ۔میر زمان کی بات پر تڑپ کر بولا۔

چلو تم اب کمرے میں جاؤ بہت وقت ہو گیا ہے۔زمان ہاں میں سر ہلاتا چلا گیا مگر میر شاہ کا ارادہ ادھر ہی ٹھہرنے کا تھا۔

انشراح کا ارادہ چینج کر کے ارام کرنے کا تھا تبھی سنان اندر داخل ہوا۔

کیا کر رہی ہے میری وائفی۔ سنان اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لیتا بولا۔

کچھ نہیں چینج کرنے جا رہی تھی۔ انشراح اپنے پیٹ پر سناں کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھتے بولی۔

ایسے کیسے ابھی تو میں نے تمہاری تعریف نہیں کی۔ سنان اس کا رخ اپنی جانب کرتا اس کی پیشانی پر بوسہ دتا بولا۔ لیکن !ابھی انشراح کچھ بولتے سنان نے اس کے لبوں پر لب رکھ دیے اور اپنے تشنگی مٹانے لگا۔

کچھ دیر تک جب اسے دور نہ ہوا تو اس نے اس کی شرٹ کو جھٹکا دیا جسے اس نے اس کے ہونٹوں کو ارام سے ازاد کیا۔

انشراح اس کے سینے پر سر رکھے لمبے لمبے سانس لینے لگی۔سنان اس کی کمر سے سہلانے لگا۔

تم ٹھیک ہو انشراح؟سنان نے فکر مندی سے پوچھا۔

ج۔۔۔جی۔انشراح اس کے سامنے ہوتے بولے۔

سنان نے انشراح کا رخ دوسری جانب موڑا اور اس کی میکسی کی زپ کھولی اور اس کے کندھے پر اپنا لمس چھوڑنے لگا۔

انشراح نے اپنا رخ فورا سنان کی جانب موڑ لیا اور اپنے سینے پر ہاتھ رکھے خود کو چھپانے لگی۔

نہ میری جان ایسا نہیں چلے گا۔سنان اس کے دل کے مقام پر لب رکھتا بولا۔

مجھے اپنے بچے زمان سے پہلے اس دنیا میں لانے ہیں۔سنان کی اس بات پر انشراح نے اپنا چہرہ سنان کے سینے میں چھپانا چاہا۔

سنان نے انشر کو کو اپنی باہوں میں اٹھایا اور بیڈ پر لے ایا اور اس پر جھک گیا۔

جہاں ایک خوبصورت رات ان کی منتظر تھی۔

زمان کمرے میں داخل ہوا تو حورین اپنے چہرے پر لوشن لگا رہی تھی وہ ایک نظر اس پر ڈالتا اپنے کپڑے لیتا واش روم میں بند ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد زمان باہر نکلا تو حورین بیڈ پر بیٹھی تھی۔زمان اپنا کشن اٹھاتا صوفے کی جانب بڑھ گیا۔

مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔حورین انگلیاں مروڑتے بولی۔

کہو کیا کہنا ہے۔زمان اس کی طرف دیکھتا بولا۔

وہ اپ مجھے ط۔۔ط۔۔طلاق کب دیں گے۔حورین ہمت کرتے بولی۔

تمہیں مجھ سے طلاق کیوں چاہیے۔

کیونکہ میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں۔

تو تم نے شادی سے پہلے کیوں نہیں بتایا کسی کو۔زمان اذیت بڑے لہجے میں بولا۔

میں نے بولا تھا مما کو لیکن انہوں نے آپ سے زبردستی میری شادی کروادی۔ حورین نے اس کے دل پر ایک اور وار کیا۔

زمان کے چہرے پر تنزیہ مسکراہٹ ائی۔

جتنی ہمت کر کے تم مجھ سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہو اتنی ہمت لگا کر اپنی مما کو منا لیتی تو آج یہ دل نہ ٹوٹتا۔ زمان قرب سے بولا۔

کیا مطلب۔ حورین نے نا سمجھی سے اس کی طرف دیکھا۔

مطلب یہ کہ تب مجھے اتنی تکلیف نہ ہوتی کہ میری محبت مجھے نہیں ملی لیکن اب بہت تکلیف میں ہوں میں کہ جسے میں نے محبت کی وہ کسی اور سے محبت کرتی ہے وہ کسی اور کے خواب سے جائے بیٹی ہے۔

خیر چھوڑو میں تمہیں کچھ وقت تک طلاق دے دوں گا۔ زمان یہ کہتے ہی لیٹ گیا۔ اور اپنی انکھیں انکھوں پر ہاتھ رکھ لیے شاید نمی چھپانے کے لیے۔

حوعین بھی لائٹس بند کرتی لیٹ گئی۔

اگلے دن سب ڈائننگ ہال میں بیٹھے تھے جب ینگ پارٹی نے سمندر پر جانے کی خواہش کی بچوں کی خواہش دیکھتے ہوئے سکندر شاہ نے انہیں اجازت دے دی۔

زمان کے اصرار کرنے پر میر شاہ ان کے ساتھ جانے کو تیار تھا۔ ینگ پارٹی نے چار بجے نکلنا تھا ۔میرے شاہ کا کہنا تھا کہ وہ ایک میٹنگ اٹینڈ کر کے انہیں جوائن کرے گا سب اپنی اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

زمان کمرے میں داخل ہوا تو حورین الماری میں سے کچھ نکال رہی تھی۔

حورین بات سنو۔زمان کے اس طرح اچانک بلانے پر وہ ڈر گئی جس وجہ سے الماری کا دروازہ اس کے سر پر لگا۔

اہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔حورین درد سے کراہی۔

زمان فورا اس کے پاس آیا۔

کیا ہوا تم ٹھیک ہو؟زیادہ لگی تو نہیں ؟ دھیان کہا تھا تمہارا؟زمان اس کا ماتھا مسلتا بولا۔

جہاں اس کے چوٹ لگی تھ

م۔۔۔۔۔میں ٹھیک ہوں۔ حورین دور ہوتے بولی۔

زمان کو اس کا اس سے دور جانا برا لگا لیکن وہ برداشت کر گیا۔

آپ مجھے کیوں بلا رہے تھے۔اسے خاموش دیکھ حورین بولی۔

ہاں وہ تمہیں کچھ دینا تھا۔

کیا؟

یہ تمہاری منہ دکھائی کا گفٹ اگر کوئی تم سے پوچھے تو تم یہ دکھا دینا۔ وہ اسے ایک بریسلٹ دیتا بولا۔

حورین نے اسے تھام لیا۔

زمان نے وہ بریسلٹ بڑے پیار سے لیا تھا وہ چاہتا تھا کہ وہ یہ بریسلٹ اسے خود پہنائے اور اسے بتائے کہ وہ اس سے کتنی محبت کرتا ہے۔

لیکن یہاں سب کچھ ختم ہو گیا تھا۔ شاید قسمت کو یہی منظور تھا۔

زمان بھی اپنے کپڑے نکالتا واش روم میں چلا گیا کیونکہ کچھ دیر بعد انہیں نکلنا تھا۔

مہرماہ۔ اہان نے اسے اواز دی۔

جی؟ مہرماہ جو کہ ابھی عالیہ بیگم کو چائے دے کر کمرے میں جا رہی تھی اہان کی اواز پر پیچھے مڑی۔

مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔ اہان بولا۔

جی کہیں کیا کہنا ہے۔ مہرماہ نے ارام سے جواب دیا۔

وہ۔۔۔۔۔۔۔۔ اہان کو ڈر لگ رہا تھا کہ مہرماہ الٹا اسے تھپڑ ہی نہ مار ڈالے۔

وہ کیا جلدی بولے مجھے تیار ہونے جانا ہے۔ محرماہ اسے ہچکچاتے دیکھ فورا بولی۔

ائی لو یو۔ اہان فورا بولا۔

واٹ ؟؟؟؟؟؟؟؟مہر ماہ حیرانگی سے بولی.

یس اچھی لگنے لگی ہو تم مجھے محبت کرتا ہوں میں تم سے۔اہان اس کا ہاتھ تھامتا بولا۔

اسے کچھ نہ بولتے دیکھ اہان دوبارہ بولا۔

تمہارے جواب کا منتظر رہوں گا میں ہو سکے تو تھوڑا جلدی جواب دینا۔

وہ یہ کہہ کر واپس جانے لگا کہ دوبارہ پلٹا۔

اور ہاں لیکن کوشش کرنا فیصلہ میرے حق میں ہو یہ کہتا ہوا فوراوہاں سے چلا گیا۔

جبکہ محرماہ کو جب سمجھ ائی تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ نے جگہ لی۔

شام کو سب سمندر کے پاس پہنچ گئے فاخرہ بیگم کے کہنے پر وہ روح کو بھی ساتھ لے کر ائے تھے سب بہت خوش تھے اور بھرپور انجوائے کر رہے تھے۔

زمان ان سب سے الگ سمندر پاس کھڑا کہیں اور کھویا تھا۔ جہاں کچھ لوگ سمندر میں کنکریاں مار رہے تھے اور شاید مقابلہ کر رہے تھے کس کا کنکر دور تک جاتا ہے۔

کیا سوچ رہے ہو؟میر شاہ تھوڑی دیر پہلے آیا تھا زمان کو سمندر کے کنارے کھڑا دیکھ اسی طرف اگیا۔

کچھ نہیں یار بس دیکھ رہا ہوں کہ یہ مارنے والے یہ نہیں سوچتے کہ وہ پتھر کتنی گہرائی تک گیا ہے۔ زمان نے کھوئے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

کیا مطلب؟ میر نے نہ سمجھی کہ انداز میں پوچھا۔

یہی کہ لوگ باتیں سناتے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ وہ باتیں اسے کتنی بری لگی ہوں گی کتنی تکلیف ہوتی ہو گی انہیں سن کر کیا گزرتی ہو گی ان کے دلوں پر۔ زمان نے جواب دیا۔

یہ سمندر کتنا خاموش ہے نا زمان؟ میر شاہ سامنے دیکھتے بولا۔

زمان نے ائی برو اچکائے جیسے پوچھ رہا ہو اس سب کا میری باتوں سے کیا تعلق۔

اس کا ہی سارا مسکرا ایا۔

مطلب یہ کہ اس وقت سمندر خاموش ہے کب طوفان آجائے کچھ پتہ نہیں اسی طرح ہماری زندگی ہے کہ کب اللہ تعالی کی طرف سے ازمائش آجائے پتہ نہیں لیکن اللہ کے بندے اگر صبر سے کام لیں تو اللہ انہیں ہمت دیتا ہے صبر دیتا ہے تاکہ انہیں زیادہ تکلیف نہ ہو وہ رب تو 70 ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے سب کی دلوں کی بات جانتا ہے تو یہ تمہارے بارے میں بھی جانتا ہے بس تھوڑا صبر سے کام لو۔ میر اسے سمجھاتے بولا۔

اور پیچھے مڑ کر دیکھنے لگا جہاں زین اور رہاں کے درمیان کوئی بحث چل رہی تھی۔

چلو انہیں بھی دیکھ لیں۔ یہ کہتے ہی زمان اگے بڑھا اور میری شادی اس کے پیچھے چلنے لگا۔

کیا ہوا کیوں لڑ رہے ہو؟ زمان انہیں دیکھتے پوچھنے لگا.

یار ان دونوں نے ریس لگائی تھی اب ان دونوں کی لڑائی چل رہی ہے کہ کون جیتا۔

جبکہ لڑکیوں کا کہنا ہے کہ اہان جیتا۔

چلو ایک کام کرتے ہیں اب زمان اور اہان کا مقابلہ کرواتے ہیں۔

میرا بھائی اب تجھ سے بدلہ لے گا۔زین بولا۔

یہ بھی ٹھیک ہے۔سنان نے اس کا ساتھ دیا۔

ریس شروع ہو گئی تھی ایک گھوڑے پر اہان اور دوسرے پر زمان بیٹھا تھا۔

وائٹ شرٹ بلیک پینٹ اوپر سے جیکٹ پہنے زمان کو شہزادہ لگ رہا تھا۔

وہ شہزادہ جس کے چہرے پر اذیت رقم تھی زمان اگے تھا جبکہ اہان اس کے پیچھے تھا۔

کم اون بھائی جیت کر آنا۔زین نے اواز لگائی۔

اوہیلو میرا بھائی جیتے گا۔مناہل اسے تنگ کرتے بولی۔

اوئے چھپکلی میرا تم سے بحث کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔اتنی دیر میں اہان زمان سے اگے نکل گیا۔

بھائی میری عزت کا سوال ہے میری ناک مت کٹوا دینا۔زین احان کو اگے نکلتا دیکھ بولا۔

تبھی زمان نے گھوڑے کی لگام کھینچی اور اگے بڑھا۔

جس پر زین نے خوشی سے تالیاں بجائیں۔

اس طرح زمان ریس جیت گیا۔

زمان ابھی گھوڑے پر سوار تھا۔

میر نے اہان کا گھوڑا پکڑا اور اس پر بیٹھ کر اگے کو بڑھ گیا زمان بھی اس کے پیچھے نکل گیا۔

لو بھئی یہ لیلی مجنوں پھر نکل گئے۔ اہان انہیں جاتا دیکھ بولا۔

ینگ پارٹی اپنی باتوں میں مصروف ہو گئی۔

تقریبا ادھے گھنٹے بعد وہ دونوں واپس ائے۔

پھر سب نے ایک ہوٹل میں کھانا کھایا اور گھروں کو روانہ ہو گئے۔

ایک گاڑی میں میر شاہ عینی مہرماہ مناہل اور زین تھے۔ جبکہ دوسری گاڑی میں سنان انشراح حورین اور روح تھے۔ اور اہان اور زمان بائیک پر تھے۔

اااااااا۔۔۔۔ اچانک عینی کی چیخ کی اواز آئی۔

میر نے فوراً بریک لگائی۔

کیا ہوا؟میر فکر مندی سے بولا۔

گول گپے ؟عینی باہر دیکھتے ہوئے بولی۔

گول گپے ؟زین نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

ہاں وہ دیکھو گول گپے مجھے گول گپے کھانے ہیں۔عینی نے ایکسائٹڈ ہوتے ہوئے کہا۔

تو اس میں چیخنے کی کیا ضرورت تھی ؟میر شاہ نے کہا۔اور مجھے لگا تم نے اپنا ائینے میں چہرہ دیکھ لیا۔زین نے اسے چڑانے کو کہا۔

اب مہر ماہ نے بھی جوش سے کہا کہ مجھے بھی گول گپے کھانے ہیں۔

اب ان دونوں کے شور مچانے پر وہ لوگ گاڑی سے اترے۔

ان کی گاڑی رکتے دیکھ سنان نے بھی گاڑی رکی اور اہان نے بھی بائیک روکی۔

یار کیا ہوا گاڑی کیوں روکی ؟اہان نے بائک سے اترتے ہوئے کہا۔

ہاں یار ان چڑیلوں کو گول گپے نظر اگئے اور اب باولی ہوئی جا رہی ہیں۔

گول گپے میں بھی کھاؤں گی۔روح نے بھی گاڑی سے اترتے ہوئے کہا۔

لو بہن اجاؤ تمہاری ہی کمی تھی۔اہان بولا۔

واٹ اٹیسٹی گول گپہ اہان نے گول گپہ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

ناتوڑ انگلش کے ٹانگیں انگریز اٹھا کے لے جائیں گے۔زین نے کہا۔

اور اس کے یہ بات سن کر آہان نے اس کے منہ میں گول گپا ٹھونس دیا اور زین جو مرچیں بالکل بھی پسند نہیں کرتا تھا سی سی کرتا پانی پانی چلانے لگا اور سب اس شیطان کی حالت کو دیکھ کر قہقہے لگانے لگے۔

اچھا چلو اب جلدی کرو تم لوگ بہت دیر ہو گئی ہے پہلے بھی۔ میر شاہ نے ان کو گول گپے والے پاس ڈیرا ڈالتے دیکھ کر کہا۔

کچھ دیر بعد وہ لوگ گھر کے لیے نکلے اور تقریبا 11:30 پر وہ لوگ گھر پہنچے.

بہت تھکے ہونے کی وجہ سے سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں ارام کرنے کے گھر سے چلے گئے.

اگلی صبح ناشتہ کرنے کے بعد سب لوگ اپنی اپنی منزلوں کو روانہ ہوئے۔ لیکن زمان ابھی افس کے لیے نہیں نکلا تھا دیر سے انکھ کھلنے کی وجہ سے۔

ابھی ناشتہ کرنے کے بعد زمان تیار ہونے کے لیے کمرے میں گیا جہاں حورین وقاص سے بات کر رہی تھی زمان کو دیکھ فورا فون بند کر دیا۔

جب دو لوگ کسی سے محبت کریں اور تیسرا درمیان میں اجائے نہ تو ایک پر روحانی موت واجب ہوتی ہے حورین چودری تم نے زمان شاہ کو مار دیا۔ زمان شاہ حورین کی طرف دیکھتے ہوئے اذیت سے بھرے لہجے میں بولا۔

نہ جانے کیوں حورین کو زمان کے اس طرح کہنے پر دکھ ہوا یہ کہتے ہی زمان تیار ہونے کے لیے واش روم میں گھس گیا۔

میر شاہ اپنے افس میں بیٹھا فائل دیکھ رہا تھا کہ اس کے موبائل کی گھنٹی بجھی۔

میر نے موبائل اٹھایا۔

ہیلو !میر شاہ سپیکنگ.....

سپیکنگ کی کچھ لگتے پاکستان جا کر غریب دوست کو بھول گیا۔

نہیں یار بس افس میں اتنا بزی ہوتا ہوں ٹائم ہی نہیں ملتا اور پھر شادیوں کی اتنی مصروفیت تھی۔

میں نے تمہیں ایک خوشخبری سنانے کے لیے فون کیا ہے۔ کیسی خوشخبری؟ میر شاہ نے حیرت سے پوچھا۔

میں اور لریب اپی دو دن میں پاکستان آرہے ہیں۔

ارے واہ یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔ میر شاہ خوشی سے بولا۔

ہاں بس میرا یہاں فلیٹ ریڈی ہونے والا ہے تو ہم آرہے ہیں۔ زہیب بولا۔

کیا مطلب تو فلیٹ میں رہے گا؟ میر شاہ حیرانگی سے بولا۔

ہاں. زہیب نہ سمجھی سے بولا۔

نہیں تو میرے گھر رکے گا۔ میرے شاہ فورا بولا۔

میں نے کہہ دیانا نہیں تو نہیں۔

یار ایسے اچھا نہیں لگتا۔

بس تو میرے گھر رہے گا میں نے کہہ دیا ہے۔ میر شاہ بولا۔

اچھا ٹھیک ہے. زہیب کو میر کی بات ماننا ہی پڑی۔

اچھا چل میں بعد میں بات کرتا ہوں سنان کو اندر اتا دیکھ میر شاہ بولا۔

بھائی۔ سنان بولا۔

جی۔ میر نے جواب دیا۔

یہ فائلز چیک کرلیں۔ اس کے بعد میری ایک میٹنگ ہے مجھے وہاں جانا ہے۔ سنان اسے فائل دیتا بولا۔

اوکے تم جاؤ میں دیکھ لوں گا۔

تھینک یو۔

یہ کہتے ہیں نہ چلا گیا اور میر وہ فائل دیکھنے لگا۔

حورین فخرہ بیگم سے دوست کے گھر جانے کی اجازت لے کر وقاص سے ایک ریسٹورنٹ میں ملنے گئی۔

کب تک چھوڑ رہا ہے وہ تمہیں؟ وقاص نے حورین سے پوچھا۔

میں نے کل بات کی تھی ان سے جلد چھوڑ دیں گے وہ مجھے۔ حورین نے جواب دیا۔

زمان جو کسی میٹنگ کے سلسلے میں اسی ریسٹورنٹ میں ایا تھا حورین کو کسی مرد کے ساتھ دیکھ کر غصے سے اگ بگولا ہو گیا۔

کھانا کھانے کے بعد وقاص اور حورین ریسٹورنٹ سے باہر نکل گئے اور ایک ائس کریم کھانے کے لیے رکے۔

چونکہ زمان کی میٹنگ بھی ختم ہو چکی تھی وہ بھی ان دونوں کے پیچھے چلا گیا۔

ایک جگہ جہاں وہ دونوں ائس کریم کھا رہے تھے کچھ لڑکے آ کر حورین کو پریشان کرنے لگے کیونکہ وقاص فون سننے کے لیے اس جگہ سے دور گیا تھا۔

کچھ لڑکوں کو حورین کو پریشان کرتے دیکھ زمان کی رگیں تن گئ۔

زمان ان لڑکوں کے پاس پہنچا اور ان کو مارنا شروع کر دیا حورین اس کو وہاں دیکھ کر حیران ہی رہ گئی۔

اور اس کو ان لڑکوں کو اتنی بری طرح مارتا دیکھ حورین سہم گئی۔

اس نے زمان کا اتنا جنونی انداز دیکھا ہی کب تھا۔

ایک لڑکے کا تو زمان سر ہی پھاڑ چکا تھا وہ لوگ ڈر کر وہاں سے بھاگ گئے۔

کیا کر رہی تھی تم یہاں ؟زمان اتنی تیز دھاڑا کہ حورین کانپ کر رہ گئی۔

و۔۔۔۔۔وہ میں۔ابھی حورین کے الفاظ منہ میں تھے کہ زمان پھر سے دھاڑا۔

محبت اس سے کرو جو تمہاری حفاظت کر سکے۔اتنا کہہ کر وہ رکا نہیں اور چلا گیا۔

وقاص جو دور کھڑا یہ سب دیکھ رہا تھا پاس آیا اور پوچھنے لگا۔

کون تھا یہ ؟

میر میرا محافظ۔حورین نے جواب دیا۔

نہ جانے کیوں حورین کی زبان پھسلی۔

زمان جو وہاں سے نکلنے کے بعد غصے سے سڑکوں پر گاڑی دوڑا رہا تھا ایک ٹرک سے ٹکراتے ٹکراتے بچا

اگر وہ وقت پر بریک نہ لگا تو بہت برا ٹکراؤ ہوتا۔

عینی کو کچھ کتابیں لینے بازار جانا تھا لیکن ڈرائیور چھٹی پر تھا اس کے گھر میں فوتگی ہو گئی تھی تو وہ ایک ہفتے کے لیے چھٹی لے کر گیا تھا۔

بڑی امی مجھے کچھ کتابیں لینے بازار جانا ہے اور اصغر چچا چھٹی پر ہیں اب کیا کروں۔

اخر 48 گھنٹے بعد ڈاکٹر نے زمان کی زندگی کی نوید سنائی۔

زمان کو ہوش اگیا۔ سب باری باری اس سے ملنے ائے تھے۔

مگر حورین نہیں ائی۔

یار تو نے تو ڈرا ہی دیا تھا۔ زمان کو دیکھ زوہیب بولا۔

اج ہسپتال میں سنان اہان زین زہیب اور میر شاہ موجود تھے۔

ہاں بھائی اپ نے تو سب کو پریشان کر دیا تھا۔ زین بولا۔

اچھا جی سوری اب نہیں کرتا میں تم لوگوں کو تنگ۔ زمان مسکراتا بولا۔

پتہ ہے میر بھائی کتنا روئے ہیں۔ اہان بولا۔

یار جگر تو کیوں رویا۔ زمان نے میر شاہ سے پوچھا۔

میرا جگر تکلیف میں تھا بس اسی لیے۔ میر شاہ اس کے منہ میں سیب کا ٹکڑا ڈالتے بولا۔

چلو ہو گئے لو برڈز شروع۔ زین بولا۔

اخر ایک ہفتے بعد زمان کو ڈسچارج کر دیا گیا۔

زمان گھر آیا تو شہباز شاہ نے پہلے اس کا صدقہ دیا پھر کچھ دیر بیٹھنے کے بعد زمان کو اس کے کمرے میں بھیج دیا گیا۔

زمان کمرے میں لیٹا تھا تبھی حورین سوپ لیتی اندر ائی۔

زمان سوپ پی لے۔ حورین اس کے پاس بیٹھ کر بیٹھتی بولی۔

تم میں ہو اس وقت روم میں ہو یہ ناٹک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ زمان سخت لہجے میں بولا۔

میں کوئی ناٹک نہیں کر رہی زمان۔ حوعین آنکھوں میں نمی لیے بولی۔

چھوڑو حورین چوہری میرا تم سے بحث کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ زمان اس سے سوپ لیتا بولا۔

ویسے تم نے سوپ میں کچھ ملایا تو نہیں مجھے مارنے کے لیے کیونکہ اس ایکسیڈنٹ کے بعد بھی میں نہیں مرا افسوس تو ہوا ہو گا نا تمہیں دعا کرتی ہو گی تم میرے مر۔

یا اللہ نہ کرے زمان اپ کو کچھ ہو۔ حورین اپنا نازک ہاتھ زمان کے ہونٹوں پر رکھتے بولی۔

اج حورین کو اس کا خود کو حورین چوہدری کہنا برا لگا۔

اس کے دل سے یہ دعا نکلی کہ کاش وہ اسے حورین زمان شاہ بلاتا۔

شاید حورین کو اس سے محبت ہو گئی تھی شاید نہیں یقینا۔

میری جان کیا کر رہی ہے؟ سنان انشراح کے کندھے پر ٹھوری رکھتے بولا۔

کچھ نہیں سونے لگی تھی۔ انشراح نے مسکراتے جواب دیا۔

اور اگر میں نہ سونے دوں تو۔۔۔ سنان نے اس کا چہرہ اپنی طرف موڑا۔

مطلب۔۔۔ انشراح نہ سمجھی سے بولی۔

انشراح کو سمجھنے کا موقع دیے بغیر وہ اس کے ہونٹوں پر جھک گیا اور کچھ دیر بعد اس سے دور ہٹا۔

سنان نے اسے اپنی باہوں میں اٹھایا اور اسے بیڈ پر لٹا کر اس پر جھک گیا۔

اہمم اہمم۔ اہان مہر ما کو کچن میں دیکھ کر بولا۔--------------------

جو پانی لینے ائی تھی۔

اوہو اہان اپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔ مہر ماہ اہان کو دیکھتے بولی

سوری میری جان ڈر گئی اپ ویسے کچن میں کیا کر رہی ہیں۔

کچھ نہیں پانی لینے ائی تھی۔ مہرماہ بولی۔

اچھاااااا۔ اہان نے اچھا کو کھینچا۔

جیییییی۔ مہرماہ نے بھی جی کو کھینچا۔

اہان نے اس کے گرد حصار باندھا جبکہ مہرماہ اس کے حصار سے نکلنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

چھوڑیں کوئی اجائے گا۔ مہرماہ معصوم صاحب منہ بناتے بولی۔

اس وقت کس نے کچن میں انا ہے کوئی نہیں اتا۔ اہان مہرماہ کی طرف دیکھتے بولا۔

جیسے اپ ائے ہیں کوئی اور بھی اسکتا ہے.

میں تو اپنی جان کے پیچھے ایا ہوں. احان مہرما کے قریب ہو تا بولا.

یعنی اپ میرا پیچھا کرتے ہیں.

مہرماہ اہان کی طرف دیکھتے بولی۔

ابھی اہان کچھ بولنے والا تھا کہ پیچھے سے کسی کے کھانسنے کی اواز ائی۔

مہرما اور اہان جلدی سے پیچھے مڑے۔

کنٹینیو کنٹینیو مناہل جو کہ کچن سے پانی لینے ائی تھی کچن میں انہیں دیکھ بولی۔

تمہیں بھی ابھی انا تھا۔ اہان تھوڑا غصے سے بولا۔

جبکہ مہرماہ حیران کھڑی تھی۔

امناہل تم یہاں۔ مہرماہ حیران نظروں سے اہان اور مناہل کو دیکھتی بولی۔

جی جی ہونے والے بھابھی میں تو بس پانی لینے ائی تھی پر یہاں تو کچھ اور ہی۔۔۔۔یہ کہتے ہی مناہل فورا بھاگ گئی۔

جب کہ مہرماہ ابھی بھی حیران تھی اس کو حیران دیکھ اہان بولا۔

اس کو پتہ ہے۔

اپ نے بتایا۔

ہاں تم سو جاؤ بہت رات ہو گئی ہے۔اہان پیار سے بولا۔

جی گڈ نائٹ۔مہرماہ بولتے کچن سے باہر نکلی.

....۔۔۔۔۔

ممناہل جو بھاگتے ہوئے اوپر جا رہی تھی کہ اچانک زین سے ٹکرا گئی۔

اس سے پہلے وہ زمین پر گرتی کے زین نے اسے کمر سے پکڑا۔

چڑیل تم یہاں اس وقت۔زین نے ابھی بھی مناہل کو پکڑا تھا۔

مناہل جو کہ ڈر کے مارے چیخنے لگی تھی زین کی اواز پر اس نے فورا منہ پر ہاتھ رکھا۔

بندر کہیں کے چھوڑو مجھے۔مناہل غصے سے بولی۔

زین نے اسے چھوڑا جس سے مناہل زمین پر گری۔

ہائے امی لگ گئی۔

بندر کہیں کہ تمہیں تو میں نہیں چھوڑوں گی۔ مناہل اٹھتے ہوئے بولی۔

تم نے خود ہی تو بولا چھوڑو۔

بائی داوے تم اج کل زیادہ ہی نہیں مجھ سے ٹکرا رہی کہیں تمہیں مجھ سے ابھی وہ بول ہی رہا تھا کہ مناہل فورا بولی۔

اوئے ایسے ویسے کوئی بات نہیں ہے۔ مناہل چڑھ کر بولی۔

مانا میں خوبصورت جوان اور ہینڈسم ہوں اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم مجھ اسے ٹکراتی پھرو زین مناہل کی طرف دیکھتے بولا۔

مرو تم دفع ہو یہاں سے جاہل کہیں کہ۔ یہ کہتے ہی مناہل اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

زین بھی اپنے کمرے میں چلا گیا۔

اگلی صبح سب ناشتہ کر رہے تھے زمان شاہ دوائیوں کے زیر اثر ابھی تک سویا تھا.

انشراح بیٹا جاؤ چائے لے اؤ۔ امنہ بیگم بولی۔

جی دادو۔ ابھی وہ اٹھنے لگی تھی کہ اچانک اسے چکر ایا وہ وہیں بیٹھ گئی۔

کیا ہوا بیٹا آپ ٹھیک ہیں۔ زرینہ بیگم بولی.

جی بڑی مما بس کل سے چکرا رہے ہیں. انشراح سر پر ہاتھ رکھتے بولی۔

تو تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔ سنان اس کی طرف اٹھتا بولا۔

چلو اٹھو ہسپتال چلیں۔

نہیں میں ٹھیک ہوں۔ انشراح ٹالتے ہوئے بولی۔

نہیں نہیں۔

چلو اٹھو ابھی سنان انشراح کو زبردستی ہسپتال لے جانے لگا۔

امنہ بیگم کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

زمان اٹھ جائیں ناشتہ کر لیں. حورین کھڑکی سے پردے ہٹاتے بولے۔

جہاں سے اتی سورج کی کرنیں زمان شاہ کی نیند میں خلل پیدا کر رہی تھی۔

حورین نے پیچھے منہ کر کے دیکھا جہاں زمان نیند خراب ہونے کی وجہ سے الٹے سیدھے منہ بنا رہا تھا۔

حورین کو صبح آج سے پہلے کبھی اتنی حسین نہ لگی۔

بند کرو اسے۔ زمان نیند میں بولا۔

نہیں اٹھے اپ جلدی سے۔ حورین اس کے پاس اتے بولی۔

میں نہیں اٹھ رہا۔ زمان غصے سے بولا۔

زمان اٹھ جائیں۔

اب کے بار زبان اٹھ کر بیٹھ گیا۔

بولو کیا مسئلہ ہے تمہارا۔ زمان ہوش میں اتا غصے سے بولا

وہ میں ناشتہ لائی تھی اپ کرلیں پھر میڈیسن بھی کھانی ہے۔ حورین اس کے سامنے اتی بولی۔

میرے سامنے اچھا بننے کی کوئی ضرورت نہیں حورین چوہری اور لے جاؤ یہ ناشتہ میں نہیں کھارہا۔

زمان ٹرے پیچھے کرتا بولا۔

زمان پلیز۔۔۔ حورین انگلیاں مروڑتے بولی۔

مر گیا زمان مر گیا وہ زمان جس نے تم سے محبت کی تھی اب جو زبان ہے وہ تم سے نفرت کرتا ہے

۔زمان شدید غصے سے بولا۔

ز۔۔زم۔۔۔زمان پلیز ایسے نہ بولے میں محبت کرنے لگی ہوں اپ سے۔ حورین روتی ہوئی بولی۔

مگر اب میں نفرت کرتا ہوں۔ زمان نے ناگواری اور غصے سے بلند لہجے میں کہا۔

زمان۔۔۔

میں نے کہا جاؤ یہاں سے۔ زمان کے غصے سے کہنے سے حورین فورا کمرے سے باہر نکلی۔

حورین کی نظر سامنے سے اتے میر شاہ پر پڑی جو یقیناً زمان سے ملنے ارہا تھا۔

میر اس نظر انداز کرتا اگے بڑھ گیا اخر کو وہ کیوں سے بلاتا جو اس کے دوست کی تکلیف کا باعث تھی۔

بھائی۔ حورین نے اسے مخاطب کیا۔

ہممممم۔ میر شاہ نے ہمکاری بھرا۔

زمان کو ناشتہ کروادیجیے گا انہوں نے میڈیسن بھی لینی ہے۔

اچھا۔

یہ کہتے تھے میر اندر کمرے میں چلا گیا۔

\---

\--------------------------------

میر کمرے میں داخل ہوا تو زمان انکھیں موندے لیٹا تھا۔

زمان۔ میر شاہ نے اسے پکارا۔

ہاں۔ زمان انکھیں کھولتا بولا۔

کیسا ہے؟

ٹھیک ہوں۔

ناشتہ کیوں نہیں کر رہا۔ میر نے ایک اور سوال کیا۔

ویسے ہی من نہیں ہے۔

کیوں من کیوں نہیں ہے چل اٹھ اور ناشتہ کر۔ میر اسے اٹھاتے بولا۔

جلدی ٹھیک ہو پھر افس جوائن کر۔ میر زمان کو اپنے ہاتھ سے ناشتہ کرواتا بولا۔

کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد وہ اسے میڈیسن دیتا آفس روانہ ہوا۔

تمام خواتین باہر لان میں دھوپ سے لطف اندوز ہورہی تھی تبھی سنان اور انشرہ اے۔

بیٹا کیا کہا ڈاکٹر نے۔ زرینہ بیگم فکرمندی سے بولی۔

کچھ نہیں مما سب ٹھیک ہے۔ سنان انہیں تسلی دیتا بولا۔

پھر بیٹا اسے چکر کیوں ارہے تھے۔ زرینہ بیگم کی پریشانی کسے طور کم نہ ہوئی۔

اپ دادو بننے والی ہیں مما۔ سنان زرینہ بیگم کو گلے لگاتا بولا۔

انشراح کے چہرے پر شرمیلی سی مسکراہٹ تھی سب نے انشراح کو مبارکباد دی۔

سنان نے جب یہ خبر ینگ پارٹی کو سنائی تو ان کی تو خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔

ارے واہ! میں چاچو بننے والا ہوں۔ زین خوشی سے بولا۔

ہاں بھئی پاپا بنے نہیں چاچو بن گئے۔ اہان نے اداس سے لہجے میں کہا۔

ابے ڈھکن سنگل لائف از بیسٹ لائف چھوڑ یہ شادی وادی۔

اب تو سنان کو دیکھیں کبھی بچے کے ڈائپر لا رہا ہو گا تو کبھی راتوں کو اٹھ کر فیڈر بنائے گا۔ زین ہستے ہوئے بولا۔

اپنی اس بات پر قائم رہنا اب شادی نہ کرنا تم۔ عینی اسے غصے سے بولی۔

او جاؤ بھئی جاؤ نہیں کرتا میں شادی۔ زین ہاتھ ہلاتے ہوئے بولا۔

دیکھ لینا۔ مناہل فورا بولی۔

جاؤ جاؤ دیکھ لینا۔ زین موبائل نکالتا بولا۔

تم لوگوں کو تو موقع چاہیے لڑنے کا۔ مہرماہ بولی۔

جبکہ حورین ان کی نوک جھوک انجوائے کر رہی تھی۔

شام کو سب چھت پر بیٹھے تھے اہان اور زین زمان کو بھی سہارا دیتے اوپر لے ائے تھے۔

ماموں اپ ہم شے تھیلتے نہیں (ماموں اپ ہم سے کھیلتے نہیں) نشرہ منہ پھلاتے بولے.

ہاں دب مامو ہمارے پاش اتے تھے تھیلتے تھے اب نہیں تھیلتے (ہاں جب مامو ہمارے پاس اتے تھے تب کھیلتے تھے اب نہیں کھیلتے) عرشمان بھی نشراح کا ساتھ دیتے بولا۔

ہاں میلے لیے جبیلی بھی لاتے تھے۔ (ہاں اور میرے لیے جلیبی بھی لاتے تھے)۔

مامو کی جان مامو کو چوٹ لگی ہے مامو جب ٹھیک ہو جائیں گے پھر کھیلیں گے بھی اور اپنی پاری سی گڑیا کے لیے جلیبی بھی لائیں گے۔

چھچھی مامو۔ عرشمان بولا۔

مچی میری جان۔ زمان اس کے دونوں گال چومتا بولا۔

اس سب میں حورین نے ایک بار بھی نظر زمان شاہ کے چہرے سے نہ ہٹائی۔

مبارک ہو زمان۔ سنان مالٹا چھیلتے بولا۔

کس چیز کی؟ زمان سنان کی طرف متوجہ ہوا۔

میں پھپھو بننے والی ہوں۔ عینی خوشی سے بولی۔

مطلب؟ زمان نہ سمجھی سی بولا۔

یار تو بزنس مین کیسے بن گیا۔ سنان اچنبے سے بولا۔

ابھی اس کا کیا مطلب۔ زمان پھر نا سمجھی سے بولا۔

یار تف ہے تجھ پر۔ اب کی بار اہان بولا۔

یار میں باپ بننے والا ہوں۔

جو اندر اتے زہیب اور میر شاہ نے بھی سنا۔

اہ اچھا۔۔۔۔۔

کیاااااا۔ زمان ایک دم چیخا۔

اس کے اس طرح چیخنے سے سنان نے مالٹے کا چھلکا اس کے منہ پر مارا۔

اہستہ بول چیخ کیوں رہا ہے۔ سنان غصے سے گھورتا بولا۔

سوری وہ میں۔۔۔۔۔ زمان کو سمجھ نہیں ارہا تھا کہ وہ کیا بولے۔

مبارک ہو سنان۔ میر شاہ نے مسکراتے اس مبارکباد دی۔

زہیب اب زمان سے باتیں کر رہا تھا جبکہ میر شاہ سنان سے کچھ ڈسکس کر رہا تھا۔

تم لوگوں کو پتہ ہے زمان کو بچے بہت پسند ہیں جب یہ لندن اتا تھا تو نشراح اور عرشمان اس کے پاس ہی رہتے تھے۔ لاریب خوشی سے بولی۔

تب میں اسے کہتی تھی زمان اللہ تمہیں 12 بچے دے لاریب اخر پر مذاق سے بولی۔

بارہ بجے۔ یہ کہتے ہی حورین کا ہاتھ اس کے پیٹ پر گیا اور اس کے چہرے پر شرمیلی مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔

جس کو زمان نے بخوبی نوٹ کیا تھا۔

زمان کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ ائی۔

رات کو امنہ بیگم نے خوشی کی خبر سب کو سنائی تو شاہ ولا میں رونق کی لہر دوڑ گئی۔

انشراح کے چہرے پر شرمیلی مسکراہٹ تھی۔

اب میری دعا ہے کہ اللہ زمان کو بھی اولاد جیسی نعمت سے نوازے۔ عالیہ بیگم بولی۔

امین سب نے یک زبان امین کہا۔

جبکہ زمان کا چہرہ سرد تھا۔

اچھا حورین بیٹا اب چائے پی رہے ہیں تو اپ ہمیں شاعری سناؤ۔ شہباز شاہ بولے۔

ہاں بھابھی سناؤ۔ سنان بولا۔

اچھا تو عرض کیا ہے کہ حورین زمان کی طرف دیکھ کر بولی۔

تیرے بغیر میرے دل میں ہے سناٹا۔

تو ہی میری چائے تو ہی میرا پراٹھا۔

زین کا قہقہہ گونجا۔

لو بھائی اپ کو تو بھابھی نے چائے پراٹھا کہہ دیا۔

ان سب کو تو پتہ نہیں کیا دشمنی ہے شاعری سے۔زمان کو شدید غصہ ایا۔

پتہ ہے شاعری کیا ہے۔زمان حورین کو دیکھ کر بولا۔جو اس کے غصے سے سہم گئی۔

نہیں تم لوگوں کو کیسے پتہ ہو گا۔زمان تلخ مسکرایا۔

شاعری بظاہر الفاظ ہیں مگر اس میں ہزاروں جذبات چھپے ہوتے ہیں۔

یہ الفاظ یا تو کسی کی خوشی کی عکاسی کرتی ہے یا کسی کی تکلیف کی۔

یہ کوئی مذاق نہیں ہے ہم جیسوں کے لیے ہے یہ شاعری اگر اسے سمجھ نہیں سکتے تو مذاق بھی نہ بنایا کرو۔

زمان شدید غصے سے بولا۔

کیا ہو گیا زمان کیوں اتنا غصہ کر رہے ہو۔میر شاہ شاید اس کے غصہ کرنے کی وجہ جانتا تھا۔

کچھ نہیں یار۔

ہاں تو پھر غصہ کیوں ہو رہا ہے۔میر شاہ تحمل سے بولا۔

اچھا چل پھر تم روم میں چلو۔سنان اسے دیکھتے بولا۔

جبکہ حورین ڈر گئی تھی۔

نہیں چھت پر جانا ہے مجھے۔

نہیں بیٹا تمہارے زخم تازہ ہیں سردی سے درد ہو گا۔اب کی بار سکندر شاہ بولے۔

نہیں بڑے پاپا مجھے چھت پر جانا ہے۔زمان بچوں طرح ضدی لہجے میں بولا۔

اچھا چلو اؤ چلیں اب کی بار زہیب زمان کو اٹھاتا بولا۔

میر شاہ اور زہیب زمان کو سہارا دیتے چھت پر لے گئے۔

حورین اپنے انسو صاف کرتے کمرے میں دوڑ گئی۔

پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے اسے غصے میں رہتا ہے اب۔فاخرہ بیگم بولی۔

کوئی بات نہیں میڈیسن کی وجہ سے ایسا چڑ چڑا ہوا ہے جلدی ٹھیک ہو جائے گا۔عالیہ بیگم بولی۔

ہممممم انشاءاللہ۔زرینہ بیگم بولی۔

حورین کمرے میں اتے اوندھے منہ بیڈ پر گری اور رونے لگی۔

کیوں اللہ جی کیوں ؟میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے. رونے کے باعث اس کا لہجہ بھاری ہو گیا تھا.

اب مجھے زمان کی تکلیف سمجھ ارہی ہے کیسے میں انہیں باتیں سناتی لیکن وہ چپ کر کے برداشت کرتے۔

اللہ جی مجھ میں ان جتنا صبر نہیں ہے میں نہیں کر سکتی یہ سب برداشت۔پلیز اللہ جی ختم کر دیں یہ سب۔حورین کی انکھیں سرخ ہو رہی تھی۔

ان کی بے رخی مجھے مار دے گی اللہ جی۔

زمان کے دل میں میرے لیے محبت ہے میں جانتی ہوں وہ غصے میں ہے لیکن ان کی بے اعتنائی مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی۔

مجھے میرے زمان چاہیے اللہ جی مجھے ان کا پیار چاہیے۔تب ہی زمان کمرے میں داخل ہوا جس نے حورین کے ساری باتیں سن لی تھیں۔

دوائی کے زیر اثر اسے نیند ارہی تھی اسی لیے وہ کمرے میں اگیا کیا۔

ہو گیا ہو حورین چودری بس ہو گئی تم سے ایک دن برداشت نہ ہوا میں نے کتنی دیر یہ تکلیف اٹھائی بلکہ میری تکلیف زیادہ تھی کیونکہ میری بیوی کو ہی مجھ سے محبت نہیں تھی۔زمان دیوار کا سہارا لیتا بیڈ تک ایا۔

نہیں نہ ہو رہی برداشت ؟ چلو ایک کام کرتے ہیں میں تمہیں طلاق دے دیتا ہوں جس کا تم نے پہلی رات ہی مطالبہ کیا تھا۔

نن نہیں زمان پلیز۔ط۔۔۔طلا۔۔۔۔طلاق مت دیجئے مجھے۔حورین ہاتھ جوڑتی بولی۔

ائی ریلی لو یو۔حورین روتے ہوئے بولی۔

اینڈ ایم ریلی ہیٹ یو۔زمان نے مسکراتے کہا۔

اور بیڈ پر لیٹ کر انکھیں موند گیا۔

اگر رونے کا شغل فرمالیا ہو تو لائٹس اف کر دو۔اسے روتا دیکھ زبان بولا۔

حورین لائٹس اوف کرتی بیڈ پر ہی لیٹ گئی۔

میر شاہ پانی لینے کے لیے نیچے کچن میں ایا وہ پانی بھر کے اوپر جانے کے لیے مڑا جہاں پیچھے عینی کھڑی تھی۔

میر شاہ منہ میں سگریٹ لیے کھڑا تھا۔

بے وفا کا لفظ تو تم اپنے نام کے ساتھ لگوا چکے ہو تو کیا اب نشئی بھی بننا ہے۔عینی طنزیہ لہجے میں بولی۔

کوئی کچھ بھی کہے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔میر شاہ دوبدو لہجے میں بولا۔

یہ تو مجھے پتہ ہے تمہیں کسی چیز سے فرق نہیں پڑتا۔عینی نے اس کے دل پہ وار کیا۔

یہ نشہ میرا سکون ہے مجھے سکون دیتا ہے اور ماضی کی تلخ یادیں بھلانے میں مدد کرتا ہے۔ میر شاہ نے بھی جوابی وار کیا۔

میر شاہ نے عینی کے دل میں نفرت ڈالنے کے لیے کوئی کثر نہ چھوڑی۔

یہ کہتا میر شاہ اوپر کی جانب بڑھ گیا۔

عینی پیچھے سے اس کی پشت گھورتی رہی۔

اگلی صبح سب ناشتہ کر کے اپنی منزلوں کو روانہ ہوئے جبکہ میر شاہ تھوڑی دیر زمان کے پاس بیٹھا اور پھر افس روانہ ہوا۔

زرینہ بیگم نے آج حورین کو زبردستی ثناء بیگم کے پاس بھیجا ان کا کہنا تھا کہ ایک مہینہ ہو گیا اور حورین اپنے مائکے نہیں گئی۔

السلام علیکم! مما حورین گھر میں داخل ہوتے بولی۔

وعلیکم السلام میرا بچہ کیسا ہے؟ ثنا بیگم حورین کا ماتھا چومتے بولی۔

میں ٹھیک ہوں۔ حورین صوفے پر بیٹھتے بولی۔

اچھا بیٹا زمان کیسا ہے ؟وہ تمہارے ساتھ ٹھیک تو ہے نہ ؟ ثنا بیگم نے پوچھا۔

اخر کو وہ ایک ماں تھی۔

حورین خاموش ہو گئی۔

وہ کیا بتاتی اس نے اپنا گھر خود خراب کر دیا وہ کیسے بتاتی ہے اپنی ماں کو کہ اس نے کیا کیا خود کے ساتھ یہ سوچتے ہی اس کی انکھوں سے انسو بہہ گئے۔

کیا ہوا بیٹا سب ٹھیک تو ہے نا؟ ثنا بیگم کو فکر لاحق ہوئی۔

مما! حورین پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

کیا ہوا میری جان ؟زمان نے کچھ کہا ہے کیا؟

نہیں مما وہ بہت اچھے ہیں مگر میں نے انہیں توڑ دیا مما میں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنا گھر خراب کر لیا

۔

کیا کہہ رہی ہو بیٹا مجھے کچھ سمجھ نہیں ارہا۔ ثنا بیگم نہ سمجھی سے بولیں۔

حورین نے سب کچھ ثنا بیگم کے گوش گزار کیا۔

ثنا بیگم حیران رہ گئی۔

یہ کیا یہ کیا کیا تم نے حورین؟ کسی کے نکاح میں ہوتے ہوئے تم کسی غیر سے ملی. ثنا بیگم کا چہرہ سرد پڑ گیا.

مما میں کیا کرتی محبت کا بھوت سوار تھا مجھ پر۔ حورین روتے ہوئے بولی۔

یہ کیسی محبت تھی حورین کہ وہ تمہارا رشتہ نہ بھیج سکا محبت تو وہ ہوتی ہے نا جس میں محبوب کی عزت کا خیال رکھا جائے لیکن وہ حورین اس نے تو ایسا کچھ نہ کیا۔ ثنا بیگم روتے بولے۔

بیٹا جی یہ اس کا ظرف ہے کہ اس نے آپ کو طلاق نہیں دی ورنہ مرد کبھی ایسی عورت کا قبول نہیں کرتا۔

مما۔۔۔۔ ایسا نہیں بولیں میں ان سے بہت محبت کرتی ہوں۔ حورین طلاق والی بات پر تڑپ کر بولی

۔

کیا بولوں میں حورین دل دکھانے والے کی معافی نہیں۔

مما میں کیا کروں مجھ سے ان کی بے رخی برداشت نہیں ہو رہی حورین ثنا بیگم کے گود میں سر رکھے بولی۔

کیا ہوا حورین ابھی سے بس ہو گئی تمہاری اس بچے نے تو ایک مہینے تمہاری بے رخی برداشت کی اور نہ جانے کیا کیا۔

مماب میں کیا کروں میں جانتی ہوں وہ اب بھی مجھ سے محبت کرتے ہیں مجھے یقین ہے میں انہیں منا لوں گی۔ حورین انسو صاف کرتے بولی۔

بیٹا اسے صرف تمہاری توجہ اور محبت ہی بدل سکتی ہے اس کے لیے سجو سنورو وہ خود تمہاری طرف مائل ہو جائے گا۔ ثنا بیگم حورین کو سمجھاتے بولی۔

اتنی دیر میں روح وہاں اگئی تو حورین اس سے باتوں میں مصروف ہو گئی۔

رات کو عالیہ بیگم نے زہیب کو حورین کو لینے کے لیے بھیجا۔

السلام علیکم۔ زہیب نے سب کو مشترکہ سلام کیا۔

وعلیکم السلام۔ ثنا بیگم نے مسکراتے جواب دیا۔

بیٹھو بیٹا کھانا کھالو۔

نہیں انٹی میں بس بھابھی کو لینے ایا ہوں۔ زہیب شائستگی سے بولا۔

روح تو زہیب کو وہاں دیکھ کر حیران تھی۔

اچھا بیٹا کچھ دیر کے لیے بیٹھ جاؤ۔

ان کے اسرار کرنے پر زہیب بیٹھ گیا۔

کچھ ہی دیر میں اس کا موبائل رنگ ہوا۔

ایک سیکنڈ زمان کا فون ارہا ہے۔زہیب بولا۔

بیٹا فون سپیکر پر ڈالو میں بھی اپنے داماد سے بات کرلوں اس کا حال چال ہی پوچھ لوں۔

ہیلو زہیب خان سپیکنگ۔۔۔

سپیکنگ کے کچھ لگتے ذلیل انسان تو نے مجھے بتایا کیوں نہیں ثمن ارہی ہے اگر میر مجھے نہ بتاتا تو مجھے یہ پتہ ہی نہیں لگنا تھ۔ازمان نان سٹاپ شروع ہو گیا۔

میری بھی سن لے۔زہیب دانت پیستے بولا۔

کیا سنو ہاں وہ ارہی ہے کل اور مجھے کوئی خبر ہی نہیں پتہ نہیں اور کیا کیا کر رہے ہو تم لوگ میری پیٹھ پیچھے۔

اس سب میں حورین بس ثمن میں کھو گئی تھی۔

میں ارہا ہوں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔زہیب نے یہ کہتے ہی فون کاٹ دیا۔

بھابی جلدی چلے اگر اپنا دیور بچانا چاہتی ہیں تو۔زہیب بیچار گی سے بولا۔

اچھا چلیں۔

حورین سوچیں جھٹکتی سب سے ملتی شاہ ولا کی طرف روانہ ہو گئی۔

محرماہ ابھی چینج کر کے باہر ائی تھی کہ اس کا موبائل بجنے لگا سکرین پر اہان کا نمبر دیکھ کر اس کے چہرے پر پیاری سی مسکراہٹ ائی۔

السلام علیکم۔ محرماہ فون کان سے لگاتی بولی۔

وعلیکم السلام مرہا کی مما۔ اہان شرارت سے بولا۔

کون مرحا؟ مہرماہ ناسمجھی سے بولی۔

میری بیٹی مرحا اہان ملک۔ اہان کے چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ تھی۔

مطلب۔ مہاماہ ناسمجھی سے بولی۔

مطلب جان ہماری بیٹی تم دوگی نہ مجھے۔ اہان خوشی سے بولا۔ دوسری طرف مہرماہ کے چہرے پر شرمیلی سی مسکراہٹ تھی۔

اہان۔۔۔۔ مہرمانے اسے مخاطب کیا۔

جی جان آہان۔ اہان کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانا نہیں تھا اخر کو اس کی محبت کو بھی اس سے محبت تھی۔

ائی لو یو یہ کہتے ہی محرماہ نے فون بند کر دیا۔

ائی لو یو ٹو۔ اہان نے مسکراتے اسے تصور میں لاتے جواب دیا۔

حورین کمرے میں ائی تو زمان فون پر کسی سے بات کر رہا تھا اس کو دیکھ زمان نے کال کٹ کی اور باہر جانے لگا۔

زمان نے اپ کہاں جا رہے ہیں؟ حورین نے انگلیاں مروڑتے پوچھا۔

تمہیں اس سے مطلب. زمان غصے سے بولا اور یہ کہتے ہی باہر چلا گیا۔

کہ اسے چیخ کی اواز سنائی۔

زمان فورا کمرے میں آیا۔

کیا ہوا؟ زمان فکر مندی سے بولا۔

و۔۔۔وہ ز۔۔۔زم۔۔۔زمان۔ حورین فوراً اس کے سینے سے آ لگی۔

کیا ہوا؟ زمان نے اس کے گرد حصار باندھا اک پل کو وہ سب کچھ بھول گیا تھا۔

کیا ہوا کچھ تو بتاؤ. زمان پھر سے بولا.

چھ۔۔۔چھپکلی۔ حورین نے زور سے زمان کو گلے لگایا۔

سیریسلی تم چھپکلی سے ڈری ہو۔ زمان کو یقین نہ ہوا۔

جی۔ حورین واقعی سہم گئی تھی۔

اس کا ڈر زمان نے سمجھ لیا تھا اس لیے نرمی سے بولا۔

اچھا چلو ہٹو چلی گئی ہے وہ۔ زمان الگ ہوتے بولا۔

نہیں۔ حورین نے دوبارہ اس کے سینے میں چہرہ چھپایا۔

حورین کچھ نہیں ہوتا چلی گئی ہے وہ۔ زمان بولا۔

نہیں پھر اجائے گی اپ پلیز مت جائیں۔ حورین زمان کی شرٹ کو زور سے پکڑتے بولی۔

اچھا نہیں جاتا میں کہیں ادھر ہی ہوں۔ زمان نرمی سے بولا۔

اچھا اپ ادھر ہی رہیں میں چینج کر کے آتی ہوں۔ حورین یہ کہتے ہی واش روم میں گھس گئی۔

کچھ دیر بعد حورین باہر ائی تو زمان لیٹا ہوا تھا حورین لائٹس اف کرتی بیڈ پر زمان کے ساتھ ہی لیٹ گئی۔

اچانک ونڈو بند ہوئی تو حورین نے فورا زمان کے سینے میں منہ چھپایا۔

وہ جو بغیر شرٹ کے انکھیں موندے لیٹا تھا اچانک ہونے والی سچوئیشن پر بے ساختہ اٹھا۔

ہوا کی وجہ سے ونڈو بند ہوئی ہے۔زمقن بولا۔

مجھے ڈر لگ رہا ہے۔حورین کی خوف بھری اواز ائی۔

اچانک زمان اسے خود کے نیچے کرتا اس کے اوپر ایا۔

جب اس غیر محرم کے پاس گئی تھی تب ڈر نہیں لگا تب ڈر نہیں لگا جب اکیلے اس کے فلیٹ پر گئی تھی کبھی سوچا ہے کہ اگر میں وہاں نہیں اتا تو کیا ہوت۔ازمان غصے سے بولا۔

ز۔۔۔زم۔۔۔زم۔۔۔زمان۔حورین کی انکھوں میں نمی اگئی۔

زمان اس کی خوف بڑی اواز سن کر اس کے اوپر سے ہٹا اور اس کا سر اپنے سینے پر رکھتا بولا۔

کچھ نہیں ہوا سو جاؤ۔ زمان نرمی سے بولا۔

حورین اس کے سینے پر سر رکھ کے اپنا ایک ہاتھ زمان کے دل پر رکھے سکون سے انکھیں موند گئی۔

وہ چاہے جتنا مرضی اس سے نفرت کے دعوے کرتا لیکن اج بھی اس کا دل اس کے لیے ہی دھڑکتا تھا اج بھی وہ عشق کی راہوں کا مسافر تھا۔

اج ثمن خان کی فلائٹ تھی وہ پاکستان ارہی تھی وہ میر شاہ کی بزنس پارٹنر ہونے کے ساتھ ساتھ زہیب زمان اور میر شاہ کی بہت اچھی دوست تھی۔

اگلی صبح جب حورین کی انکھ کھلی تو خود کو زمان کے حصار میں پایا۔

ماتھے پر بکھرے بال ہونٹ۔ اپس میں بونٹ پیوست کیے بغیر شرٹ کے وہ وجاہت کا شکار تھا۔

حورین کے چہرے پر خوبصورت سی مسکراہٹ تھی۔

حورین اس کے ماتھے پر بوسہ دیتی اٹھ کر واش روم کی جانب بڑھ گئی۔

ثمن کو ایئرپورٹ سے لانے کا کام زمان کا تھا لیکن نیند کی باعث وہ نہ جا سکا اس لیے میر شاہ نے زہیب کو بھیجا تھا۔

ثمن نے انا تھا اس وجہ سے سب نے لیٹ کاموں پر جانا تھا سوائے سنان کے اسے شہباز شاہ اپنے ساتھ لے کر گئے تھے۔

باقی سب لان میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے میر شاہ ان کے پاس ہی بیٹھا تھا لیکن وہ زیادہ تر لاریب سے باتیں کر رہا تھا۔

روح کو بھی انشراح نے کال کر کے بلا لیا تھا اور وہ بچوں کے ساتھ مصروف تھی۔

حورین بھابھی اپ کو زمان بھائی نے اپنے فارم ہاؤس کے باہر میں بتایا مہرماہ بولی۔

نہیں تو۔

روح بھی ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

بھابھی اپ کو پتہ ہے میر بھائی اور زمان کا فارم ہاؤس ہے اور دونوں ایک سے بھر کر ایک ہیں۔ اب کی بار انشراح بولی۔

ہم اپ کو بھی لے کر چلیں گے۔ عینی بولی۔

میرے فارم ہاؤس پر ابھی کام چل رہا ہے اس لیے ابھی نہیں جانا۔زمان ان کی بات سنتے فورا بولا۔

کوئی نہ ہم میر بھائی کے فارم ہاؤس چلے جائیں گے۔ محرماہ فورا بولی۔

میر کا فارم ہاؤس بک ہے۔زمان نے بھی مسکراتے جواب دیا۔

کیا مطلب۔انشراح بولی۔

اج میری دوست ارہی ہے تو میں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم ایک ساتھ ٹائم سپینڈ کریں۔زمان کا ارادہ انہیں تنگ کرنے کا تھا۔

یہ کیا بات ہوئی ہمیں بھی لے جاؤ۔اب کی بار زین بولا۔

کیوں؟زمان نے ائی برو اچکا کر پوچھا۔

کہیں نہیں ہم اپ کی ڈیٹ خراب کرتے۔زین نے جواب دیا۔

بھائی میر ڈ ہے ڈیٹ کیا کریں گے۔انشراح نے اس کی نالج میں اضافہ کیا۔

کوئی نہ ویسے بھی میرا ارادہ دوسری شادی کرنے کا ہے۔زمان سنجیدہ لہجے میں بولا۔

حورین کا دل کیا دھاڑے مار مار کر روئے کیا اس کی غلطی اتنی بڑی تھی کہ وہ اسے معاف نہ کرتا۔

حورین کا دل شدت غم سے پھٹنے والا تھا۔

چلے جانا تم لوگ مذاق کر رہا ہے یہ میر شاہ بعلا۔

تمہارے فارم ہاؤس پر کون سا کام ہو رہا ہے۔میر نے زمان سے سوال کیا۔

فرنیچر کا۔ زمان نے فورا جواب دیا۔

اتنی دیر میں گاڑی کا ہارن بجا اور گاڑی شاہ ولا میں داخل ہوئی۔

گاڑی میں سے زہیب باہر نکلا اور دوسری طرف سے ثمن باہر ائی۔

لمبے کالے بال گرین انکھیں تیکھی ناک گوری رنگت وہ اس وقت پینٹ شرٹ میں ملبوس تھی۔

زمان اور میر شاہ فورا کھڑے ہوئے۔

زہیب نے اس کے کان میں کچھ کہا جس کی وجہ سے وہ مسکرائی۔

روح کے دل میں کچھ ہوا وہ اس شخص سے محبت کر بیٹھی تھی۔

السلام علیکم۔ ثمن زمان کو گلے لگاتے بولی۔

وعلیکم السلام کوئی مشکل تو نہیں ہوئی انے میں۔ زمان بھی اسے گلے لگاتے بولا۔

حورین نے اسے خون خوار نظروں سے گھورا۔

نہیں سفر ارام دہ تھا۔ اب کی بار اس نے میر شاہ کو گلے لگایا۔

السلام علیکم ٹو ال اف یو۔ ثمن نے سب کو مشترکہ سلام کیا۔

جس پر سب نے اس کے سلام کا جواب دیا۔

اچھا چلو تم اندر چلو ان سے تو ملتی ہی رہو گے۔ زمان اسے بولا اور اندر لے گیا۔

اپی اب اپ اسے جانتی ہیں تو اس کا خیال رکھیے گا۔ زہیب نے لاریب کو مخاطب کیا۔

اچھا۔لاریب نے حامی بھری۔

چل اب اندر چل وہ اسے لے گیا زہیب اور میر شاہ بھی اندر چلے گئے۔

جبکہ پیچھے حورین ثمن کو گھورتی رہی۔

بس کرے بھابھی پتہ ہے کہ اس لڑکی نے اپ کے سر کے سائیں کو گلے لگایا۔زین شرارتی میں بولا۔

حورین نے نظریں جھکالیں۔

بس بھابھی میں اپ کے دل کا درد سمجھ سکتا ہوں۔زین ایک بار پھر بولا۔

بس کروزین کیوں تنگ کر رہے ہو۔مہرماہ زین کو بولی جو پھر کچھ بولنے والا تھا۔

اوئے بندر تم کیسے بھابھی کے دل کا درد سمجھ سکتے ہو۔عینی بولی۔

کہیں تمہیں پیار تو نہیں ہو گیا۔اس بار انشراح بولی۔

او نہیں میں اور پیار بہت دور کی بات ہے اس کے لیے سنان اور زمان بھائی کافی ہیں۔زین پیار کا نام پر چڑ کر بولا۔

زین یہ کہتا کرسی پر بیٹھا اور گلا صاف کرنے لگا جس سے صاف پتہ چل رہا تھا کہ زین پھر سے گانا گانے والا ہے روح جو کب سے ان سب کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی فورا بولنے والی تھی کہ مہرماہ بولی۔

نازین نا پلیز میرا اچھا بھائی گانا نا گائی۔محرماہ بولی۔

جس کی بات پر فوراروح بولی۔

نہیں زین بھائی پلیز پہلے بھی میرے کان پھٹنے کو اگئے تھے۔

ہاں پلیز یار۔اس بار عینی بھی بولی۔

او جاؤ او جاؤ میں بھی اپنی سریلی اواز تم لوگوں پر ضائع نہیں کروں گا۔زین کو غصہ چڑھ گیا۔

کیا ہو گیا ز ہیب باہر ایا جس کے پیچھے میر شاہ زمان اور ثمن تھی۔

حورین کو اسے دیکھ کر ایک بار پھر غصہ ایا۔

اپی نشراح تو مجھے بھول گئی۔ ثمن نے رونے کی ایکٹنگ کی۔

نئ پیتی گر میں اپ تو نہیں بھولی (نہیں پریٹی گرل میں اپ کو نہیں بھولی) نشراح روح کی گود سے اتر کر ثمن پاس گئ۔

تو کیا مان مجھے بھول گیا۔ ثمن معصوم سے انداز میں بولی۔

نہیں جی میرا شیر کسی کو نہیں بھولتا۔زمان عرشمان کو اپنی گود میں اٹھاتا بولا۔

میں اپنے دونوں بی بیز کے لیے چاکلیٹ لائی ہوں۔

ثمن نشراح کے گال چومتی بولی۔

سچی پریٹی گرل۔

یس بے بی۔ ثمن دونوں کو پیار کرنے لگی۔

اب تم دونوں نکلو ہم بھی جارہے ہیں۔ میر شاہ زمان کو بولا۔

چلو اؤ ثمن۔ زمان ثمن کو مخاطب کرتے بولا۔

اچھا آپی ہم چلتے ہیں۔ یہ کہتے ہی ثمن اور زمان چلے گئے۔

حورین نے اپنی انکھوں کی نمی چھپائی۔

کہاں جارہے ہو تم لوگ۔ لاریب نے میر شاہ سے سوال پوچھا۔

اپی اج ہم سب اکٹھے ہوئے ہیں تو اس لیے گھومنے پھرنے جارہے ہیں ہم کل صبح تک واپس آجائیں گے۔ زہیب نے فوراجواب دیا۔

کل صبح؟ عینی نے حیرانگی سے پوچھا۔

جی اپ کا کزن + بھائی یہی چاہتا ہے کہ کل صبح تک ائیں اور ثمن نے اس کا بھرپور ساتھ دیا ہے۔

اچھا اب چلتے ہیں۔

یہ کہتے ہیں میر اور زہیب بھی چلے گئے۔

-----------------وہ سب لوگ میر شاہ کے فارم ہاؤس گئے تھے ان لوگوں نے کچھ بزنس کے بارے میں باتیں کی پھر ساری رات وہ چاروں دوست بیٹھے اپنی پرانی یادیں تازہ کررہے تھے۔

اگلی صبح وہ لوگ شاہ ولا پہنچے عینی فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد نیند نہ انے کی وجہ سے لان میں ٹہل رہی تھی اسے ثمن کے ساتھ میر کو دیکھ کر دل ہی دل میں بہت برا لگا اخر وہ کتنا ہی نفرت کے دعوے کر لے لیکن دل تو ابھی تک اسی کا نام پکارتا تھا وہ لوگ اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے اور عینی سر جھٹکتی چہل قدمی میں مصروف ہو گئی۔

ناشتے کی میز پر ابراہیم شاہ اور سکندر شاہ نے امنہ بیگم کے مشورے سے میر اور عینی کی شادی کا اعلان کیا

۔

میر کا منہ میں نوالہ لے جاتا ہاتھ رک گیا اور عینی تو ابھی تک حیران بیٹھی تھی۔

بابا میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا۔ میر شاہ نے چہرے پر سخت تاسر اسجائے ابراہیم شاہ سے کہا۔

تو کب کرو گے صاحبزادے اب تو تم سے چھوٹے بھائیوں کی بھی شادی ہو گئی ابراہم شاہ نے غصے سے کہا۔

لیکن بابا۔۔۔ میر شاہ کچھ کہتا اس سے پہلے ابراہیم شاہ پھر بولے۔

لیکن ویکن کچھ نہیں بس فیصلہ ہو گیا اسی مہینے کے اخر میں تم دونوں کا نکاح ہو گا اور رخصتی بھی۔

جہاں یہ بات سن کر سب لوگ خوش تھے وہی میر اور عینی قسمت کے ایک اور وار کا شکار تھے۔

میر شاہ ناشتے کی میز سے اٹھ کر چلا گیا۔

ابراہیم صاحب اتنی جلد ساری تیاری کیسے ہو گی۔ عالیہ بیگم ابراہیم صاحب سے مخاطب ہوتے ہوئے بولی۔

تم فکر مت کرو سب ہو جائے گا یہ کہتے ہیں ابراہیم شاہ اور سکندر شاہ افس کے لیے روانہ ہو گئے۔

عالیہ بیگم اور زرینہ بیگم بیٹھے چائے سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

بھابھی میری تو دل خواہش پوری ہو گئی میں تو ہمیشہ سے یہی چاہتی تھی کہ عینی میر کی دلہن بنے۔ زرینہ بیگم عالیہ بیگم سے مخاطب ہوئی۔

خواہش تو میری بھی یہی تھی زرینہ۔ لیکن نہ جانے قسمت کون سا کھیل کھیلنے والی ہے۔ عالیہ بیگم کھوئے ہوئے لہجے میں بولی۔

کیا مطلب بھابی۔ زرینہ بیگم نے نا سمجھی سے پوچھا۔

کچھ نہیں میں بس سوچ رہی تھی اتنی جلدی سب تیاریاں کیسے ہوں گی بہت کم وقت ہے۔

چلو ٹھیک ہے ہم اج سے ہی تیاریاں شروع کر دیتے ہیں۔ ذرینہ بیگم اور عالیہ بیگم شادی کی تیاریوں کے بارے میں باتیں کرنے لگی۔

مما مجھے میر سے شادی نہیں کرنی۔ عینی ذرینہ بیگم سے بولی۔

کیوں نہیں کرنی کیا برائی ہے اس میں اتنا اچھا سمجھدار بچا ہے کہاں ملتے ہیں اج کل اتنے اچھے لڑکے۔

زرینہ بیگم کو تو دھچکا ہی لگا تھا اپنی ناسمجھ بیٹی کی بات سن کر۔

مما جو بھی ہے مجھے اس شخص سے ہر گز شادی نہیں کرنی۔ عینی کا غصہ تو کسی صورت کم نہ ہو رہا تھا۔

عینی یہ تمہارے بڑے پاپا کا فیصلہ ہے اور تم جانتی ہو ان کا فیصلہ ڈالنے کی کسی میں ہمت نہیں۔ زرینہ بیگم کو عینی کے انکار کی سمجھ نہیں ائی۔

مما میں کچھ نہیں جانتی اپ بس بابا سے کہیں کہ وہ بڑے پاپا کو منع کریں۔

عینی میں ایسا کچھ نہیں کروں گی تمہاری اس بچکانہ بات پر میں ہر گز تمہارا ساتھ نہیں دوں گی۔ اتنا کہتے ہی زرینہ بیگم کمرے سے باہر چلی گئی۔

میر شاہ ٹیرس پر کھڑا چاند کو دیکھنے میں مصروف تھا تبھی عالیہ بیگم وہاں ائی۔

کیا سوچ رہے ہو بیٹا۔عالیہ بیگم نے میر کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

مما یہ کیا ہو رہا ہے اس سے دور رہنے کے لیے تو میں لندن گیا تھا یہ زندگی کیا کھیل کھیل رہی ہے میرے ساتھ ؟ مما وہ نفرت کرتی ہے مجھ سے۔میر شاہ کرب سے بولا۔

بیٹا یہ قسمت کے فیصلے ہیں اللہ کے ہر فیصلے میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے عالیہ بیگم اسے تسلی دینے کو بولیں۔جواب میں میر شاہ کچھ نہ بول سکا۔

اگلی صبح میر شاہ افس کے لیے تیار ہو رہا تھا کہ عینی اس کے کمرے میں ائی ہمت کر کے عینی نے اس کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

کم ان۔۔میر شاہ کی بھاری اواز گونجی۔

ہمت کر کے عینی کمرے میں گئی۔

مجھے بات کرنی ہے تم سے۔عینی نے بات کا اغاز کیا۔

ہمممم بولو۔

مجھے شادی نہیں کرنی تم سے۔عینی ایک ہی سانس میں پوری بات کہہ گئی

کیوں۔ یک لفظی جواب ایا تو عینی کی تیوڑیاں چڑھ گئی۔

نہیں بتا دو۔ دوبدو جواب ایا۔

میر شاہ میں تم جیسے دھوکے باز کی شکل تک دیکھنا نہیں چاہتی شادی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عینی کے لہجے میں میر شاہ کو اتنی نفرت محسوس ہوئی کہ دل چاہا فورا کہ اٹھے۔

وہ بے وفا نہیں وہ تو اس کی محبت کی خاطر ہی اس سے دور گیا ہجر کا ڈسا وہ بھی تو تھا پھر کیوں یہ نفرت اس کے حصے میں ائی وہ تو بے پناہ محبت کا حقدار تھا نفرت کا تو نہیں۔

تو مت کرو کہہ دو جا کر بابا سے کہ نہیں کرنی تمہیں مجھ جیسے دھوکے باز سے شادی۔ میر شاہ کرب سے بولا۔

اچھا تو تم اس میں بھی مجھے برا بنانا چاہتے ہو میر شاہ تم چاہتے ہو میں ان کا انکار کروں اور سب کے سامنے میں بری بن جاؤں اور تم ہمیشہ کی طرح معصوم ہی۔ عینی میر شاہ کا درد سمجھے بنا بولے جا رہی تھی۔

دیکھو قرت الین سکندر تمہیں جو سمجھنا ہے سمجھو اگر شادی نہیں کرنی تو جا کر بابا سے کہو میں اس میں کچھ نہیں کر سکتا۔ میر شاہ نے خود کو بے پرواہ ظاہر کیا۔

تم سے یہی امید تھی میرا ہی دماغ خراب تھا جو تم سے بات کرنے اگئی۔ عینی غصے سے کہتی کمرے سے نکلتی چلی گئی۔

ایک دن تمہیں میری محبت کا احساس ہو گا تمہیں میری تڑپ کا اندازہ ہو گا میں انتظار کروں گا قرۃالعین سکندر ایک نہ ایک دن تم ضرور میرے پاس اؤ گی میں انتظار کروں گا اور عشق کو مانگنا ہی انتظار ہے اور تمہارا انتظار یہ میر شاہ تا قیامت کر سکتا ہے۔

شاہ ولا میں شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں پورے گھر میں رونق کا سما تھا اخر شاہ ولا کے لاڈلے اور بڑے بیٹے میر شاہ کی شادی تھی میر شاہ اگر پورے گھر کا لاڈلا تھا تو عینی بھی گھر کے شہزادی تھی ان کے گھر کی تو دوہری خوشی تھی۔

شادی میں کچھ ہی دن باقی تھے اور ینگ پارٹی کو شاپنگ پر جانا تھا اور عینی کے لیے بھی برائیڈل ڈریس۔ لینا تھا تو عالیہ بیگم بھی ساتھ ہی ائی تھی۔

ارے ثمن تم یہ دیکھو نا یہ سوٹ کرے گا تم پر۔زمان نے ایک ڈریس ہاتھ میں لیتے ہوئے ثمن سے کہا۔

اب ثمن کو تو پاکستانی شادیوں اور ڈریسنگ وغیرہ کا کوئی ائیڈیا نہیں تھا اس لیے ثمن کی شاپنگ بھی انہی سب کو کرنی تھی۔

نہیں زمان اس کا کلر دیکھو بہت برائٹ ہے اور تمہیں تو پتا ہے میں ڈارک کلرز نہیں پہنتی۔ ثمن نے زمان کے ہاتھ میں پکڑا ڈریس دیکھتے ہوئے کہا۔

یار تم ٹرائی تو کرو اچھی لگو گی ویسے تو جو پہن لو اچھی ہی لگتی ہو تم۔ زمان نے خوش دلی سے تعریف کی۔

اور یہ سب دیکھ کر حورین پر دل کیا کہ ثمن کا منہ ہی توڑ دی اور زمان کو تو گنجا کرنے میں کوئی کثر نہ چھوڑتی اگر وہ لوگ ابھی مال میں نہ ہوتے۔

انہیں اسی طرح باتیں کرتا دیکھ وہ غصے سے وہاں سے چلی گئی جو زمان کی نظروں سے بچ نہ سکا۔

رات کو تقریباً 10 بجے لڑکیوں کی شاپنگ ختم ہوئی تو وہ لوگ گھر کے لیے نکلے اور ساڑھے دس بجے تک وہ لوگ گھر میں موجود تھے میر شاہ ان کے ساتھ نہیں گیا تھا اس لیے وہ اپنے کمرے میں تھا زہیب اور زمان سید ھا میر شاہ کے کمرے میں گئے اور باقی سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

میر کی ساری شاپنگ زہیب اور زمان نے کی۔

دیکھ کتنی پیاری شیروانی ہے۔زمان خوشی سے بولا۔

اتنا تو وہ بھی جانتا کہ میر شاہ اس وقت کیا محسوس کر رہا تھا۔

یار اب تو یہ دیوداس بننا چھوڑ دے اب تو تیری شادی ہو رہی ہے۔زہیب نے اس کا دھیان بٹانے کے لیے کہا۔

میر نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔

زہیب اور زمان ایک دوسرے کو بس دیکھ کر ہی رہ گئے۔

اج مہندی کا فنکشن تھا اور مہندی کی ساری تیاریاں لان میں کی گئی تھیں لان کو بہت خوبصورت سجایا گیا تھا سٹیج کو بڑی مہارت سے گیندے کے پھول سے سجایا گیا تھا زین کے کہنے پر ڈانس فلور سٹیج کے اگے لگایا گیا تھا بقول اس کے سٹون کی شادی ہے اخر کوئی چھوٹی بات نہیں خوب ہلا گلا ہونا چاہیے۔

لڑکے لان کے سجاوٹ میں مصروف تھے

تبھی مناہل باہر لان میں گجرے اٹھانے لگی کہ زین کی زوردار آواز گونجی۔

یا میرے اللہ کالی بلی راستہ کاٹ گئی خدا خیر کرے میرے بھائی کی شادی ہے۔ زین اتنی زور سے چیخا کے سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

لو ہو گئے شروع اس کے ڈرامے۔ اہان جو سٹیج پر پھول لگا رہا تھا اس کی اواز پر بولا۔

کیونکہ اس کے ڈراموں سے سب واقف تھے اس لیے سب اپنے اپنے کام میں پھر مصروف ہو گئے۔

اور مناہل جسے ابھی بات سمجھ ائی تھی غصے سے لال ہونے لگی۔

کیا کہا تم نے مجھے۔ مناہل کا پھر سے لڑاکا موڈ ان ہو چکا تھا۔

اور زین کو بھی تو اسے تنگ کرنے میں مزہ اتا تھا اسے تو بس موقع چاہیے تھا مناہل کو چڑھانے۔

کالی بلی بولا میں نے تمہیں۔ زین نے بھی مناہل کو دیکھتے کہا۔

تم نے کبھی خود کو دیکھا ہے باگڑ بلا نہ ہو تو مناہل کا تو دماغ ہی گھوم گیا تھا زین کے اس طرح بولنے پر۔

جلتی ہو تم تو میری خوبصورتی سے۔ زین اسے مزید چڑھاتے ہوئے بولا۔

خوبصورت وہ بھی تم خوش فہمی پلس غلط فہمی میں مبتلا ہو تم باگڑ بلا نہ ہو تو۔ مناہل غصے سے کہتے وہاں سے چلی گئی۔

اور زین کا قہقہہ پورے لان میں گونجا۔

اوئے شیاطین کے نانا تجھے کیا مزہ اتا ہے میری بہن کو تنگ کر کے۔ اہان سٹیج سے نیچے اترتے بولا۔

یار تم لوگ ابھی تک میلے کچیلے گھوم رہے ہو۔زمان ان کو ابھی تک گندے مندے حلیے میں دیکھ کر بولا۔

میرے یار کی شادی ہے ہر کام وقت پر ہونا چاہیے۔زمان ان کو دیکھتے ہوئے بولا۔

اوہو تیری تو محبوبہ کی شادی ہے بڑا افسوس ہوا۔زین کے اندر کا کیڑا پھر سے بیدار ہوا۔

اوئے چل پھر شروع نہ ہو جانا۔زمان نے اس کے سر پر تھپڑ لگاتے ہوئے کہا۔

اور وہ لوگ بھی تیار ہونے چلے گئے۔

زہیب اور زمان میر کے کمرے میں گئے۔

واہ یار میر ابھائی تو شہزادہ لگ رہاہے۔زہیب نے اسے گلے ملتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد زمان نے بھی اسے گلے لگایا۔

تو فکر مت کر میر سب ٹھیک ہو جائے گا۔زمان نے میر سے کہا اور میر پھیکی سی مسکان ہنسا۔

جیسے زمان اس سے مذاق کی بات کر رہاہو۔

چلو بھئی اج کوئی سیڈ بات نہیں اج خوشی کا دن ہے۔ذوہیب نے کہا۔

بہت پیاری لگ رہی ہو۔ حورین عینی کو دیکھتے ہوئے بولی۔ حورین نے عینی کی دل سے تعریف کی اور اسے گلے لگایا۔

پیلی کرتی گرین لہنگا اور گرین دوپٹے پر سوگوار حسن لیے وہ اسمان سے اتری کوئی حور لگتی تھی۔

ماشاءاللہ بہت پیاری لگ رہی ہو میری بچی۔ زرینہ بیگم کی انکھیں نم تھی۔

یہ موقع ہی ایسا تھا کہ کسی بھی ماں کی انکھیں نم ہو جائیں۔

ذرینہ بیگم اسے پیار کرتی کمرے سے چلی گئی۔

کیونکہ انہیں مہندی کے باقی انتظامات دیکھنے تھے۔

سنان کمرے میں گیا جہاں انشراح تیار کھڑی تھی۔

لائٹ پنک اور پرپل غرارے میں انشراح واقعی کوئی اپسرہ لگ رہی تھی۔

سنان بھی سفید شلوار قمیض پر کالی چادر گلے میں ڈالے کوئی شہزادہ ہی لگ رہا تھا۔

چشم بد دور۔۔۔ اج تو میری بیگم بڑی بڑی حسیناؤں کو مات دے دے۔ سنان انشراح کے قریب جاتے بولا۔

اپ بھی کسی شہزادے سے کم نہیں لگ رہے۔ انشراح نے بھی اس کی تعریف کی۔

جان یہ لپ اسٹک کا کونسا فلیور ہے۔ سنان اس کے ہونٹوں کو دیکھتے بولا۔

کیا مطلب کیسا فلیور۔ انشراح ناسمجھی سے بولی۔

مطلب۔۔۔ یہ کہتے ہی سنان اس کے ہونٹوں پر جھک گیا اور اپنے پیاس بجھانے لگا۔

کچھ دیر بعد اس نے انشراح کے ہونٹوں کو ازادی بخشی۔

انشراح لمبے لمبے سے سانس لینے لگی۔

سنان نے انشراح کی شہ رگ پر اپنے ہونٹ رکھے۔

سنان۔۔۔ انشراح لمبے لمبے سانس لینے لگے۔

جی سنان کی جان۔

سنان نے اس کے کندھے پر اپنے ہونٹ رکھے کوئی اجائے گا۔

نہیں اتا۔ اب کی بار سنان نے اس کی گردن پر ہونٹ رکھے اور اپنی محبت کی چھاپ چھوڑنے لگا۔

اس کی گردن کو چھوڑ کر وہ دوبارہ اس کے ہونٹوں پر جھک گیا اور تقریبا 10 منٹ بعد پیچھے ہٹا وہ آدھے گھنٹے میں اس کا حلیہ بگاڑ چکا تھا۔

سنان نے اس کے چہرے پر اپنی قربت کے رنگ دیکھے۔

اور اس کے ماتھے پر بوسہ دیتا چلا گیا۔

انشراح شیشے کے آگے کھڑی پھر خود کو تیار کرنے لگی۔

....

مہندی کی رسم کے لیے سب لان میں جمع تھے۔

زمان اور زہیب میر کو سٹیج پر لے گئے تھے اور اب زین احان اور سنان سٹیج پر میر کے ساتھ تصویریں بنا رہے تھے۔

چلو اوئے پیچھے ہٹو میری باری۔ زمان سٹیج پر اتے ہوئے بولا۔

ایک تو اس کی یہ محبوبہ ہر جگہ پہنچ جاتی ہے۔ احان زمان کو گھورتے ہوئے بولا۔

لے بھائی تو بیٹھ جا۔ سنان اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔

تبھی حورین اور مناہل عینی کو لے کر سٹیج کی طرف آئیں۔

عینی جہاں اسمان سے اتری حور لگ رہی تھی وہیں حورین اور مناہل بھی پریاں لگ رہی تھی۔

زمان تو حورین کو دیکھ کر منہ موڑ گیا اور حورین نے سب کے سامنے انکھوں کی نمی چھپانا بہتر سمجھا۔

اور زین تو مناہل کو دیکھتا ہی رہ گیا۔

اج تو کالی بلی بھی حسین لگ رہی ہے۔ زین اپنی ہی دھن میں بولا۔

وہ کالی بلی غالباً میری بہن ہے۔ احان زین کے کندھے پر ہاتھ رکھتا اسے گھورتے ہوئے بولا۔

ہاں تو میں کون سا لے کر بھاگ رہا ہوں ویسے بھی میری توبہ جو اس کالی بلی کو لے کر بھاگو تو ہی رکھ اسے۔ زین بھی کڑھ کر بولا۔

لیکن ابھی بھی چور نظروں سے مناہل کو دیکھنا جاری تھا۔

--------------------------------........-----------------------------

----

عینی سٹیج پر چڑھنے لگی تو میر شاہ نے سہارا دینے کے لیے اپنا ہاتھ اگے کیا۔
عینی نے ایک نظر اسے دیکھا اور اس کے ہاتھ کو نظر انداز کر کے اگے بڑھ گئی۔
وہاں پر موجود ہر شخص نے یہ بات نوٹ کی۔
لیکن پھر سب رسم کرنے میں مصروف ہو گئے۔

زمان نے حورین کو اپنی طرف اتے دیکھ لیا تھا اس لیے ثمن سے بولا۔
بہت اچھی لگ رہی ہو ثمن۔ زمان ثمن کی طرف دیکھتا ہوا بولا لیکن دھیان حورین کی طرف ہی تھا۔
او تھینکس تم بھی اچھے لگ رہے ہو۔ ثمن نے بھی تعریف کی۔
اور حورین سے اب برداشت نہ ہوا تو کمرے کی طرف بھاگ گئی۔
زمان اسے جاتے دیکھ کر اس کے پیچھے بھاگا۔

حورین کمرے میں بیٹھی رونے کا شغل فرما رہی تھی کہ زمان کمرے میں داخل ہوا۔

حورین میری واچ نکال کر دو۔ زمان نے لہجہ سخت رکھا۔

ہاں تو اس ثمن سے کہہ دیں کہ نکال کر دے۔ نا چاہتے ہوئے بھی حورین کے منہ سے شکوہ نکلا۔

بیوی تم ہو میری وہ نہیں۔ زمان اسے غصے میں دیکھتا بولا۔

ہاں بیوی میں ہوں تو تعریف اپ دوسروں کی کر رہے ہیں۔

زمان کو اس کا جلس ہونا اچھا لگا۔

ہاں تو کیا ہوا ابھی نہیں ہے بہت جلد بنا لوں گا۔ اس کا انداز شرارتی تھا لیکن محسوس نہ ہونے دیا۔

حورین کے انسو مزید تیزی سے بہنے لگے۔

حورین کے انسو زمان کے دل پہ گر رہے تھے۔

اچھا اٹھو واچ دو۔ زمان نرم لہجے میں بولا۔

میں نہیں دے رہی وہ یہ کہتے ہوئے باہر جانے لگی کہ زمان نے اس کا بازو کھینچا جس سے وہ اس کے سینے سے الگی۔

میری نرمی کا ناجائز فائدہ مت اٹھاؤ حورین چوہدری۔ زمان اس کے ماتھے سے ماتھا ٹکراتے بولا۔

میں حورین زمان شاہ ہوں نہ کہ حورین چوہدری۔ حورین ناک سکور کر بولی۔

زمان کو اس کی اس حرکت پر بے انتہا پیار ایا۔

حورین پیچھے ہونے لگے کہ زمان نے اسے کمر سے پکڑ کر اگے کیا۔

میرے قریب انے پر دور مت جایا کرو حورین چودری۔

میں نے اپ کو پہلے بھی بولا کہ میرا نام حورین چوہری نہیں حورین زمان شاہ ہے۔

بہت جلد یہ نام تم سے چھین لوں گا۔ وہ محض اسے ڈرانے کے لیے بولا یہ کہتے ہی وہ باہر چلا گیا۔

روح مہندی کا تھال لیتے کمرے میں جانے لگی اسی کمرے سے زہیب باہر نکل رہا تھا کہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا گئے تصادم اتنا تیز تھا کہ روح مشکل سے گرتے گرتے بچی۔

زہیب کے کشادہ سینے سے ٹکرانے کے بعد اس کا سر ہی گھوم گیا۔

ہائے اللہ جی میرا سر توڑ دیا ظالم سینے میں دل ہیں یا پتھر۔ روح بنا سامنے دیکھے بس بولے جا رہی تھی۔

تو اپ ہی دیکھ کر چل لیا کریں انکھیں خراب ہیں تو چشمہ لگوا لیں۔ زہیب بھی اس کی چلتی زبان دیکھ کر بولا۔

روح توزہیب کی اواز سن کر ایسے چپ ہوئی کہ جیسے سانپ سونگ گیا۔

جی نہیں میں دیکھ کر چلتی ہوں اپ انکھیں کھول کر چلیں۔ روح اتنا کہہ کر غصے سے مہندی کا تھال اٹھاتے باہر کی طرف چلی گئی۔

زہیب کو سمجھ نہیں ائی کہ وہ کس بات پر اتنا غصہ ہوئی اس نے تو کوئی ایسی بات ہی نہیں کی۔

ہنہ چشمہ لگوالو خود کو تو نظر نہیں اتا مجھے مشورے دے رہے ہیں۔ روح غصے میں بڑبڑاتے باہر جا رہی تھی کہ حورین سامنے سے اتی دکھائی دی۔

کیا ہوا اتنے غصے میں کیوں ہو۔ حوعین نے پوچھا۔

نہیں آپی مجھے بتائیں آپ کو میں اندھی لگتی ہوں۔ نظر لوگوں کو خود نہیں اتا مجھے سناتے ہیں۔

کیا ہوا روح کس پہ اتنا غصہ ارہا ہے تمہیں۔ حورین اسے غصے میں دیکھ کر بولی۔

کچھ نہیں اپی۔ یہ کہہ کر وہ اگے بڑھ گئی۔

ایک تو اس لڑکی کی سمجھ نہیں اتی مجھے۔ حورین بھی سر جھٹکتے اگے چلی گئی۔۔

پہلے سب بڑوں نے مہندی کی رسم ادا کی اور پھر ینگ پارٹی نے سب نے پوری رات ہلا گلا کیا اور ہنسی مذاق کیا سب تقریبا دو بجے سونے کے لیے گئے ان کا تو بالکل بھی کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن امنہ بیگم کی ڈانٹ سننے کے بعد انہیں ماننا ہی پڑا۔

اج بارات کا فنکشن تھا بارات شہر کے سب سے بڑے ہال میں منعقد ہونا تھی۔

حورین عینی کا جوڑا لے کر اس کے کمرے میں گئی۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو عینی نیچے بیٹھے رو رہی تھی۔

کیا ہوا عینی تم ٹھیک تو ہو نا۔ حورین فکر مندی سے بولی۔

عینی نے فوراً حورین کو گلے لگایا تو عینی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

کیا ہوا عینی تم رو کیوں رہی ہو کچھ تو بتاؤ۔

کچھ نہیں بھابھی۔ عینی انسو صاف کرتے بولی۔

عینی تم مجھ سے شیئر کر سکتی ہو۔

بھابھی سب کچھ شیئر تو نہیں کیا جا سکتا نا۔

کیا مطلب۔ حورین نہ سمجھی سے بولی۔

بھابی کچھ باتیں کہیں نہیں جا سکتی شاید اسی ہی واسطے اللہ نے خاموش اہیں اور سسکیاں بنائی انسو پیدا کیے طویل نیندیں بنائی اور اسی خاطر ہی بے کیف مسکراہٹ اور وقت الوداع ہاتھوں کو ہلانے کا سامان پیدا کیا۔

ابھی حورین کچھ کہتی کہ کسی نے دروازہ نوک کیا۔

کون۔ حورین اواز لگائی۔

میم مجھے برائڈل کو تیار کرنا ہے۔ ایک لڑکی اندر داخل ہوتے ہوئے بولی۔

ایئے حورین عینی کو اٹھاتے بولی۔

اچھا اب تم تیار ہو جاؤ میں بھی ریڈی ہونے جا رہی ہوں۔ یہ کہتے ہی حورین کمرے سے چلی گئی۔

اور عینی اپنا لہنگا لیتے ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔

حورین کمرے میں تیار ہونے کے لیے ائی تو ثمن اور زمان کو ایک ساتھ دیکھ کر اسے بہت رونا ایا۔

اچھا زمان اب میں چلتی ہوں ریڈی ہونے۔ حورین کو دیکھتے ہی ثمن بولی۔

اچھا۔ زمان نے جواب دیا۔

زمان۔ حورین رندھی ہوئی اواز میں بولی۔

بولو۔زمان نے چہرے پر سخت تاثرات سجائے۔

بس کر دیں نا۔حورین روتے بولی۔

کیا بس کروں۔زمان اپنی واچ اتارتا بولا۔

ختم کر دیں میری سزا مجھ میں اپ جتنا حوصلہ نہیں میں نہیں برداشت کر پا رہی اپ کی بے رخی۔

حورین کے انسو لڑیوں کی صورت بہنے لگے۔

کیا ہوا حورین چوہری اتنا ہی حوصلہ تھا کہاں گئی ہمت محبت میں تو بڑے امتحانوں سے گزرنا پڑتا ہے

تمہاری ابھی بس ہو گئی۔زمان تنزیہ لہجے میں بولا۔

زمان مجھ میں نہیں ہے اپ جتنی ہمت مر جاؤں گی میں اپ کے بغیر۔حورین کی بات سن کر زمان کے چہرے پر مسکراہٹ ائی۔

تمہیں پتہ ہے حورین تم قرضدار ہو۔

تم میری قرضدار ہو۔

کیا مطلب۔حورین نہ سمجھی سے بولی۔

میں کبھی کبھی سوچتا ہوں حورین تو میرے پر خلوص جذبات کا قرض کس طرح اتارو گی۔

میں نے جتنے الفاظ تم سے کہے تم نے نظر انداز کر دیے۔

خاموش رہی۔

میری بے لوث محبت جو میں نے تم سے کی۔

میں نے اپنا سب کچھ صرف تمہیں مانا۔

اپنی ساری وفا اور اعتبار تمہیں دیا۔

کتنی مقروض ہو نا تم میری۔

اور تمہیں پتہ ہے کہ روپے پیسے کے مقروض کبھی نہ کبھی قرض اتار لیتے ہیں۔

لیکن کسی کے جذبات کے ء باتوں کے مقروض کبھی قرض نہیں اتار سکتے۔

یاد رکھنا

تم۔

قرضدار ہو میری۔

یہ کہتے ہی زمان اپنا سوٹ لیتا واش روم میں گھس گیا۔

اور حورین سوچتی ہی رہ گئی سچ ہی تو کہہ رہا تھا وہ اس نے کبھی اس کی طرف دیکھا تک نہیں ہر وقت اسے طلاق مانگی اس سے باتیں سنائی ایک سیراب کے پیچھے بھاگتی رہی۔

حورین بھی سوچ جھٹکتی ڈریسنگ روم میں تیار ہونے کے لیے چلی گئی کیونکہ وقت بہت کم تھا۔

....

زوہیب اور زمان تیار ہو کر میر کے کمرے میں گئے جو کہ ٹیرس پر کھڑا اسگرٹ پی رہا تھا۔

میر کیا ہو گیا یار تیری شادی ہے اج اور تو یہاں کھڑا اسگرٹ پی رہا ہے۔ زوہیب غصے سے بولا۔

تو کیا کروں میں تو بتا دے کچھ سمجھ نہیں ارہا مجھے۔ میر شاہ ہوا میں دھواں تحلیل کرتا بولا۔

کیا سمجھ نہیں ارہا۔ اب کی بار زمان بولا۔

نفرت کرتی ہے وہ مجھ سے اعتبار نہیں کرتی۔

محبت میں اگر محبت نہ ہو تو چلتا ہے مگر اعتبار اس کے بغیر نہیں چلتا۔

شادی کا دوسرا نام ہی اعتبار ہے جو وہ مجھ پر نہیں کرتی۔

کچھ نہیں ہوتا میر سب ٹھیک ہو جائے گا اللہ ہیں نہ۔ زہیب نے کہا۔

اور اسے ڈریسنگ روم میں بھیجا۔

کچھ ہی دیر بعد سب لوگ حال میں پہنچے۔

کچھ ہی دیر بعد نکاح کا شور اٹھا میر کا نکاح پڑھانے کے بعد مولوی صاحب برائیڈل روم میں عینی کا نکاح پڑھانے گئے۔

قرۃ العین شاہ ولد سکندر شاہ اپ کو میر شاہ ولد ابراہیم شاہ حق مہر 50 لاکھ یہ نکاح قبول ہے۔ مولوی صاحب کی اواز سن کر عینی خاموش رہی۔

سکندر شاہ نے عینی کے سر پر ہاتھ رکھا اور اس نے ماضی کی سوچوں کو جھٹکا۔

مولوی صاحب نے پھر پوچھا۔ کیا اپ کو قبول ہے۔

قبول ہے۔ عینی نے لمبا سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔

کیا اپ کو قبول ہے۔

جی قبول ہے۔ عینی نے پھر سے جواب دیا۔

کیا اپ کو قبول ہے۔ مولوی صاحب نے پھر سے پوچھا۔

قبول ہے اور عینی کی انکھوں سے انسو ٹوٹ کر گرا۔

پھر سب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

اور ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔

سب ہی ان دونوں کی شادی پر بے انتہا خوش تھے سوائے ان دونوں کے۔

کچھ دیر بعد عینی کو میر شاہ کے ساتھ بٹھایا گیا۔

مناہل اور مہرماہ نے دودھ پلائی کی رسم کی۔

چلیں میر بھائی دودھ پییں اور نکالیں ایک لاکھ۔ مناہل نے دودھ کا گلاس میر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

اللہ معاف ایک گلاس دودھ کے ایک لاکھ روپے شرم کرو لڑکی تم تو لوٹ رہی ہو میرے بھائی۔ کو اہان تو ایک لاکھ کا سن کر سن ہی ہو گیا۔

لوٹ لوٹ لو اخر کو میر شاہ کی شادی ہے اب اپنی دلہن کے لیے ایک لاکھ تو دو ہی سکتا ہے بس میرا بھی حصہ رکھنا۔ ذین نے بھی حصہ ڈالا۔

اوے لالچی انسان کتنی جلدی پارٹی بدل لی تونے۔ زمان اس کے حصے والی بات سن کر بولا۔

ارے یار لکشمی اتی کس کو بری لگتی ہے۔ زین نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

تمہارا حصہ کس خوشی میں باگڑ بلے یہ تو سالیوں کی رسم ہے۔ مناہل زین کو خطرناک نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔

اسے تو پہلے ہی زین پر کل والی بات شدید غصہ تھاہاں تو میں بھی سالا لگتاہوں اب یہ عینی بھی تو بہن ہے میری۔

زین نے مناہل کو جواب دیا۔

اتنے میں میر شاہ نے دو لاکھ کا چیک سائن کر کے انہیں پکڑا یا۔

اخر وہ اپنی دلہن کے لیے ایک لاکھ تو کیا اپنی پوری دنیا لٹا سکتا تھا۔

جسے مناہل نے خوش دلی سے تھام لیا۔

پھر رخصتی کا شور اٹھا اور قرۃ العین کو قران کے سایہ میں رخصت کیا گیا ہے۔

قرۃ العین کو میر شاہ کے کمرے میں پہنچایا گیا کمرے میں اتے ہی قرۃ العین کے انسو پھر سے بہنے لگے اس نے ہمیشہ اس کمرے میں انے کے ہی خواب دیکھے تھے مگر اس طرح سے نہیں۔

اتنی دیر میں میر شاہ کمرے میں ایا میر شاہ کو کمرے میں اتے دیکھ عینی اٹھی اور ڈریسنگ روم میں جانے لگی اس کا ارادہ سمجھتے میر شاہ نے اسے بازو سے پکڑ کر قریب کیا۔

میرا ہاتھ چھوڑو میر شاہ تم میرا ہاتھ پکڑنے کا حق سالوں پہلے کھو چکے۔۔

عینی میری بات سنو میر شاہ نے اسے کچھ کہنا چاہا۔

کاش میر شاہ تم سالوں پہلے مجھے چھوڑ کر نہ بھاگے ہوتے کاش تم نے دھوکا نہ دیا ہوتا کاش تمہارا اصلی چہرہ میرے سامنے نہ ایا ہوتا تو اج میں یہاں خوش ہوتی اج حالات اور ہوتے ہم اپنی اس خوشی کو اور طرح سے مناتے پر میر شاہ تم نے سب خراب کر دیا۔ عینی غصے سے کہتی ہوئی ڈریسنگ روم میں بھاگ گئی۔

اگر تم جان لو میرے جانے کی وجہ تو تم اس طرح نفرت نہ کرو مجھ سے۔

میر شاہ کرب سے کہتا ہے ٹیرس کی طرف بڑھ گیا۔

محرماه اپنے روم میں جا رہی تھی کہ کسی نے اسے اپنی طرف کھینچا۔

مہرماه چیخ مارتی کے مقابل نے اس کا ارادہ بھانپتے اس کے منہ پر اپنا بھاری ہاتھ رکھا۔

مہرما کی انکھوں میں خوف پھیل گیا۔\

مقابل اسے سائیڈ پر لے گیا جہاں پر روشنی تھی۔

سامنے اہان کو دیکھ مہرماہ کے چہرے پر سکون کی لہر دوڑ گئی۔

کیا ہوا جان۔ اہان نے اس کے اڑے رنگ دیکھ کر پوچھا۔

مہرماہ نے اس کے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا جو ابھی بھی اس کے منہ پر تھا۔

آہان نے فورا ہاتھ ہٹایا۔

اہان اپ نے مجھے ڈرا دیا تھا۔ مہرماہ اسے گھورتے بولی۔

میرے ہوتے ہوئے کوئی تمہیں ہاتھ تو لگا کر دکھائے۔ اہان نے اسے کمر سے پکڑ کر اپنے قریب کیا۔

اہان کوئی اجائے گا۔ مہرما گھبراتے بولی۔

کوئی نہیں ائے گا جان سب اپنے اپنے کمروں میں ہیں۔ اہان اس کی انکھوں میں دیکھتا بولا۔

مجھے نیند ارہی ہے۔ محرماہ پھر سے بولی۔

ایک شرط پر جانے دوں گا۔ اہان شرارت سے بولا

کیا۔ مہرماہ ہکلاہٹ کا شکار ہوئی۔

اہان نے اپنا دایاں گال اگے کیا اس کا مطلب سمجھتے محرماہ کے گالوں پر گلال بکھرا۔

جلدی کرو نہ جان۔ اسے ویسے کھڑا دیکھ کر اہان بولا۔

مہرماہ نے اپنے ہونٹ اہان کی گال پر رکھے۔

اور فورا بھاگ گئی اس کی سپیڈ دیکھ اہان بہ بمشکل اپنا قہقہ روکا۔

انشراح ڈریسنگ ٹیبل کے اگے کھڑی اپنی سوچوں میں گم تھی کہ سنان نے اس کے گرد حصار باندھا۔

کیا سوچ رہی ہے میری بیگم۔ سنان اس کے سر پر بوسہ دیتا بولا۔

سنان آپ کو نہیں لگتا کہ عینی اس شادی سے خوش نہیں۔

انشراح نے اپنی پریشانی کی وجہ بتائی۔

نہیں میری جان تم زیادہ سوچ رہی ہو ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ سنان نے اس کے بات کاٹ دی۔

تم خود پر اور ہمارے بی بی پر دھیان دو بس۔

اور وہ دونوں بھی ٹھیک ہیں تم زیادہ سوچ رہی ہو۔ سنان اس کی جیولری اتارتا بولا۔

جی۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں چینج کر کے سو گئے۔

زمان کمرے میں داخل ہوا تو حورین ویسے ہی بیٹھی تھی۔

تم نے ابھی تک چینج کیوں نہیں کیا۔زمان نے اپنا لہجہ نرم رکھا۔

ایسے ہی۔حورین نے کھوئے لہجے میں جواب دیا۔

اتنی دیر میں زمان کا فون رنگ ہوا۔

ہیلو زہیب بولو کیا ہوا۔

یار وہ میری فائل کہاں ہے جو تمہیں دی تھی۔زہیب پریشانی کے عالم میں بولا۔

یار وہ فائل ثمن کے پاس ہے میں نے اسے پکڑا دی تھی۔زمان نے جواب دیا۔

ثمن کے نام پر حورین نے فوراً زمان کی طرف دیکھا۔

اچھا چل صحیح ہے یہ کہتے ہی زمان نے کال کٹ کر دی۔

زمان۔۔۔حورین نے زمان کو بلای۔

ہممم۔۔۔۔زمان الماری سے کپڑے نکالتا بولا۔

ثمن آپ کی کیا لگتی ہے۔اخر کار اس نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا۔

ابھی تک تو بس دوست ہے لیکن میرا ارادہ اسے اپنی بچوں کی مما بنانے کا ہے۔ زمان نے شرارتی انداز میں کہا۔

میں بیوی ہوں اپ کی۔ حورین چیخی۔

ہاں تو۔ زمان نے لاپرواہی کا مظاہرہ کیا۔

پھر یہ کہ مجھے مما بنالیں۔ حورین کی زبان پھس۔۔۔۔۔۔لی۔

زمان کا ہاتھ وہیں رکا۔

یہ تم کہہ رہی ہو حورین چوہدری جس نے مجھے کہا تھا کہ وہ اپنی خوبصورتی مجھ پر ضائع نہیں کرے گی۔

تو اب کیا ہوا اب کیوں تڑپ رہی ہو میری قربت کے لیے بولو تم نے تو کہا تھا مجھے اپنے قریب نہیں انے دو گی۔

اپنی باتیں یاد کرو حورین۔ زمان شاہ کچھ نہیں بھولتا۔

یہ کہتے ہیں زمان کمرے سے باہر نکل گیا ارادہ اس کا اج پھر چھت پر جانے کا تھا۔

--

اج ولیمے کا دن تھا ناشتے کا دور تھا.

زیبی. زمان سیڑیاں اترتے بولا.

سب اس کی طرف متوجہ ہوئے وہ اس وقت رف حلیے میں تھا اور اس حلیے میں بھی وہ حورین کا دل دھڑکا گیا.

ہاں. زہیب نے جواب دیا.

میر کہاں ہے اپنے روم میں نہیں ہے میں ابھی دیکھ کر ایا ہوں. زمان نے پریشانی سے کہا.

وہ افس میں ہے کہہ رہا تھا فنکشن شروع ہونے سے پہلے اجائے گا. زہیب نے جوس کا گلاس اٹھاتے ہوئے کہا.

ایک تو یہ لڑکا ہر وقت کام کرتا رہتا ہے. امنہ بیگم نے کہا.

دادو ضروری میٹنگ تھی اس لیے گیا ہے. زہیب نے کہا.

اچھا چلو میں بھی چلتا ہوں پھر. زمان باہر کی طرف بڑھنے لگا تھا.

زہیب نے روک لیا.

زمان رک میں بھی اتا ہوں.

یار پھر میں بھی ساتھ ہی چلتی ہوں. ثمن نے زمان کی طرف دیکھتے کہا۔

حورین کا دل چاہا کہ ثمن کو روک لے لیکن وہ کرتی بھی تو کیا۔

عینی تو ان سب میں خاموش بس ناشتہ کر رہی تھی۔

شام ہو چکی تھی ولیمے کا فنکشن سٹارٹ ہو چکا تھا لیکن ابھی تک ان چاروں کی کوئی خبر نہیں تھی.

انہیں فون کرو ابھی تک ائے کیوں نہیں وہ چاروں. سکندر شاہ غصے سے بولے.

باقی سب بھی اپنی اپنی جگہ پریشان تھے.

کیا ہے بابا لیکن کوئی فون نہیں اٹھا رہا. سنان بھی فکر مندی سے بولا.

وہ دیکھو اگئے. زین نے اشارہ کیا.

جہاں وہ چاروں ارہے تھے ان کے چہروں پر پریشانی واضح تھی اس لیے کسی نے ان سے کچھ نہ پوچھا۔

میر شاہ فورا سٹیج پر چلا گیا۔

تقریب کا اغاز ہوا سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

میر شاہ اٹھ کر ان تینوں کی طرف گیا جو پریشان کھڑے تھے۔

تم لوگ چلو میں اور زہیب کچھ دیر تک نکلتے ہیں۔

ٹھیک ہے۔

پہلے میں چینج کر اؤں ثمن یہ کہتے ہی چلی گئی۔

زمان مجھے یہ پروجیکٹ کسی بھی حال میں چاہیے۔

تو فکر نہ کر سب ٹھیک ہو گا۔زمان بولا۔

اتنی دیر میں ثمن ائی جو کہ پینٹ شرٹ میں ملبوس تھی۔

چلو چلیں ثمن نے اکر کہا۔

پھر وہ لوگ چلے گئے۔

دور کسی نے یہ منظر دیکھا تو تڑپ اٹھا۔

میر شاہ کے کہنے پر فنکشن کا اختتام جلدی کر دیا گیا۔

پھر میر شاہ اور زہیب بھی چلے گئے

وہ لوگ اگلی صبح بھی واپس نہیں ائے تھے۔

ابراہیم شاہ کو ان پر رہ رہ کر غصہ ارہا تھا۔

اخری ولیمے والے دن یہ کام کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ابراہیم شاہ نے غصے سے کہا۔

جو اس وقت لاونج کے صوفے پر بیٹھے تھے۔

آپ غصہ مت کریں یقینا کوئی ضروری کام ہو گا ورنہ میرے بچے کبھی اتنی غیر ذمہ درانہ حرکت نہ کرتے۔عالیہ بیگم نے ان کا غصہ کم کرنے کے لیے کہا تھا

مگر ابراہیم شاہ کا غصہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔

اتنے میں وہ چاروں لاؤنج میں داخل ہوتے دکھائی دیے ان کے چہروں پر خوشی تھی۔

السلام علیکم میر شاہ اور تینوں نے سب کو سلام کیا۔

وعلیکم السلام ابراہیم شاہ نے جواب دیا۔

کہاں تھے تم لوگ کچھ احساس ہے تم لوگوں کو کل شادی تھی تمہاری۔ ابراہیم شاہ نے غصے سے کہا۔

سوری بابا مجھے احساس ہے لیکن یہ پروجیکٹ ہمارے بزنس کے لیے بہت ضروری تھا اور الحمدللہ وہ پروجیکٹ ہمیں مل گیا۔ میر شاہ نے خوشی سے کہا۔

اچھا بڑے بابا شام کو ہم نے ایک پارٹی رکھی ہے اپ سب تیاری کر لیں۔ زمان نے کہا۔

کس خوشی میں پارٹی رکھی ہے۔ فاخرہ بیگم بولیں۔

پروجیکٹ کی خوشی میں۔ ثمن نے مسکرا کر جواب دیا۔

چلو صحیح ہے فاخرہ بیگم خوشی سے بولیں۔

اس کے بعد وہ چاروں اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے میر شاہ نے ڈیکوریشن کے لیے ایک ٹیم ہائر کی تھی جو کہ اس وقت بڑی مہارت سے اپنا کام کر رہی تھی۔

کہاں تھے تم۔ عینی میر کو کمرے میں اتا دیکھ کر بولی۔

کیوں تم مس کر رہی تھی مجھے۔ میر شاہ نے شرارت سے کہا۔

اتنے برے دن نہیں آئے کہ قرۃ العین سکندر شاہ تمہیں مس کرے۔ عینی نے تیوڑیاں چڑھاتے ہوئے کہا۔

پہلی بات تم قرۃ العین میر شاہ۔

ہو دوسری بات میں افس میں تھا ایک پروجیکٹ کے سلسلے میں اور الحمدللہ وہ پراجیکٹ مجھے مل گیا۔

اور تیسری بات تمہارا یہ خالص بیویوں والا انداز مجھے اچھا لگا۔

اور چوتھی بات تیار ہو جاؤ شام کو پروجیکٹ ملنے کی خوشی میں پارٹی رکھی ہے گھر میں۔

اچھا۔ عینی نے یک لفظی جواب دینا بہتر سمجھا۔

اور میر شاہ پارٹی کے انتظامات دیکھنے کے لیے باہر چلا گیا۔

شام ہو چکی تھی پارٹی وسیع پیمانے پر منعقد کی گئی تھی۔

میر بھائی کوئی ڈانس وانس کا پروگرام ہے۔ زین نے پوچھا۔

نہیں۔ میر نے ایک لفظی جواب دیا۔

لو تو ہم کیا کریں اس پارٹی میں سارے بڈھے ٹکلے ائے ہوئے ہیں۔ زین کو پارٹی بورنگ لگی۔

میر شاہ نے اسے گھورا۔

ڈانس نہیں تو کوئی ڈی جے والا بلا لیتے اخر اتنے پیسوں کا کیا کرنا اپ نے۔ اس بار اہان بولا۔

یہ بزنس پارٹی ہے تم لوگوں کی ہپ ہوپ پارٹی نہیں۔زہیب بولا۔

بھائی اتنی بورنگ پارٹی ہے یہ۔انشراح بھی اکتا گئی تھی۔

میر۔۔

اتنے میں ثمن ائی۔

وہاں دورانی انڈسٹری کے ہیڈ اگئے ہیں۔ ثمن نے اسے بتایا۔

چلو پھر چلتے ہیں ان کے پاس۔زمان بولا۔

پھر وہ سب وہاں سے چلے گئے۔

پارٹی کو سب نے انجوائے کیا سوائے ینگ پارٹی نے۔

ان کی بوریت کا اندازہ لگاتے میر شاہ نی انہیں فارم ہاؤس جانے کی خوشی سنائی۔

خبر سن کر ینگ پارٹی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔

رات کو سب لاؤنج میں بیٹھے تھے۔

حورین جو کہ نیچے ارہی تھی اس کا پاؤں سلپ ہوا جس سے وہ گر گئی اس کی اواز پر سب اس کی جانب متوجہ ہوئے جو کہ زمین پر بے ہوش پڑی تھی اور سر سے خون بہہ رہا تھا۔

زمان فوراً اس کی جانب گیا اور اس کا سر اپنی گود میں رکھا۔

زمان اسے ہسپتال لے کر چلو۔ زہیب اسے ہلاتے بولا۔

ہ۔۔ہاں ہ۔ زمان نے اس کا بے جان وجود باہوں میں اٹھایا۔

سب ادھر ہی رہیں کوئی نہیں ائے گا میرے پیچھے۔ یہ کہتے ہی وہ حورین کو لیتا گاڑی کی جانب ایا اور ہسپتال کے لیے روانہ ہوا۔

حورین کو لیتا وہ ہسپتال پہنچا۔ ڈاکٹر اسے اندر کی جانب لے گئے۔

زمان شاہ اس وقت کوئی دیوانہ لگ رہا تھا اس کی حالت خراب ہو چکی تھی کپڑے خون سے بھرے تھے لیکن اسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔

پرواہ صرف اس وجود کی تھی جسے اس کی دھڑکن جڑی تھی۔

زمان کو اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہو رہا تھا اس کی سانسوں کی ڈور تو اندر پڑے وجود کے ساتھ جڑی تھی۔

ایک گھنٹے بعد ڈاکٹر نے حورین کی زندگی کی نوید سنائی۔

زمان نے پہلے نوافل ادا کیے۔

اور گھر انفادم کیا۔

زمان شاہ باہر بیٹھا تھا کہ ڈاکٹر نے حورین کے ہوش میں انے کی خبر دی۔

زمان اپنے انسو صاف کرتا اندر داخل ہوا جہاں حورین انکھیں بند کیے لیٹی تھی۔

کسی کی موجودگی کا احساس تھا کہ اس نے انکھیں کھولی۔

سامنے زمان کو دیکھ کر اس کی انکھوں میں نمی اگئی۔

کیوں بچایا مجھے اپ نے مرنے دیتے نا۔ حورین سر کا درد نظر انداز کرتے بولی۔

زمان نے تڑپ کر اسے دیکھا۔

ویسے بھی اپ کی بے رخی مجھے مار رہی ہے۔ حورین روتے ہوئے بولی۔

زمان اس کے پاس ایا۔

کیا تم ٹھیک ہو۔ زمان نے پیار سے پوچھا۔

اپ کو اس سے کیا اپ جائیں اپنی دشمن کے پاس۔

حورین ادھر دیکھو۔ زمان اس کا چہرہ اپنی طرف کرتا بولا۔

نہیں چاہیے مجھے اپ کی وقتی ہمدردی اپ پھر بعد میں دور ہو جاؤ گے۔ حورین بچوں کی طرح معصومانہ انداز میں بولی۔

نہیں جاؤں گا اب دور۔ زمان حورین کا ہاتھ پکڑتے بولا۔

مطلب۔۔اپ ن۔۔نے مجھے معاف کر دیا۔ حورین حیرانگی سے بولی۔

زمان نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا۔

حورین فوراً اس کے سینے سے جا لگی۔

ائی لو یو زمان ائی ریلی لو یو۔ حورین نے اس کے سینے میں چہرہ چھپاتے کہا۔

لو یو ٹو جان۔ زمان نے اس کے گرد حصار تنگ کیا۔

اتنی دیر میں ایک نرس اندر ائی

وہ دونوں کو ایک دوسرے کے قریب دیکھ کر حیران ہو گئی وہ نرس زمان کو ہی گھورے جا رہی تھی

حورین نے نوٹ کیا۔

ہی از مائی ہسبنڈ۔ حورین زمان کا ہاتھ پکڑتے بولی۔

اس کی بات سنتے نرس شرمندہ ہوتی باہر چلی گئی۔

زمان ہم گھر کب چلیں گے۔ حورین زمان کو دیکھتے بولی۔

جب میری جان کہے گی۔ زمان نے مسکراتے جواب دیا۔

مجھے ابھی گھر جانا ہے۔ حورین نے اس کے سینے پر سر رکھے جواب دیا۔

لیکن ابھی تو ڈسچارج نہیں ملے گا۔ زمان اس کا سر سہلاتے بولا۔

مجھے نہیں پتہ مجھے ابھی جانا ہے۔ حورین بضد ہوئی۔

اچھا تم بیٹھو میں ڈاکٹر سے پوچھ کر اتا ہوں یہ کہتے ہی زمان باہر چلا گیا۔

حورین کے چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ تھی۔

کچھ ہی دیر بعد زمان کمرے میں داخل ہوا۔

کیا ہوا مل گیا ڈسچارج۔ حورین زمان کو دیکھ کے فورا بولی۔

جی مل گیا چلو چلیں۔ زمان نے اسے سہارا دیتے اٹھایا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ شاہ ویلا پہنچے۔

کیا ہوا زمان سب کہاں ہے۔ حورین خالی لاونج دیکھتے بولی۔

جان رات کے دو بج رہے ہیں سب سو گئے ہیں میں نے سب کو اپ کی خیریت کا بتا دیا تھا اس لیے سب بے فکر ہیں۔

زمان حورین کو اپنی باہوں میں اٹھاتا ہے بولا۔

حورین نے بھی مسکرا کر اس کے گردن میں بازو حائل کیے اور اس کے کندھے سے سر ٹکا دیا۔

زمان نے حورین کو بیڈ پر لٹایا۔

اچھا میں چینج کر کے اتا ہوں۔ زمان حورین کے ماتھے پر بوسا دیتا بولا۔

جسے حورین نے انکھیں بند کر کے محسوس کیا۔

زمان فریش ہونے کے لیے واش روم چلا گیا۔

کچھ دیر بعد زمان باہر ایا۔ تو حورین کو ویسے ہی بیڈ پر بیٹھا پایا۔

کیا ہوا حورین ابھی تک سوئی کیوں نہیں۔ زمان نے فکر مندی سے پوچھا۔

جو کہ اس وقت ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس تھا۔

زمان یہ کشن نہیں اچھا۔ حورین ناک سکورتی بولی۔

ہاں تو دوسرا والا لے لو۔ زمان کراؤن سے ٹیک لگاتا بولا۔

نہیں وہ بھی نہیں اچھا۔ حورین معصوم انداز میں بولی۔

پھر۔ زمان نے ائی برو اچکائی۔

تو یہ کہ مجھے یہاں سر رکھ کر سونا ہے۔ حورین زمان کے سینے کی طرف اشارہ کرتے بولی۔

زمان مسکرایا اور اس نے مسکراتے باہیں واکیں۔

حورین اس کے سینے سے لگتی سکون سے انکھیں موند گئیں۔

زمان نے اس کے بالوں پر بوسہ دیا۔

اچھا چلو اب سو جاؤ۔ زمان اسے پیار سے بولا۔

اوکے گڈ نائٹ۔ حورین اسے زور سے پکڑتی انکھیں موند گئی۔

ڈر تھا کے مقابل کہیں دور ہی نہ چلا جائے۔

زمان بھی انکھیں موندتا سونے لگا۔

اگلی صبح ناشتہ کرنے کے بعد فاخرہ بیگم حورین سے ملنے کمرے میں گئی۔

سب اپنے اپنے کاموں پر جا چکے تھے۔

کیسی ہے میری بیٹی۔فاخرہ بیگم حورین کا ماتھا چومتی بولی۔

اب ٹھیک ہوں مما۔حورین نے خوش دل سے جواب دیا۔

شکر ہے اللہ پاک کا تم نے تو ہم سب کو ڈرا دیا تھا۔فاخرہ بیگم خدا کی مشکور تھی۔

مما زمان چلے گئے۔حورین نے ہچکچاتے پوچھا۔

جی بیٹا وہ افس چلا گیا ہے جانے سے پہلے مجھے کہہ کر گیا تھا کہ جب تم اٹھو میں تمہیں ناشتہ کروا کر دوائی دے دوں۔فاخرہ بیگم محبت سے بولی۔

اس کے جانے کا سن کر حورین کے چہرے پر اداسی پھیل گئی۔

جسے فاخرہ بیگم نے محسوس کر لیا۔

کچھ نہیں ہوتا بیٹا اجائے گا تم ناشتہ کرو اور میڈیسن لو۔

جی مما۔حورین نے ناشتہ کیا اور دوائی لی۔

گاخرہ بیگم اسے ارام کا بولتی چلی گئی۔

ان کے جاتے ہی ینگ پارٹی نے کمرے میں دھماکے دار اینٹری ماری۔

بھابھی۔زین حورین کے پاس بیٹھتا بولا۔

جی۔حورین نے مسکراتے جواب دیا۔

جلدی ٹھیک ہو جائیں پھر ہمیں فارم ہاؤس جانا ہے۔زین معصوم انداز سے بولا۔

اپ کے مجاز خدا نے بولا ہے کہ جب تک میری بیوی ٹھیک نہیں ہو جاتی کوئی کہیں نہیں جائے گا ۔انشراح بولی۔

بھائی تو سٹون مین کے ساتھ ساتھ رہ کر بورنگ انسان ہو گئے ہیں۔ان کا سایہ آگیا ان پر۔زین غصے کی ایکٹنگ کرتا بولا۔

خبر دار زین جو تم نے میرے شوہر کو کچھ کہا تو اتنے تو سویٹ ہیں وہ۔حورین کو اس کا زمان کو کچھ کہنا برا لگا۔

سویٹ ہوں گے اپ کے لیے ہمارے لیے تو ڈھیٹ ہیں۔زین ایک بار پھر بولا۔

بھابھی اپ چھوڑیں اسے یہ بتائیں اپ کیسا فیل کر رہے ہیں۔اب کی بار محرماہ بولی۔

بالکل ٹھیک۔حورین نے مسکراتے جواب دیا۔

بھابھی اپ جلدی ٹھیک ہو جائیں پھر ہم سب فارم ہاؤس چلیں گے۔عینی خوش دلی سے بولی۔

اوکے۔حورین نے بھی خوش دلی سے جواب دیا۔

کچھ دیر بعد وہ سب وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے عالیہ بیگم نے وہاں اتے سب کو ڈانٹا جو کہ حال پوچھنے کا کہہ کر یہاں ڈیرہ لگا کر بیٹھ گئے۔

ان سب کو کمرے سے نکال دیا۔

عالیہ بیگم حورین کو ارام کا کہتی کچن کی جانب چلی گئی ان کا ارادہ حورین کے لیے کچھ نرم بنانے کا تھا۔

شام کو سب لوگ جلدی واپس اگئے تھے سوائے سب بڑوں کے۔

سب باہر بیٹھے لان میں باتیں کر رہے تھے لاریب نے سب کے لیے کھیر بنائی تھی جو کہ سب کو بے حد پسند ائی۔

انسان سب کے بغیر رہ سکتا ہے سوائے محبت کے۔لاریب ان سب کو دیکھ کر مسکراتے بولی۔

غلط آپی انسان محبت کے بغیر رہ سکتا ہے۔میر شاہ نے لاریب کی نفی کی۔

وہ کیسے۔حورین فورا بولی۔

جہاں تک میرا خیال ہے ہم انسان محبت کے بغیر نہیں رہ سکتے۔اس بار محرماہ بولی۔

جی بھائی ان سب نے ٹھیک کہا زین بھی میر کی بات پر الجھ گیا۔

غلط سوچ ہے سب کی۔میر نے سب کی نفی کی۔

وہ کیسے میر۔ اگر انسان اکیلا ہو تو اسے صرف محبت سے بدلا جا سکتا ہے اگر وہ ٹوٹا ہو تو اسے محبت سے ہی جوڑا جا سکتا ہے۔ ثمن نے بولنا لازمی سمجھا۔

ثمن میں تمہیں سب سے الگ سمجھ رہا تھا لیکن تم بھی ان سب جیسے سوچ رکھتے ہو۔ میر شاہ ثمن کی طرف دیکھتا بولا۔

تو تم ہی بتا دو۔ اب کی بار سنان بولا۔

ان سب میں زوہیب اور زمان خاموش تھے شاید اس کا جواب جانتے تھے شاید نہیں یقیناً۔

چھوڑنا اسان نہیں ہوتا چاہے کوئی عادت ہو کوئی گناہ یا پھر انسان۔

اپ گرتے ہیں ٹوٹتے ہیں سنبھلتے ہیں پھر ٹوٹتے ہیں۔

اور یہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ نہ تو اپ چیخ سکتے ہیں نہ کسی کے گلے لگ کر انسو بہا سکتے۔

ہیں ماضی اپ کے سامنے کسی ریل کی طرح بھاگتا ہے ہر سٹیشن پر نئے مختلف لوگ۔

ایک وقت اتا ہے اپ جن لوگوں کو اپنے ساتھ سمجھتے ہیں وہ تو ساتھ ہوتے ہی نہیں۔

ویرانے میں کڑی دھوپ میں اپ بے اسرہ اور بنا سائبان کے رہ جاتے ہیں۔

اس وقت اپ کے ساتھ بس وہ ذات ہوتی ہے۔ میر شاہ اسمان کی طرف اشارہ کرتا بولا۔

انسان رہ سکتا ہے محبت کے بغیر لوگوں کے بغیر رشتوں کے بغیر ہر شے کے بغیر۔

مگر اللہ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔کچھ لوگوں کی محبت وقتی ہوتی ہے مگر خدا کی نہیں وہ تو آخری سانس تک اپنے بندے کا انتظار کرتا ہے۔

ایبسولیوٹلی رائٹ۔زہیب متاثر ہوتے بولا۔

عینی تو کچھ وقت کے لیے اس کی باتوں میں کھو گئی کیا تھا وہ شخص بالکل ایک راز اک پہیلی۔

صحیح کہا میر تمہاری بات بالکل درست ہے۔اب کی بار زمان بولا۔

میر نے سر کو ہلکا سا خم دیا۔

میرے تو اوپر سے اوپر سے ہی گزر گئی۔زین دانت نکالتا بولا۔

زین میر کی بات کا مطلب ہے کہ انسان سب کے بغیر رہ سکتا ہے سوائے اللہ کے۔ ثمن اسے سمجھاتے بولی۔

او اچھا۔زین نے سمجھتے ہاں میں سر ہلایا۔

چھوڑو۔زین بولا۔

چلو میں تم لوگوں کو گانا سناتا ہوں۔زین گلا صاف کرتا بولا۔

اس سے پہلے کہ عینی کچھ بولتی ثمن بول پڑی۔

ارے واہ تم گانا بھی گاتے ہو۔

ہاں میں سنگر ہوں۔زین نے صفائی سے جھوٹ بولا۔

ہاں بہت بڑا۔ مہرماہ نے تنزیہ کہا۔

اتنا گندا تو مانگنے والے نہیں گاتے جتنا ذہن گاتا ہے۔ عینی زین کو گھورتے ہوئے بولی۔

تم تو چپ ہی کرو کرہ عرض۔ زین عینی کو گھورتا بولا۔

عینی کچھ بولتی کہ اس سے پہلے حورین بولی۔

اچھا اچھا چلو بس کرو۔ حورین فورا بولی۔

نہیں بھابھی یہ تو مجھ سے جلتی ہے۔ زین پھر سے بولا۔

اوئے بندر میں کیوں تم سے جلوں گی شکل دیکھی ہے اپنی۔ عینی کو تو تپ سی چڑھ گئی۔

ہاں ہاں مجھے پتہ ہے میں بہت پیارا ہوں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ زین چہرے کو ہاتھ لگاتا بولا۔

اوئے پتہ ہے کتنا پیارا ہے تو بندر کہیں کا اور تجھ سے جلے میری جوتی۔ عینی غصے سے بولی۔

ہاں چلو تم نے مانا تو صحیح کہ تمہاری جوتی مجھ سے جلتی ہے۔

زین اچھا اچھا بس کرو۔ اس بار زمان بولا۔

دو منٹ بھابھی مزہ ارہا تھا۔ اس بار انشراح بولی۔

وہ سب ان کی لڑائی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

رات کو عینی ڈریسنگ ٹیبل پر کھڑی ہاتھوں کا مساج کر رہی تھی کہ میر کمرے میں داخل ہوا میر اسے ایک نظر دیکھتا اپنے کپڑے لیتا واش روم میں بند ہو گیا کچھ دیر بعد ایا تو عینی کو وہیں پایا۔

کیا ہوا۔ میر نے عینی سے پوچھا۔

مجھے طلاق دے دو۔ عینی پر سکون لہجے میں بولی۔

تم ہوش میں تو ہو کیا کہہ رہی ہو۔ میر شاہ کو اس کی اس بات پر غصہ ایا۔

ہاں ہوش میں ہی ہوں ہم ایک دوسرے کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ عینی دونوں بازو سینے پر باندھتے بولی۔

میر نے اسے اپنی طرف کھینچا اور اس کے ہونٹوں کو اپنی قید میں لیا۔

عینی نے اپنا اپ چھڑوانا چاہا لیکن اس کی مضبوط گرفت سے نہ نکل پائی۔

تھوڑی دیر بعد میر شے پیچھے ہٹا۔

اپ بولا کرو مجھے۔ میر شاہ اس کے ہونٹ صاف کرتا بولا۔

تم میرا مطلب اپ۔ عینی اس کی گھوڑی پر فوراً پٹری پر ائی۔

گڈ۔ میر شاہ مسکراتے بولا۔

اچھا اب مجھے نیند ا رہی ہے۔ میر شاہ یہ کہتا بیڈ کی جانب بڑھ گیا۔

عینی بھی سب کچھ جھٹکتے سونے کے لیے لیٹ گئی۔

زمان بیڈ پر لیٹا موبائل یوز کر رہا تھا کہ حورین چینج کر کے باہر ائی اور زمان کے سینے پر سر رکھے لیٹ گئی

۔

کیا ہوا۔ زمان اسے اپنے حصار میں لیتا بولا۔

کچھ نہیں۔ حورین نے انکھیں موندے ہی جواب دیا۔

دوائی لی۔

جی۔ حورین نے جواب دیا۔

زمان یہ فون بند کریں اور مجھ سے باتیں کریں وہ زمان کو فون میں مصروف دیکھ کر بولی۔

اخر کو اپنے ہوتے ہوئے کیوں کسی اور کو زمان کی توجہ کا مرکز بننے دیتی۔

اچھا جی کر دیا بند اور کچھ۔ زمان فون سائیڈ پر رکھتا بولا۔

زمان۔ حورین زمان کے سینے پر ٹھوڑی ٹکاتے بولی۔

جی جان زمان۔

اپ کو مجھ سے کب پیار ہوا تھا۔ حورین اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے بولے۔

جب اپ کو پہلی بار دیکھا تھا تب۔ زمان اس کا ہاتھ لبوں کو لگاتے بولا۔

وہ کب دیکھا تھا۔

جب اپ پہلی بار ہمارے گھر ائی تھی تب۔

مطلب اپ کو مجھ سے پہلی نظر والا پیار ہوا تھا۔

جی۔زمان اس کا ناک چومتا بولا۔

اچھا چلیں اب مجھے نیند ارہی ہے۔

اوکے۔ زمان اسے اپنے حصار میں لیتا انکھیں موند گیا۔

حورین جانتی تھی وہ اس کے قریب انا چاہتا ہے وہ اسے منع نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن وہ ان لمحوں کو خاص بنانا چاہتی تھی بہت خاص۔

یہ سوچتے ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

کچھ دیر بعد وہ نیند کی وادیوں میں کھو گئی۔

-- ----------

اگلی صبح افس میں ثمن نے میر اور زمان سے کہا کہ وہ لندن واپس جا رہی ہے۔

یار ابھی تو ائی تھی تم کچھ دن تو رک جاؤ۔ زمان نے ثمن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

نہیں زمان ہم تینوں تو یہاں ہیں وہاں یہ سب کام رکے ہوئے ہیں۔ ثمن نے کہا۔

دو گھنٹے بعد فلائٹ ہے اور اب بتا رہی ہو اب بھی نہ بتاتی وہاں پہنچ کر بس غیروں کی طرح بتا دیتی۔ میر شاہ بھی ثمن کی بات یار پر غصے سے بولا۔

بس اچانک ہی پلان بنا اب مجھے گھر بھی جانا ہے سب سے ملنے۔
اور ثمن ان دونوں سے مل کر گھر چلی گئی۔
کیونکہ دو گھنٹے بعد فلائٹ تھی۔

گھر میں سب اس کے واپس جانے سے اداس تھے۔
بیٹا کچھ دن تو رکتی تم۔ امنہ بیگم نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا۔
نہیں دادو لندن میں بھی بزنس دیکھنا ہے میر اور زہیب تو یہاں ہے تو وہاں سب مجھے ہی دیکھنا ہے ۔ ثمن نے بھی دادو کے گلے لگتے کہا۔
اچھا میں ذرا حورین سے مل لوں باقی سب سے تو مل لیا ہے۔ ثمن مسکرا کر کہتے حورین کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔
حورین صوفے پر بیٹھی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔
اجائیں۔ حورین نے جواب دیا۔
ثمن دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔
ثمن تم۔ حورین اسے اپنے کمرے میں دیکھ کر حیران ہوئی۔
حورین میں لندن جا واپس جارہی ہوں بس تم سے ملنے ائی تھی۔ ثمن نے حورین سے کہا۔

اور ہاں وہ سب تمہارے شوہر کا پلان تھا صرف تمہیں حساس دلانے کے لیے مجھے غلط مت سمجھنا میں بس تم دونوں کو ایک کرنا چاہتی تھی اور کچھ نہیں زمان میرا بہت اچھا دوست ہے اس لیے میں نے بس اس کے کہنے پر کیا۔اسے اس حورین واپس دینے میں مدد کی یہ۔ کہہ کر ثمن حورین کے گلے لگ گئی۔

حورین نے بھی ثمن کو مسکرا کر گلے لگا یا۔

کیونکہ اس بارے میں زمان اس سے پہلے ہی بتا چکا تھا تو اب وہ کیوں ناراض ہوتی۔

ثمن سب سے مل کر ایئرپورٹ کے لیے نکل گئی۔-------

میر شاہ رات کو گھر میں دیر سے ایا۔

کمرے میں داخل ہوتے اس کی نظر عینی پر پڑی جو صوفے پر بیٹھے بیٹھے سو رہی تھی۔

میر شاہ اسے اٹھا کر بیڈ پر لے گیا اور وہیں اس کے پاس بیٹھ کر اسے دیکھنے لگا۔

سوتے ہوئے تو وہ لگتی بھی اتنی معصوم تھی۔

میری شاہ نے دل کے کہنے پر جھک کر عینی کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

اپنے ماتھے پر کسی کا لمس محسوس کر کے اس کی انکھ کھلی۔

میری شاہ کو اپنے اتنے قریب دیکھ کر عینی گھبرا گئی۔

تم کیا کر رہے ہو یہاں۔ عینی نے گھبرا کر پوچھا۔ اور اپنے دونوں ہاتھ اس کے سینے پر رکھ اس سے پیچھے دھکیلتی ہوئی اٹھنے لگی تھی۔

کہ میر شاہ نے اس کے دونوں ہاتھ اپنی قید میں لیے۔

کیا کر رہے ہو تم۔ عینی نے میر شاہ کو غصے سے دیکھا۔

کچھ نہیں تم صوفے پر سو رہی تھی تو تمہیں یہاں لے ایا۔ میر شاہ نے اطمینان سے جواب دیا۔

تم تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے ہاتھ لگانے۔ کی عینی کا تو پارہ ہی ہائی ہو گیا اس کی بات سن کر۔

میں نے پوچھا تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے قریب انے کی۔

عینی کا غصہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔

بات تو سنو میری قرۃ العین میر شاہ۔

میں نے کتنی دفعہ کہا ہے میرا نام قرۃ العین سکندر شاہ ہے سمجھے تم کوئی رشتہ نہیں ہے میرا تم سے کچھ نہیں لگتے تم میرے کچھ بھی نہیں سنا تم نے۔ عینی غصے سے چلائی۔

اس کا لہجہ اتنا سخت تھا کہ میر کو بہت برا لگا۔

ہاتھ چھوڑو میرے۔ عینی چلائی۔

سنا نہیں تم نے۔

اپ۔۔۔۔ میر شاہ نے جواب دیا۔

کیا اپ۔۔۔۔عینی نے نا سمجھی سے پوچھا۔

میں نے کہا اپ بولا کرو مجھے۔میر شاہ اس پر تھوڑا سا جھکا۔

اور عینی کا تو سانس ہی حلق میں اٹک گیات۔

مہیں میری بات سمجھ نہیں ارہی میر شاہ دور ہٹو مجھ سے۔عینی نے اپنے گھبراہٹ کو غصے میں چھپانے کی ناکام کوشش کی۔

نہ ہٹوں تو۔میر شاہ نے عینی کی انکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

تو میں سر پھاڑ دوں گی تمہارا۔عینی نے غصے سے کہا۔

اب عینی کا کون سمجھاتا کہ وہ شوہر اس کا حق رکھتا ہے اس پر لیکن عینی کے لیے تو وہ ایک دھوکے بعد بے وفائی انسان تھا۔

میر شاہ ایک جھٹکے سے اس سے دور ہوا اور فریش ہونے کے لیے واش روم میں چلا گیا۔

اور بعد میں چھت پر جانے کا ارادہ کیا۔

آخر کو اس نے اندھیری خاموشی راتوں میں اسمان پر چمکتے چاند کو دوست بنالیا اخر چاند بھی تو گواہ تھا اس کی ہر تکلیف اور درد کا۔

میر شاہ کا امتحان ابھی باقی تھا اس کی محبت کو ابھی بھی ازمائش کی طلب تھی لیکن میر شاہ تیار تھا میر شاہ کو یقین تھا ایک دن عینی ضرور اس کا یقین کرے گی وہ اسے یقین دلا کر رہے گا کہ وہ بے وفا نہیں تھا۔

میر شاہ نے ساری رات ٹیرس پر گزاری اور فجر کے بعد سونے کے لیے کمرے میں ایا اور صوفے پر لیٹ گیا۔

جب سے شادی ہوئی تھی وہ دونوں ایسے ہی سوتے تھے۔ عینی بیڈ پر اور میر صوفے پر۔

صبح عینی کی انکھ کھلی تو میر کو صوفے پر سوتا پایا وہ بیڈ پر بیٹھ کر میر کو دیکھنے لگے کتنا قرب کتنا درد کتنی تکلیف تھی اس کے چہرے پر۔

عینی کتنی ہی دیر اسے یوں ہی دیکھتے رہی اسی چہرے میں تو اس کی دنیا بستی تھی۔

وہ لاکھ کہے کہ اسے نفرت ہے میر شاہ سے لیکن حقیقت تو یہی تھی کہ اسے عشق تھا میر شاہ سے۔

وہ کتنے ہی لمحے اسے دیکھتی رہی پھر فریش ہونے کے لیے واش روم میں چلی گئی۔

امنہ بیگم لان میں بیٹھی تھی عالیہ بیگم نے انہیں ناشتے کے لیے بلایا۔

اتنی دیر میں وہاں زین بھی اگیا۔

السلام علیکم۔

وعلیکم السلام۔ دونوں نے جواب دیا۔

اج تو میر ابیٹا جلدی اٹھ گیا۔ عالیہ بیگم نے زین سے کہا۔

جی بڑی مما ابھی اپ کا ہٹلر بیٹا شور مچا دے گا اٹھ جا زین جلدی کر زین وقت پر کام کیا کر زین ہر وقت پیچھے ہی پڑے رہتا ہے میرے۔

ایک بات بتائیں بڑی مما وہ اپ کا ہی بیٹا ہے مطلب اپ اتنی سویٹ ہیں۔ اس نے سویٹ کو لمبا کھینچا۔

اور ایک وہ ہے کڑوا کریلا۔

اتنا اچھا تو ہے میرا بیٹا۔ عالیہ بیگم نے اس کا کان کھینچتے ہوئے کہا۔

اچھا چلو تم بھی ناشتہ کر لو آ کر۔ یہ کہہ کر عالیہ بیگم کچن کی طرف چلی گئی۔

زین اور امنہ بیگم ناشتے کی میز پر چلے گئے۔

صبح اٹھتے میر واش روم میں گھس گیا کچھ دیر کچھ دیر بعد باہر ایا تو عینی کمرے میں نہیں تھی وہ سرد سانس خارج کرتا تیار ہو کر افس کی طرف روانہ ہوا۔

روح بھاگتے ہوئے شاہ ویلا میں داخل ہوئی۔

اپی۔ روح لانچ میں داخل ہوتے حورین کو پکارنے لگی۔

اس کی اس طرح چلانے سے سب باہر آ گئے۔

کیا ہوا روح کیوں اتنا ہی گھبرائی ہوئی ہو کچھ ہوا ہے کیا۔

انشراح باہر آتے بولی۔

اپی مما کو پتہ نہیں کیا ہوا اٹھ نہیں رہی۔

کیا مطلب اٹھ نہیں رہی۔ حورین پریشانی سے بولی۔

میں صبح مما کے روم میں گئی تو وہ لیٹی تھی میں نے انہیں بلایا تو وہ نہیں اٹھی میں نے انہیں ہلایا بھی لیکن وہ انہیں اٹھی۔ روح کے انسو کسی طور نہ رک رہے تھے۔

اچھا چلو روح ہم چل کر دیکھتے ہیں۔ زین بولا۔

میں بھی چلتا ہوں۔ زہیب فورا بولا۔

زین زہیب روح اور حورین ثنا بیگم کو ہسپتال لے کر گئے۔

زوہیب نے زمان کو فون کر کے اطلاع کر دی تھی۔

اس لیے وہ بھی ہسپتال تھا۔

ثنا بیگم کا علاج چل رہا تھا۔

ڈاکٹر کے مطابق انہیں ہارٹ اٹیک ایا تھا۔

روح اور حورین کا رو رو کر برا حال تھا۔

حورین کی طبیعت کی وجہ سے زمان اسے گھر چھوڑ ایا تھا۔

ہسپتال میں اس وقت میر زہیب زین اور روح تھے۔

زہیب جاؤ روح کو گھر 🏡 چھوڑ آؤ۔میر زہیب کو بولا۔

اچھا یہ کہتے ہی زہیب باہر نکل گیا۔

پر مجھے کہیں نہیں جانا یہاں مما پاس رہنا ہے۔روح انسو صاف کرتے بولی۔

انٹی پاس ہم ہیں اپ جاؤ حورین بھابھی کو دیکھو۔زین اسے بولا۔

نہ چاہتے ہوئے روح کو زہیب کے ساتھ جانا پڑا۔

روح کار میں بیٹھ کر بھی روئے جا رہی تھی۔

آپ پریشان نہ ہوں انٹی جلد ٹھیک ہو جائیں گی میر نے بات کی ہے ڈاکٹر سے مائنر ہارٹ اٹیک ہے۔

اگر ماما کو کچھ ہو جاتا میرا ہے ہی کون ماما اور حورین اپی کے علاوہ۔

ایسے مت کہیں سب اپ کے اپنے ہیں زمان حورین بھابھی باقی سب گھر والے اور۔۔۔۔زہیب نے بات ادھوری چھوڑی۔

اور۔۔۔۔۔روح نے زہیب کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

اور میں۔۔۔۔زہیب نے اس کی طرف دیکھ کر جواب دیا۔

روح تو اس کے اس نرم انداز پر حیران تھی۔

وہ تو ہمیشہ اتنا روڈ رہتا تھا۔

روح بس اسے دیکھتی رہی اور کوئی جواب نہ دیا۔

زہیب بھی ساری توجہ ڈرائیونگ کی طرف مرکوز کر چکا تھا۔

تین دن بعد ثنا بیگم کو ڈسچارج کر دیا گیا۔

سب لوگ اس وقت ثنا بیگم کے گھر میں موجود تھے۔

عینی انشراح حورین اور مہرماہ نے مل کر سب کے لیے کھانا بنایا۔

سب کھانا کھا چکے تھے اور اب سب ثنا بیگم سے مل کر گھر چلے گئے۔

زمان اور حورین ابھی یہی تھے۔

زمان آپ اگر اجازت دیں تو میں امی کے پاس رک جاؤں۔ حورین نے زمان سے پوچھا۔

ہاں رک جاؤ لیکن صرف ایک رات۔ زمان نے نہ چاہتے ہوئے بھی اجازت دے دی۔

تھینک یو۔ حورین نے خوش ہوتے کہا۔

اچھا سنو میں مس کروں گا تمہیں۔ زمان نے مسکین شکل بنا کر کہا۔

ایک رات کی تو بات ہے۔ حورین زمان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

نیند اسے بھی کہاں تھی اسے تو عادت تھی اس کے سینے پر سر رکھ کر سونے کی۔

اچھا چلو پھر میں چلتا ہوں۔

اللہ حافظ !اپنا اور انٹی کا خیال رکھنا۔

اللہ حافظ !حورین نے مسکراتے جواب دیا۔

اور زمان چلا گیا۔

رات کے 12 بج چکے تھے زمان کو نیند نہیں آ رہی تھی۔

آتی بھی کیوں اس کا سکون تو اس سے دور تھا۔

حورین چینج کر کے واش روم سے باہر ائی۔

کھلے ٹراوزر شرٹ میں وہ کوئی معصوم گڑیا لگ رہی تھی۔

حورین کو بالکنی میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔

حورین ڈرتے ہوئے وہاں گئی۔

کہ اچانک کسی نے بالکنی میں چھلانگ لگائی۔

اس سے پہلے کہ حورین چیختی زمان نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا۔

میں ہوں۔زمان ہاتھ اٹھاتا بولا۔

آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔اسے رات کے اس پہر یہاں دیکھ کر حورین حیرانگی سے بولی۔

کیا مطلب کیا کر رہا ہوں تمہیں مس کر رہا تھا اسی لیے اگیا۔ زمان اندر صوفے کی جانب جاتا بولا۔

ہاں تو گیٹ سے اتے یہاں سے کیوں ائے ہیں۔ حورین بولی۔

گیٹ سے اتا ہے تو سب کیا سوچتے کہ بیوی کے بغیر ایک رات نہیں رہ سکتا۔ زمان اسے اپنے قریب کرتا بولا۔

نہیں رہا گیا اسی لیے تو اے ہیں۔ حورین پیار سے بولی۔

یہ تو تمہیں اور مجھے پتہ ہے نا باقی سب کو تو نہیں پتہ نا۔ زمان اس کی پیشانی چومتا بولا۔

یہ بھی ٹھیک ہے۔ حورین نے مسکراتے جواب دیا۔

زمان بیڈ پر جا کر بیٹھ گیا۔

وہ حورین کی تصویریں دیکھنے لگا اس کا ہاتھ سائیڈ ٹیبل پر پڑی کتابوں کو لگا جس سے کچھ تصویریں نکل کر باہر گری۔

زمان کی نظر ان تصویروں پر پڑی تو کچھ دیر کے لیے وہ ساکت ہو گیا۔

زمان نے فورا اپنی نظر گھمائی۔

اور حورین کی تصویر کو دیکھنے لگا حورین نے نیچے گری تصویر اٹھائی اس کے ٹکڑے کرتے انہیں ڈسٹ بن میں پھینک دیا۔

وہ تصویریں وقاص کی تھیں۔

زمان اس کی ایک ایک حرکت ملاحظہ کر رہا تھا۔

حورین زمان کی جانب ائی اور اس کی گود میں بیٹھ گئی۔

ائی لو یو زمان۔ حورین اس کے گال پر لب رکھتے بولی۔

ائی لو یو ٹو۔ زمان نے مسکراتے جواب دیا۔

ایم سوری زمان اپ کو میری وجہ سے اتنی تکلیف اٹھانی پڑی۔ حورین کی انکھوں میں نمی ائی۔

اٹس اوکے میری جان اب تو سب ٹھیک ہے۔ زمان نے باری باری اس کی دونوں انکھوں پر اپنے ہونٹ رکھے۔

جسے حورین نے انکھیں بند کرتے محسوس کیا۔

حورین نے زمان کی طرف دیکھا جو کہ اب اس کے ہونٹ دیکھ رہا تھا۔

حورین نے فورا اپنا نچلا دانتوں تلے دبایا۔

زمان نے حورین کا خود سے دور جانا شدت سے محسوس کیا۔

اچھا اب میں چلتا ہوں۔ زمان اس کے ماتھے پر بوسہ دیتا چلا گیا۔

حورین نے زمان کا رویہ محسوس کیا تھا۔

اپنے ذہن میں ائی سوچ پر مسکراتے حورین سونے کے لیے لیٹ گئی۔

سنان بیڈ پر لیٹا موبائل یوز کر رہا تھا اور انشراح کو مکمل نظر انداز کر رہا تھا۔

سنان کیا ہے اپ کو اپ مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہے۔ انشراح سے اپنا نظر انداز ہونا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ سنان خاموش رہا۔

سنانننننننن انشراح غصے سے بولی۔

کیا ہے۔ سنان نے بے پرواہی کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

بے بی آپ کے بابا بالکل نہیں اچھے دیکھو ماما سے کیسے بات کر رہے ہیں۔

میں اور تم تم نے جو صبح کیا وہ کیا تھا۔ سنان کو غصہ ایا۔

سنان نے صبح انشراح کو کمرے بلایا لیکن وہ نہیں ائی اسی لیے سنان اس سے ناراض تھا۔

سنان ایم سوری اب ایسا نہیں ہو گا۔ انشراح نے کان پکڑ کر معافی مانگی۔

سنان کو اس کی اس حرکت پر پیار ایا۔

سنان نے انشراح کو بازو سے کھینچا اور خود پر گرایا۔

یہ کام سنان نے بڑھی احتیاط سے کیا تھا کیونکہ انشراح 3 ماہ پریگننٹ تھی۔

سنان۔۔۔۔ انشراح نے اسے گھورا۔

جی جان۔ سنان اس کے چہرے سے بال ہٹاتا بولا۔

ابھی اگر مجھے لگ جاتی تو۔ انشراح اس کے سینے پر ہاتھ رکھتی بولی۔

لگی تو نہیں نہ سنان نے اس کا ماتھا چوما۔

اب اچھا اب چھوڑیں مجھے . انشراح ہار مانتے بولی اخر کو اس سے کیسے بحث میں جیت جاتی۔

ایسے کیسے جانے دو۔ سنان اسے خود کے نیچے کھڑ تا بولا۔

سنان پلیز میں تھکی ہوئی ہوں۔ انشراح اس کا ارادہ بھانپ گئی۔۔

تو۔ سنان اس کے ناک سے ناک مس کرتا بولا۔

تو مجھے سونے دیں۔ انشراح دو بدو بولی۔

اگر نہ سونے دوں تو۔ سنان بھی کہاں باز انے والا تھا۔

پلیز انشراح نے بچوں جیسا منہ بنایا۔

نہیں۔۔۔ یہ کہتے ہی سنان اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔

کچھ دیر بعد وہ اسے دور ہٹا۔

سنان۔۔۔ انشراح کا سانس پھولنے لگا۔

جی۔۔ سنان نے اس کی گال پر ہونٹ رکھے۔

نہیں کریں نا۔۔ انشراح لمبے سانس لیتی بولی۔

میں تو کروں گا۔ سنان یہ کہتے ہی اس کے وجود پر بادل کی طرح جھک گیا۔

اور انشراح کو اپنی محبت کی بارش میں بھیگو تا رہا۔

ویسے اج تم بہت اداس ہو گے نا۔ میر شاہ کو لیپ ٹاپ پر کام کرتا دیکھ عینی بولی۔

کیوں۔۔ میر شاہ نہ سمجھی سے بولا۔

تمہاری ثمن چلی گئی ہے نہ اس لیے۔ عینی بظاہر بے پرواہی سے بولی۔

میر شاہ مسکرایا۔

مسکرا کیوں رہے ہو۔ عینی کو اس کی مسکراہٹ چبھی۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے انداز بیویوں والے ہو رہے ہیں۔ میر شاہ کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

اس کی بات سن کر عینی کو خود پر غصہ ایا۔

کہ اس نے یہ بات کیوں کہی۔

اس کی حالت کو دیکھتا میر شاہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

اور عینی چہرے پر کمفرٹر لیتی انکھیں موند گئی۔

اگلی صبح میر شاہ ڈریسنگ کے اگے کھڑا ٹائی سیٹ کر رہا تھا کہ۔

عینی فریش ہوتے باہر ائی۔

بلیک گھیر دار فراک ساتھ بلیک ٹائٹس ہونٹوں پہ سجی سرخ لپسٹک بال کھلے۔

وہ اس وقت میر شاہ کو اپنے دل کے قریب لگی۔

اچھی لگ رہی ہو۔میر شاہ نے مسکراتے کہا۔

پوچھا میں نے۔عینی نے آئی برو اچکائ۔

لیکن شوہر ہونے کے ناطے میں نے بتانا ضروری سمجھا۔میر نے پوکٹ میں دونوں ہاتھ ڈالتے کہا۔

شوہر۔۔۔۔عینی کو ہنس آئی۔

میں تمہیں شوہر نہیں مانتی۔عینی نے غصے بھرے لہجے میں کہا۔

کتنی بار کہا ہے مجھے۔اپ کہا کرو۔میر نے اسے بازو سے کھینچتے بولا۔

اس کی لال انکھیں دیکھ پل کو عینی گھبرا گئ۔

میر شاہ اس کے ہونٹوں پر جھکنے لگا۔

چٹاخ۔۔۔۔

بولا میں نے کہ میرے قریب مت آیا کرو لیکن تم ہو کہ سمجھ نہیں اتی تمہیں۔عینی اپنے ڈر پر قابو پاتے بولی۔

پچھتاؤ گی تم۔۔۔۔

یہ کہتے ہی میر شاہ کمرے سے نکل گیا۔

میر جلدی سے نیچے اتر رہا تھا کہ عالیہ بیگم نے اسے پکارا۔

بیٹا ناشتہ تو کر لو۔عالیہ بیگم اسے غصے میں دیکھ کر بولی۔

بھوک نہیں۔یہ کہتے ہی وہ باہر چلا گیا۔

سب حیران نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

اخر کو وہ کہاں کسی سے ایسے بات کرتا تھا۔

ٹینشن مت لیں انٹی میں دیکھتا ہوں۔زہیب یہ کہتا باہر نکل گیا۔

زمان لہو رنگ انکھوں سے عینی کو دیکھ رہا تھا کیونکہ زمان نے میر کے گال پر تھپڑ کا نشان دیکھ لیا تھا۔

ویسے اس کے اس طرح جانے سے کسی کو سکون تو مل گیا ہو گا۔زمان عینی کی طرف سرخ انگارہ انکھوں سے دیکھتا زہیب کے پیچھے بھاگا۔

جبکہ عینی حیران نظروں سے زمان کو دیکھنے لگی۔۔

دن ڈھلتا گیا سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

اس کے بعد کسی نے بھی صبح ہونے والے واقعہ کا ذکر نہ کیا۔

صبح سے شام اور شام سے رات ہو گئی لیکن میر شاہ کی کوئی خبر نہ ملی۔

کیا ہوا میر کہاں ہے۔ان دونوں کو اندر آتا دیکھ ابراہیم شاہ بولا۔

وہ اس وقت جہاں بھی ہے ٹھیک ہے۔زمان بولا۔

کیا مطلب بیٹا وہ ہے کہاں۔اس بار عالیہ بیگم بولی۔

بڑی مما ٹینشن نہ لیں وہ اس وقت بالکل ٹھیک ہے۔زمان انہیں گلے لگاتا بولا۔

یہ لڑکا بھی نا ہر وقت اپنی مرضی کرتا ہے۔ابراہیم شاہ غصے سے بولے۔

بڑے پاپا کرنے دینا منمانی بس وہ خوش رہے۔زمان اداس لہجے میں بولا۔

مجھے تو تم دونوں کی بھی سمجھ نہیں اتی اخر کیا کرتے ہو تم دونوں اس کے ساتھ مل کر۔اب کی بار شہباز شاہ بولے۔

کچھ نہیں انکل ہم نے کیا کرنا۔زہیب بھی مسکراتے بولا۔

کیا تم دونوں کو پتہ ہے وہ کہاں ہیں۔امنہ بیگم بولی۔

جی مگر اس نے بتانے سے منع کیا ہے۔زمان بات مکمل کرتے بولا۔

واہ ان صاحبزادے کے تو کام ہی نرالے ہیں۔ابراہیم شاہ کا غصہ کم نہیں ہو رہا تھا۔

کوئی بات نہیں بھائی صاحب سمجھدار ہے جہاں بھی ہو گا ٹھیک ہی ہو گا۔ سکندر شاہ تسلی ابراہیم شاہ کو تسلی دیتے بولے۔

اس کے بعد سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

زمان اپنے کمرے میں گیا تو سامنے دیکھ کر ٹھٹک گیا.

جہاں حورین سرخ ریشمی ساری سرخ لپسٹک سے مزین ہونٹ بال کندھے پر رکھے زمان کے چاروں شانے چت کر گئی۔

حورین دوڑتی ہوئی اس کے سینے سے جا لگی۔

کیا ہوا۔ زمان نے حورین سے پوچھا۔

کچھ نہیں۔ حورین نے زمان کے گرد اپنا حصار اور تنگ کیا۔

یہ اتنی تیاری کس لیے۔ زمان اس کا چہرہ سامنے کرتا بولا۔

اپ کے لیے۔ حورین اس کے بٹنوں کے ساتھ کھیلتی بولی۔

واقعی۔۔۔ زمان کو اپنے کانوں پر یقین نہ ہوا۔

جی۔۔ حورین زمان کی انکھوں میں انکھیں ڈالے بولی۔

زمان نے حورین کو کمر سے پکڑ کر اپنے قریب کیا۔

برداشت کرلوں گی میری شدتوں کو۔زمان اس کے گال سہلاتے بولا۔

مجھے اپ پر پورا بھروسہ ہے۔حورین نے بھی مسکراتے جواب دیا۔

زمان نے اسے اپنی طرف کھینچا ان کے جسم اپس میں بری طرح ٹکرائے۔

آہ۔۔۔

حورین کے منہ سے سسکی نکلی۔

کیا ہوا جان۔

ک۔۔۔ک۔۔۔کچھ نہیں۔حورین کا لہجہ لڑکھڑا گیا۔

زمان نے حوریں کے ماتھے پر لب رکھے۔

اس کے بعد اس کی انکھوں پر اپنا لمس چھوڑا۔

اس کے بعد زمان نے دونوں گالوں پر اپنا لمس چھوڑا۔

حورین مسکراتے زمان کا لمس محسوس کر رہی تھی۔

زمان نے اس کے ہونٹوں کو اپنی قید میں لیا زمان کے لمس میں نرمی تھی۔

حورین کو اپنا اپ خوش نصیب لگا۔

اب زمان اس کی گردن پر اپنی محبت کے پھول کھلانے لگا۔

حورین کو اپنا اپ کانچ کی گڑیا جیسا محسوس ہوا کہ وہ ذرا سی سختی کرنے پر ٹوٹ جائے گی۔

آہ۔۔۔زمان کے گردن پر کاٹنے سے حورین کے منہ سے سسکی نکلی۔

زمان نے اسے باہوں میں اٹھایا اور بیڈ پر لٹایا۔

زمان اس کے اوپر جھکا۔

اور اس کے دل کے مقام پر اپنے ہونٹ رکھے۔

ساری رات وہ اس کی باہوں میں رہی۔

کہی ہوئی اس کی شدتوں میں اس کا ساتھ دیتی تو کبھی اس کی سرگوشی پر شرما کر اس کے ہی سینے میں منہ چھپاتی۔۔

اگلی صبح زمان کی انکھ کھلی تو وہ بکھری بکھری اس کے سینے پر سر رکھے سو رہی تھی۔

زمان کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔

جان اٹھ جاؤ صبح ہو گئی ہے۔ زمان اس کے چہرے پر اپنی قربت کے رنگ دیکھتا بولا۔

سونے دیں نہ مجھے نیند ائی ہے۔ حورین اس کے سینے میں منہ چھپاتے بولی۔

اٹھ جاؤ نا مجھے افس جانا ہے۔ زمان اس کے بالوں پر ہونٹ رکھتا بولا۔

حورین اٹھ جاؤ ورنہ۔ اب کی بار زمان کا لہجہ تھوڑا سا تھا۔

ورنہ کیا۔ حورین بھی دوبدو بولی۔

زمان نے حورین کو خود کے نیچے کیا اور اس کے ہونٹوں پر لب رکھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ پیچھے ہٹا تو حورین لمبی لمبے سانس لے رہی تھی۔

چلو اٹھو شاباش۔ یہ کہتے ہی زمان فریش ہونے چلا گیا۔

جبکہ حورین کے چہرے پر شرمیلی مسکراہٹ تھی۔

وہ فریش ہو کر باہر ائی تو امنہ بیگم کے منہ سے بے ساختہ ماشاء اللہ نکلا۔

حورین کے چہرے پر مسکراہٹ کے ساتھ ساتھ گھبراہٹ بھی تھی۔

اسے ڈر تھا کہ اس کا چہرہ رات کا منظر بیان نہ کر دے۔

امنہ بیگم نے حورین کا ماتھا چوما۔

اخر انہوں نے ایک عمر گزاری تھی اس کے سانسوں کی مہک میں کسی اور کی سانسیں اور اس کے بدن سے اٹھتے کسی دوسرے بدن کی خوشبو بیان کر رہی تھی کہ وہ شوہر کے پہلو سے اٹھ کر ائی ہے۔

میری شاہ کو گھر سے گئے پانچ دن ہو گئے تھے۔

اب تو عینی بھی پریشان ہونے لگی تھی۔

مگر وہ پتہ نہیں کہاں چلا گیا تھا۔

پانچ دن بعد میر گھر آیا۔

زندگی اپنے معمول کے مطابق چلنے لگی۔

عینی اور میر کی زندگی میں کوئی ردوبدل نہ ہوا۔

تین ماہ بعد:

انشراح کی پریگننسی کو پانچواں ماہ تھا جبکہ حورین تین ماہ پریگننٹ تھی۔

زمان اس کا خود سے زیادہ خیال رکھتا۔

اس کی ہر خواہش پوری کرتا۔

حورین کی محبت عشق میں بدل گئی تھی۔ اسے زمان کے بغیر سانس لینا بھی مشکل لگتا۔

سب اپنی اپنی زندگیوں میں خوش تھے۔

سوائے میر شاہ اور عینی کے۔

میر تم کب طلاق دو گے مجھے اخر کب تک ہم اس طرح زندگی گزاریں گے۔ عینی میر کے سامنے اتے ہوئے بولی۔

عینی میرا دماغ خراب نہ کرو میں پہلے ہی بہت ٹینشن میں ہوں۔ میر شاہ غصے سے بولا۔

میر شاہ مجھے طلاق دو ورنہ میں خلع لے لوں گی۔

قرۃ العین شاہ میرا دماغ خراب مت کرو۔ میر نے افس کی ایک فائل دیکھتے ہوئے کہا۔

تم مجھے طلاق دے رہے ہو کہ نہیں۔ عینی اس کے سامنے آتے بولی۔

عینی میرا دماغ خراب مت کرو۔ میر شاہ دانت پیستے بولا۔

کیوں بولو کیوں مجھے زندگی جینے کا پورا حق ہے۔ میں تم جیسے انسان کے ساتھ بالکل نہیں رہ سکتی۔ عینی غصے سے بولی۔

کیوں نہیں رہ سکتی میرے ساتھ۔ میر شاہ نے ائی بروا چکاتے پوچھا۔

بس نہیں رہنا تو نہیں رہنا نفرت ہے مجھے تم سے میر شاہ جب سے تم سے شادی ہوئی ہے کوئی خوشی نصیب نہیں ہوئی مجھے۔ اس بار عینی چینی۔

چیخو مت قرۃ العین شاہ۔ میر کا چہرہ سرخ اور غصہ ساتویں اسمان پر تھا۔

چیخوں گی میں تم جیسے ہوس پرست انسان کے ساتھ نہیں رہ سکتی پتہ نہیں لندن میں کتنی لڑکیاں۔

چٹاخ۔۔۔

میر شاہ نے عینی کے تھپڑ مارا۔

تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا اب دیکھنا میں سب کو بتاؤں گی کہ ان کا لاڈلا گھر کی بیٹیوں پر ہاتھ اٹھاتا ہے۔ یہ کہتے ہی عینی باہر بھاگی۔

میر شاہ بھی اس کے پیچھے گیا۔

مما دادی بڑی چچی۔ عینی چہرے پر ہاتھ رکھ باہر ائی۔

سب لوگ لاونج میں اکٹھے ہو گئے۔

کیا ہوا ہے بیٹا۔ امنہ بیگم بولی۔

پوچھ لیں اپنے لاڈلے پوتے سے۔ عینی چلائی۔

کیا ہوا ہے میر بیٹا تم ہی بتا دو۔ عالیہ بیگم پریشانی سے بولی۔

تھپڑ مارا ہے اپ کے بیٹے نے مجھے۔ ع بی۔

ایک پل کو سب ساکت ہو گے۔

اخر کسی کو کہاں امید تھی کہ میر شاہ ایسا کچھ کر سکتا ہے۔

کیوں ہاتھ اٹھایا تم نے برخوردار۔ ابراہیم شاہ گرج پڑے۔

میں بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔ میر فورا بولا۔

یہ میری بیٹی کا سوال ہے میر شاہ تمہیں بتانا ہو گا۔ سکندر شاہ برہم ہو گئے۔

طلاق مانگ رہی تھی مجھ سے۔ میر شاہ نے غصے سے کہا۔

ذرینہ بیگم نے اس کی بات سن کر دل پر ہاتھ رکھا۔

ان کو صدمہ ہی تو ہوا تھا۔

کیوں بیٹا سچ کہہ رہا ہے میر شاہ۔ شہباز شاہ نے عینی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

جی چاچو ٹھیک سنا اپ نے میں نہیں رہ سکتی دھوکے باز شخص کے ساتھ۔عینی نے نفرت سے میر کی طرف دیکھ کر کہا۔

میر کا سر چکرا رہا تھا وہ اتنی دیر سے برداشت کر رہا تھا لیکن اب برداشت نہ کر سکا۔

اور بے ہوش ہو کر گر گیا۔

میر۔۔۔زہیب چیخا۔

سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

زمان اور زہیب اسے اٹھا کر ہسپتال لے گئے۔

میر کو ایمرجنسی وارڈ میں لے جایا گیا۔

گھر میں سب میر کے لیے پریشان تھے۔

اور عینی بھی حیران تھی۔

ابراہیم شاہ شہباز یا اور سکندر شاہ بھی ہاسپٹل میں تھے۔

عالیہ بیگم کا تو رو رو کر برا حال تھا۔

لیکن عینی بالکل خاموش تھی۔

زہیب اور زمان گھر واپس ائے۔

تمہیں ترس نہیں اتا اس پر۔زہیب سرخ انگارہ انکھوں سے عینی کو دیکھتے بولا۔

وہ مر جائے گا تمہیں سمجھ نہیں اتا کیوں ہو تم اتنی سنگ دل محبوب۔زہیب کو عینی پر بے انتہا غصہ ایا۔

زہیب یہ وقت نہیں ہے یہ باتیں کرنے کا۔زمان نے زہیب کو روکنا چاہا۔

نہیں زمان بس کب تک وہ تکلیف برداشت کرے گا تم سننا چاہتی ہو وہ کیوں گیا تھا تمہیں چھوڑ کر تو سنو

برین ٹیومر تھا اسے۔

زندگی سے لڑ رہا تھا وہ اتنے سالوں سے۔

بے وفا نہیں ہے وہ میں نے دیکھا ہے اسے تمہارے لیے روتے ہوئے۔

وہ میر شاہ جو ہر طرح کے حالات فیس کر سکتا تھا وہ میر شاہ تمہارے لیے تڑپتا تھا۔

اور تم اسے بے وفا کہتی ہو تم جیسے لڑکی ڈیزروہی نہیں کرتا وہ۔

قرۃالعین محبت کی تو پہلی شرط ہی اعتبار ہے۔

عالیہ بیگم کا تو صدمے سے برا حال تھا۔

اس نے ہمیں بتایا کیوں نہیں اس بارے میں۔سنان نے پوچھا۔

کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ عینی کو بھول جائے یاداشت جاسکتی تھی اس کی برین ٹیومر کی وجہ سے۔

زمان نے سنان سے کہا۔

عینی کہ انسو تولڑیوں کی صورت بہنے لگے۔

کیا تھا وہ شخص اس کی محبت کے لیے اتنا کچھ برداشت کرنے والا اور وہ اس نے کیا کیا اس کے ساتھ۔

میری ایک بات یاد رکھنا قرۃ العین۔

محبت کی قدر نہ کرنے والوں سے محبت روٹ جاتی ہے۔

زہیب نے کہا۔

زمان تم جانتے تھے تم نے ہمیں بتایا کیوں نہیں۔ انشراح نے زمان سے پوچھا۔

امنہ بیگم تو ان سب میں خاموش تھی۔

انہیں یقین نہیں ارہا تھا کہ ان کا لاڈلا پوتا اس قدر خطرناک بیماری سے لڑ رہا ہے۔

کیونکہ اس نے قسم دی تھی مجھے وہ اپ سب کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا یہاں انے سے پہلے اس کا اپریشن ہوا تھا لندن میں۔ زمان نے انشراح سے کہا۔

عینی یہ سب سن کر کمرے میں بھاگ گئی تھی۔

اسے تو اپنے کانوں پر یقین نہیں ارہا تھا۔

عینی کمرے میں ائی اور زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔

کتنا برا کیا اس نے میر کے ساتھ۔

وہ اس کے لیے اتنی تکلیف برداشت کر رہا تھا اس نے کیا کیا۔

ہمیشہ اس سے بے رخی برتی ہمیشہ بے وفا اور دھوکے باز کہتی رہی.

ہوس پرست تک کہہ ڈالا کاش ایک بار بس ایک بار پوچھ لے تھی۔اس کے جانے کی وجہ۔

خود ہی فیصلہ سنا دیا اسے صفائی دینے کا موقع تک نہ دیا۔

عینی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

اسے اپنے اپ سے نفرت ہو رہی تھی وہ اسے کہتا رہا کہ وہ بے وفا نہیں لیکن ایک نہ سنی اس نے کہا۔

میں اسے کہنے کا موقع دے دیتی یہ کیا کیا۔

میں نے اللہ جی یہ کیا ہو گیا مجھ سے۔عینی بے تحاشہ رو رہی تھی۔

زمان اور زہیب دوبارہ ہاسپٹل چلے گئے تھے۔

عالیہ بیگم نے بھی جانے کی ضد کی لیکن ان کی طبیعت کے پیش نظر وہ انہیں ساتھ لے کر نہیں گئے۔

ان کے جاتے ہی ابراہیم شاہ سکندر شاہ اور شہباز شاہ گھر اگئے سب پریشان تھے.

کیونکہ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ اس کا ٹیومر خطرناک حد تک بڑھ چکا ہے وہ شدید ذہنی دباؤ کا شکار رہا تھا۔

برین ٹیومر کی اس سٹیج پر تو اسے مکمل ریسٹ کرنا چاہیے تھا۔

لیکن وہ ہمیشہ اپنی تکلیف چھپا کر کام میں مصروف رہتا۔

رات سے صبح ہو چکی تھی میر کو ابھی تک ہوش نہیں ایا تھا۔

زمان زہیب اہان سنان اور زین سب ہاسپٹل میں تھے۔

ابراہیم شاہ سکندر شاہ اور شہباز شاہ کو ان لوگوں نے زبردستی رات میں گھر بھیجا تھا۔

ڈاکٹر ائی سی یو سے باہر ایا اور ان کو بتایا کہ اپ کے پیشنٹ کو ہوش اگیا ہے یہ خبر سن کر تو جیسے ان کے اندر زندگی کی لہر دوڑ گئی۔

وہ سب بے حد پریشان تھے کیونکہ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ کبھی بھی کچھ بھی ہو سکتا ہے اگر 24 گھنٹوں میں اسے ہوش نہ ایا تو۔

ساری رات انہوں نے سولی پر لٹکتے ہوئے گزاری۔

اب وہ سب اس کے ہوش میں آنے پر بے انتہا خوش تھے۔

اہان نے گھر میں فون کر کے اس کی طبیعت کی بہتری کا بتایا۔

عالیہ بیگم اور امنہ بیگم نے شکرانے کے نفل ادا کیے۔

اب میر کے کمرے کا حال ملاحظہ کیجئے۔

اس کے پاؤں کی جانب زین بیٹا تھا اہان تو صوفے پر الٹا لیٹا تھا پاؤں اوپر اور سر نیچے کیے۔

زمان اور زہیب صوفے کے ساتھ ٹیک لگا کر زمین پر بیٹھے کپ کیک کھانے میں مصروف تھے۔

سنان اس کے لیے سیب کاٹ کر اسے کھلانے کے بجائے خود کھا رہا تھا۔

یہ کمرہ ہاسپٹل کے کمرے سے زیادہ ان کا پکنک پوائنٹ زیادہ لگ رہا تھا۔

زین جاکر سن چڑیلوں کو لے آکب سے فون کر رہی ہیں یہ ورنہ تجھے مار مار کر دنبا بنادیں گی۔ بار بار کر کب سے فون کر رہے ہیں۔سنان زین کو موبائل میں مصروف دیکھ کر بولا۔

اچھا یار جا رہا ہوں۔زین بے دلی سے اٹھتا بولا۔

خود کم کھا اور اس کو زیادہ کھلا طبیعت اس نواب کی خراب ہے۔ اہان سنان کو دبا کر سیب کھاتے دیکھ کر بولا۔

میر شاہ ان سب میں خاموش تھا اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا۔

زین اٹھ کر باہر چلا گیا کیونکہ اب اسے مہرماہ انشراح مناہل اور حورین کو ہاسپٹل لانا تھا۔
عالیہ بیگم زرینہ بیگم فرح اور فاخرہ بیگم ان سے صبح ہی مل کر جا چکی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ چاڑو میر کے کمرے میں موجود تھیں۔

انشراح کے تو انسو نہیں رک رہے تھے اپنے بھائی کو اس حال میں دیکھ کر۔

زین تو ان کو اس طرح روتے تھے گندے گندے منہ بنانے میں مصروف تھا۔

اخر تم لڑکیاں اتنا رو کیسے لیتی ہو۔اہان مہرماہ اور انشراح کو روتے دیکھ کر بولا۔

اور رات خود ان کی حالت کچھ اس طرح کی تھی پوری رات انہوں نے میر کی زندگی کے لیے خدا کے سامنے گڑگڑا کر دعائیں مانگی۔

بس کر دو تم لوگ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ انشراح اور مناہل کو اس طرح روتے دیکھ میر نے نقاہت زدہ آواز میں کہا۔

مناہل کو روتے دیکھ زین کی شرارتی روح جاگ اٹھی۔

ارے کالی بلی کیا ہسپتال ڈبونے کا ارادہ ہے۔ اصل میں وہ اسے اس طرح روتے دیکھ پریشان ہو رہا تھا۔

تم تو چپ ہی رہا کرو باگڑ بلے۔ مناہل اس کے اس طرح کہنے پر تپ اٹھی۔

کب ڈسچارج کریں گے مجھے۔ میر شاہ نے زمان سے پوچھا۔

دو دن تک۔ زمان نے جواب دیا۔

دو دن بعد میر کو ڈسچارج کر دیا گیا۔

اس کے گھر آنے پر آمنہ بیگم نے ابراہیم شاہ سے کہلوا کر دس بکروں کا صدقہ دیا۔

عالیہ بیگم کے تو اب بھی آنسو نہیں رک رہے تھے۔

میر بیٹا تم نے مجھے کیوں نہیں بنایا اپنی طبیعت کے بارے میں۔ عالیہ بیگم نے روتے ہوئے پوچھا۔

مما میں اپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اب دیکھیں ٹھیک ہوں میں اپ پریشان نہ ہو۔ میر شاہ اپنی ماں کو تسلی دیتے ہوئے بولا۔

جب سے میر شاہ گھر ایا تھا اس نے عینی کو نہیں دیکھا تھا۔

اور وہ ہاسپٹل میں بھی نہیں ائی تھی اس سے ملنے۔

کیا اب بھی وہ اس سے ہی غلطی پر سمجھتی تھی۔

کیا اب بھی وہ اسے ہی دھوکے باز سمجھتی تھی۔

تبھی تو وہ اسے ملنے نہیں ائی۔

ابھی وہ یہ سوچ رہا تھا کہ انشراح اس کے لیے سوپ لے ائی۔

ویسے مہرماہ میں ایک بات سوچ رہا تھا۔ اہان نے محرماہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ وہ دونوں لان میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔

کیا۔۔ مہرماہ نے کافی کا سپ لیتے ہوئے کہا۔

یہی کہ اب ہمیں بھی شادی کر لینی چاہیے۔ محرماہ تو اس کی بات سن سرخ پڑ گئی۔

جب وقت ائے گا کر لیں گے۔ مہرماہ سرخ ہوتے چہرے سے بولی۔

پھر بھی جان میں امی سے بات کروں گا تاکہ وہ جلدی سے رشتہ لے کر آئیں۔اہان خوشی دل سے بولا

۔

مہرماہ اس کے بات ان کا شرما کر اندر بھاگ گئی۔

عینی جھجکتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی۔

میر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

کیسے ہیں اپ۔عینی اس کے پاس اتی ہوئی بولی۔

میر نے اس کے اپ کہنے پر اسے حیران ہو کر دیکھا اور منہ موڑ لیا۔

میں نے پوچھا کیسے ہیں اپ۔۔۔

زندہ ہوں اور بہت جلد میں طلاق دے دوں گا تمہیں۔میر نے رخ موڑتے ہوئے کہا۔

ایسا مت کہیں میر۔عینی نے تڑپ کر کہا۔

نہیں عینی تمہیں مجھ جیسے ہوس پرست کے ساتھ بالکل نہیں رہنا چاہیے۔میر نے تنزیا کہا۔

ایسے مت کہیں میر مجھ سے غلطی ہوگئی۔عینی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

نہیں قرۃ العین سکندر شاہ اگر اج بھی زہیب نہیں تمہیں سچ نہ بتاتا تو تم اسی طرح نفرت کرتی مجھ سے

۔میر نے کہا۔

ایسے مت کہیں میں محبت کرتی ہوں اپ سے۔ عینی نے روتے ہوئے کہا۔

اچھا محبت ہو گئی مجھ سے کل تک تو تم نفرت کرتی تھی مجھ سے۔ میر نے تنزیا لہجے میں کہا۔

عینی چلی جاؤ یہاں سے۔ میر نے غصے سے کہا۔

میر۔۔۔ عینی ابھی کچھ بولنے ہی والی تھی کہ میر بولا۔

عینی چلی جاؤ یہاں سے۔ میر نے عینی کو غصے سے کہا تو وہ روتے ہوئے باہر چلی گئی۔

تین بجے کا ٹائم تھا۔

سنان اٹھیں۔ انشراح سنان کو ہلاتے بولی۔

نہ کرو انشراح سونے دو۔ سنان نیند میں بولا۔

سنان پلیز اٹھ جائے نا انشراح اسے ہلاتے بولی۔

ہاں بولو کیا ہے۔ سنان اٹھتے بولا۔

مجھے پاستہ کھانا ہے۔ انشراح بچوں طرح بولی۔

واٹ تمہیں رات کے تین بجے پاستہ کھانا ہے۔

جی۔ انشراح نے ہاں میں سر ہلایا۔

پلیز بنا دیں نا سپائسی سا دیکھیں اپ کے بے بی کو بھوک لگی ہے۔ انشراح نے معصومیت کی حد پار کر دی۔

اچھا جا رہا ہوں صرف اپنے بے بی کے لیے۔

سنان کہتا اٹھ کر کچن کی جانب چلا گیا۔

سنان کچن میں کھڑا پاستہ بوائل کر رہا تھا۔

لاہول ولا قوت میری انکھوں نے کیا دیکھ لیا بس یہ دیکھنے کو رہ گیا تھا۔ زین جس کو نیند نہیں ا رہی تھی لاؤنج مہیں ٹہل رہا تھا۔

نہ مجھے چھوڑ تو اس وقت یہاں کیا کر رہا ہے۔ سنان بولا۔ جو بھی کروں تیری طرح زین مریدی تو نہیں کر رہانا۔ زین دو بد دو بولا۔

بکواس بند کر۔ سنان غصے سے بولا۔

ویسے کیا بنا رہا ہے۔ زین برتن دیکھ کر بولا۔

پاستہ۔ سنان مصالحہ تیار کرتا ہے بولا۔

میرے لیے بھی بنا دے یار قسم سے ٹہل ٹہل کل بھوک لگ گئی ہے۔ زین اسے چکن پکڑاتا بولا۔

ہٹ سالے پیچھے ہو بنا دیتا ہوں۔ سنان اس کو پلیٹ پکڑاتے بولا۔

کچھ دیر بعد پاستہ تیار ہو گیا۔

سنان زین کو پلیٹ میں دیتا۔ انشراح کے کیے لے گیا۔

سنان روم میں آیا جہاں انشراح اس کے لیپ ٹاپ پر مووی دیکھ رہی تھی۔ یہ لو انشراح۔ سنان اسے پلیٹ پکڑاتے بولا۔

تھینک یو سنان۔ انشراح خوشی سے بولی۔

اچھا اب کھا کر سو جاؤ میں بھی سونے لگا ہوں۔ یہ کہتے ہی سنان سونے کے لیے لیٹ گیا۔

دوسری طرف زمان کا بھی یہ ہی حال تھا کیونکہ حورین کو نیند نہیں ارہی تھی اس لیے اس نے زمان کو بھی ساتھ جگائے رکھا۔

حورین جان سو جاؤ نا مجھے نیند ارہی ہے۔ زمان انکھیں مسلتا بولا۔

مجھے نہیں ارہی نہ زمان۔ حورین اس کے سینے کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے بولی۔

مجھے تو ارہی ہے نا جان مجھے صبح افس بھی جانا ہے۔ زمان کا نیند سے برا حال تھا۔

تو کیا اپ میرے لیے جاگ نہیں سکتے۔ اس کے اس قدر معصوم انداز پر زمان کو بے حد پیار ایا۔

اپ کے لیے تو جان بھی قربان۔ زمان اس کے ہونٹوں کو چھوتے بولا۔

حورین نے مسکراتے اس کے دل کے مقام پر لب رکھے۔

زمان کو اپنے اندر سکون اترتا محسوس ہوا۔

ایسے ہی کچھ دیر تک وہ دونوں سو گئے۔

اگلی صبح سب ناشتہ کر رہے تھے کہ زمان بولا۔

اب تو لوگ بیویوں کے کام بھی کرتے ہیں۔

سب نے حیرت انگیز نظروں سے اسے دیکھا۔

جی وہ بھی راتوں کو اٹھ اٹھ کر۔ اب کی بار مہرماہ بولی۔

ویسے اتنا بھی کوئی زن مرید نہ ہو زین نے بھی حصہ ڈالا۔

کیا بول رہے ہو تم سب لوگ۔ سنان کو کچھ سمجھ نہ ائی۔

بھائی اپ اپنا موبائل نکال کر چیک کریں۔ حورین بولی۔

موبائل دیکھنے پر سنان کو شوکڈ لگا۔

جہاں زین نے گروپ میں اسکے رات کچن میں کام کرنے کی تصویر سینڈ کی تھی۔

سب کے چہروں پر دبی دبی مسکراہٹ تھی۔

رک جا سالے کمینے تجھے تو میں بتاتا ہوں۔ سنان سیٹ سے اٹھتا بولا۔

پہلے پکڑ تو لے۔ زین بھاگ گیا۔

پیچھے سب کے چہروں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

بیٹا ذرا ثنا کے گھر جانا اور اس کو رات کے کھانے کی دعوت دینا۔ امنہ بیگم زہیب کو دیکھتے بولی۔

جی دادو چل اجازین چلیں۔ زہیب کو اکیلے جانا مناسب نہیں لگا۔

چلو اؤ۔ وہ دونوں ثنا بیگم کے گھر گئے۔

السلام علیکم انٹی۔ دونوں نے ایک ساتھ سلام کیا۔

وعلیکم السلام بچوں کیسے ہو تم دونوں۔ ثنا بیگم خوشی سے بولی۔

ٹھیک ہیں انٹی اپ کیسی ہیں۔ زہیب نے خوشی سے پوچھا۔

میں بھی ٹھیک بیٹھو بیٹا۔

جی انٹی دادو نے اج رات اپ کو دعوت پر بلایا ہے۔ زین نے شائستگی سے جواب دیا۔

اتنی دیر میں ملازمہ لوازمات لے کر ائی۔

غلطی سے زہیب پر جوس گر گیا۔

سوری بیٹا۔ ثنا بیگم شرمندگی سے بولی کوئی۔

بات نہیں انٹی اپ مجھے واش روم کا بتا دیں میں واش کراؤں۔زہیب اٹھتا بولا۔

ہاں بیٹا اوپر کمرے میں چلے جاؤ۔

جی۔یہ کہتے ہی زہیب اوپر چلا گیا۔

ارے یار یہاں تو اتنے روم ہے کہاں جاؤں۔زہیب پریشانی سے بولا۔

ادھر چلا جاتا ہوں زہیب کمرے کا دروازہ کھولتا بولا۔

اوشٹ یار اب یہ ایئر رنگ کہاں چلے گئے۔روح اپنی بیک ڈوریاں بند کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

دروازہ کھلنے کی اواز پر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا جہاں زوہیب کھڑا تھا۔

اپ یہاں۔روح حیرانگی سے بولی۔

جی وہ میں غلطی میرا مطلب یہ جوس گر گیا تھا تو واش کرنا ہے میں غلطی سے اس روم میں اگیا۔زہیب فورا صفائی دیتا بولا۔

جی اپ یہاں کرلیں واش۔روح واش روم کی طرف اشارہ کرتے بولی۔

جی زہیب اگے بڑھتا کہ اس کا پاؤں مڑا جس سے وہ بیلنس برقرار نہ رکھ سکا اور روح کے ساتھ بیڈ پڑ گر گیا۔

ذرا زور سے گرنے کی وجہ سے زہیب کے ہونٹ روح کے ہونٹ سے مس ہو گئے۔

روح نے زہیب کے کندھے زور سے پکڑ لیے۔

ایک پل کو زوہیب اس میں کھو گیا۔

ڈوریاں کھلی ہونے کی وجہ سے ایک سائیڈ سے روح کی فراک کندھے سے سرک گئی جہاں سے اس کا سینہ واضح ہونے لگا۔

روح کو بے انتہا شرم ائی۔

زوہیب نے فورا نظروں کا رخ بدلا اور کھڑا ہوا۔

ائی ایم سوری۔زوہیب شرمندگی سے بولا۔

ک۔۔کو۔کوئی بات نہیں اپ واش کر لیں۔

جی۔یہ کہتے ہی زوہیب واش روم میں بند ہو گیا۔

پیچھے روح کے چہرے پر گلال بکھرا۔

تھوڑی دیر بعد زوہیب واش روم سے نکلا تو روح سامنے کھڑی کسی سے فون پر بات کر رہی تھی۔

پرپل فراک چوری دار پجامہ بڑی بڑی انکھیں گلابی ہونٹ وہ پرستان کی کوئی پری لگ رہی تھی جو بھٹک کر اس دنیا میں اگئی۔

زوہیب نے باہر اتے گلا کھنگارا تو روح اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

چلیں۔روح نے زہیب کی طرف دیکھتے کہا۔

جی۔زہیب نے نرمی سے جواب دیا۔

وہ دونوں باہر کو چلنے لگے روح اگے اگے اور اس کے پیچھے زوہیب تھا۔

السلام علیکم۔روح نے لاونج میں بیٹھے زین کو سلام کیا۔وعلیکم السلام کیسی ہو روحانہ۔زین شرارتی انداز سے بولا۔زین بھائی پلیز اتنا پیارا نام ہے میرا یہ مجھے روحانہ مت بلایا کرو۔روح اپنا نام بگاڑنے پر منہ بناتی بولی۔

بیٹا کہی جارہی ہو۔ثنا بیگم اس کی تیاری دیکھ بولی۔

جی مما اقرا کے گھر جارہی ہوں۔روح اپنی دوست کا نام لیتے بولی۔

بیٹا اپ کسی اور دن چلی جانا ہے اج ہمیں عالیہ بیگم نے کھانے پر بلایا ہے۔

جی ٹھیک ہے مما میں اسے بتا دیتی ہوں۔روح نے نرمی سے جواب دیا۔

کچھ دیر تک باتیں کرنے کے بعد وہ دونوں واپس شاہ بلا روانہ ہو گئے۔

بابا اہان بھائی میری بات نہیں مان رہے۔مناہل عتیق ملک کے پاس بیٹھتے بولی۔

کیا ہوا بیٹا کیوں نہیں سن رہا وہ بلائیں ذرا اسے۔اخر کو عتیق ملک اپنی لاڈلی کو کہاں اداس دیکھ سکتے تھے۔

بابا جان میں نے بولا مجھے شاپنگ پر لے جاؤ لیکن بھائی نہیں مان رہے۔مناہل لاڈ سے ان کے سینے سے لگتے بولی۔

ابھی پچھلے ماہ تو تم نے شاپنگ کی ہے۔فرا بیگم نے جیسے اسے یاد دلایا۔

بیٹا لے جائے نا اس شاپنگ پر۔ عتیق ملک نے پیار سے اپنے بیٹے کو کہا۔

اخر کو وہ دونوں ان کی کل کائنات تھے۔

بابا یہ لڑکیاں بہت دیر لگاتی ہیں مجھ سے اتنا انتظار نہیں ہوتا۔ اہان صوفے پر بیٹھتا بولا۔

بابا پلیز اسے بولے نہ۔ مناہل رونے کی ایکٹنگ کرنے لگی۔

میں نہیں جارہا ایک کام کرو نانو طرف چلی جاؤ۔ اہان اسے مشورہ دیتا بولا۔

کیوں میں کیوں وہاں مجھے اپ ہی لے کر جاؤ گے۔ مناہل نے غصے سے جواب دیا۔

کیا ہو گیا ہے مناہل پہلے بھی تو ان کے ساتھ ہی جاتی تھی۔ فرا بیگم مناہل کو غصے میں دیکھ کے بولی۔

اپ اس کی سائیڈ مت لیں مما یہ تو چاہتا ہے یہی کہ نانو کی طرف جائے تا کہ۔ یہ کہتے ہی مناہل کی زبان کو بریک لگی۔

تا کہ۔۔۔۔۔ عتیق ملک بولے تا کی عہ وہ اپنا جملہ پورا کرے۔

وہ بابا۔۔۔ اس سے پہلے کہ اہان ہاں کچھ بولتا عتیق ملک بولے۔

مناہل بیٹا جلدی یہ بات مکمل کرو۔ عتیق ملک غصے سے بولے۔

وہ۔۔۔ مناہل بولنے لگی کہ۔

بابا میں مہر ماہ کو پسند کرتا ہوں۔ اہان فورا بولا۔

ایک پل کو وہاں سناٹا چھا گیا۔

عتیق ملک کا قہقہا گونجا۔

کیا ہوا برخوردار ڈر کیوں گئے۔ عتیق ملک اسے سہما دیکھ بولے۔

ن۔۔نہ۔۔۔ نہیں۔ با۔۔ بابا۔ اہان کے الفاظ لڑکھڑائے۔

ماشاءاللہ بہت پیاری بچی ہے وہ میں تو چاہتی تھی وہ ہی میری بہو بنے بہت سلجھی بچی ہے۔ فرہ بیگم اہان کا ماتھا چومتے بولی۔

ہاں ہم کچھ دنوں تک جائیں گے بھائی صاحب کے پاس۔ عتیق ملک اہان کو گلے لگاتے بولے۔

شام کو ثنا بیگم روح کے ساتھ شاہ ولا داخل ہوئی سب ان سے خوشی سے ملے وہ لوگ لان میں باتیں کرنے میں مصروف تھے کہ فرا بیگم عتیق ملک مناہل اور اہان لاونج میں داخل ہوئے۔

السلام علیکم۔ عتیق ملک نے سب کو مشترکہ سلام کیا۔

امنہ بیگم سے پیار لینے کے بعد وہ لوگ ابراہیم شاہ سکندر شاہ اور شہباز شاہ سے ملنے لگے۔

فرہ بیگم بھی امنہ بیگم سے ملنے کے بعد بھائیوں سے ملنے لگی۔

کچھ دیر بعد عالیہ بیگم نے سب کو کھانے کے لیے بلایا سب نے خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا۔

موسم اچھا ہونے کی وجہ سے عالیہ بیگم اور زرینہ بیگم میں چائے کا انتظام لان میں کر دی۔

اعتیق ملک نے گفتگو کا اغاز کیا۔

بھائی صاحب مجھے اپ سے ضروری بات کرنی ہے۔

سب لوگ عتیق ملک کی طرف متوجہ ہوئے۔

ہاں ہاں بولو عتیق کیا بات کرنی ہے۔شہباز شاہ چائے پیتے بولے۔

دراصل بھائی ہم اپنے اہان کے لیے اپ کی محرماہ کا رشتہ مانگنے ائے ہیں۔ایک پل کو وہاں خاموشی نے راج کیا۔

ینگ پارٹی کو حیرت کا جھٹکا لگا۔

یہ تو خوشی کی بات ہے۔شہباز شاہ نے کہا۔

اپ کا کیا خیال ہے بھائی صاحب۔شہباز شاہ نے ابراہیم شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

مجھے تو کوئی اعتراض نہیں دونوں گھر کے ہی بچے ہیں لیکن پہلے بچوں سے پوچھ لو۔ ابراہیم شان رضامندی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

اسے کیا اعتراض ہو سکتا ہے اتنا اچھا بچہ ہے اہان۔فاخرہ بیگم نے کہا۔

پھر بھی تم پوچھ لو بچی سے۔امنہ بیگم نے کہا۔

بھائی تو دل و جان سے راضی ہیں۔مناہل نے خوش ہوتے کہا۔

اور مناہل کی بات سن کر زین کو تو جیسے کرنٹ لگ گیا زین نے اہان کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

اہان کو اس کے ارادے خطرناک لگے وہ اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو کہ رک جا بیٹے تجھے تو میں بتاتا ہوں۔

فاخرہ بیگم نے ابراہیم شاہ کے کہنے پر مہرماہ سے پوچھا اس کے رضامندی ظاہر کرنے پر سب معاملات خوش اسلوبی سے طے پائے۔

ینگ پارٹی کی تو خوشی کے انتہا نہیں تھی۔

اہان ذرا بات سننا۔زین نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

اہان تو الٹو جلالتو کا ورد کرتے ہوئے زین کے پیچھے پیچھے کچن میں چلا گیا۔

کچن میں اتے ہی زین نے فرائنگ پین اٹھالیا اور اسے خون خوار نظروں سے دیکھنے لگا۔

اہان اس کا ارادہ سمجھ کر باہر کی طرف بھاگ گیا۔

زین کتنی ہی دیر اس کے پیچھے بھاگتا رہا۔

بھاگتے بھاگتے وہ لوگ چھت پر پہنچ گئے۔

پورا گھر یہ ٹوم اینڈ جیری شو دیکھ رہا تھا۔

رک جا زین بس کر اب اور نہیں بھاگ سکتا۔اہان چھت پر پہنچ کر پھلے سانس سے بولا۔

زین ایک دم اگے بڑھا اور فرائنگ پین اہان کے سر پر مرا۔

آآآآ۔اہان کی چیخ پورے گھر میں بلند ہوئی۔

اوے سالے تیرا ہونے والا بہنوئی ہوں میں شرم کر۔ اہان نے اپنا سر سہلاتے ہوئے زین سے کہا۔

ہونے والا سالہ میں ہوں تیرا کمینے تو نے اتنی بڑی بات نہیں بتائی۔ زین چیختا ہوا بولا۔

کیسے بتاتا تجھے۔ اہان پھر زین کو اپنی طرف اتا دیکھ تھوڑا سا پیچھے ہٹا۔

یہ جو اتنی لمبی زبان ہے اس سے بتاتا۔ زین بولا۔

اگر پہلے بتاتا تو یہ فرائنگ پین تو نے پہلے میرے سر میں مارنا تھا۔ اہان اپنا اپ چھڑواتے اس کے ہاتھ میں پکڑے فرائنگ پین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اہان کی چیخ سن کر زمان اور میر چھت پر ائے۔

کھوتے جتنے ہو گئے ہو تم لوگ اور ابھی تک پورے گھر میں اچھل کود کرتے رہتے ہو۔ میر شاہ ان دونوں کو اس طرف پورے گھر میں ادھم مچاتے ہوئے کہا۔

سوری۔ وہ دونوں واقع شرمندہ ہو گئے تھے۔

چلو نیچے۔ وہ چاروں اک ساتھ ہی نیچے اگئے۔

لاؤنج میں سب بڑے اپس میں باتیں کرنے میں مصروف تھے۔

اگلے دو دن میں اہان اور محرماہ کی منگنی تھی۔ سب لوگ اسی بارے میں باتیں کر رہے تھے۔

آپی۔ روح حورین کے پاس کچن میں ائی۔

جی۔ حورین زمان کی چائے بناتے بولی۔

اپ سے ایک بات پوچھوں۔ روح کو گھبراتے ہوئے بولی۔

ہاں پوچھو اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے۔ حورین چائے میں چینی ڈالتے بولی۔

آپی اگر انسان کو کسی برے شخص سے محبت ہو جائے تو مطلب کہ وہ اچھا نہ ہو تو۔ روح انگلیاں مروڑتے بولی۔

نہ جانے روح کے دماغ میں کیا بات ائی کہ وہ پوچھ بیٹھی۔

جس سے محبت ہو جائے وہ اچھا یا برا نہیں لگتا بس اپنا لگتا ہے۔ حورین زمان کو تصور میں لاتے بولی۔

تم نے کیوں پوچھا۔ حورین نے اس کی طرف منہ کیا۔

کچھ نہیں بس ایسے ہی ذہن میں سوچ ائی تو اپ سے پوچھ لیا۔ روح نے بہانہ بنایا۔

روح محبت اس انسان سے کرو جسے سب سے پہلے اپ کی عزت عزیز ہو ایک لڑکی کے لیے سب سے زیادہ عزت معنی رکھتی ہے عورت کا محافظ اس کا شوہر ہی ہوتا ہے اج کل تو لوگ انسان کی شکل میں بھیڑیے ہوتے ہیں جو بس نوچنے کی کرتے ہیں۔

اچھا میں یہ چائے زمان کو دے کر آئی۔

او کے۔ ساتھ ہی حورین باہر چلی گئی۔

اور اس کے پیچھے روح بھی۔

عینی کمرے میں داخل ہوئی تو میر شاہ کوئی فائل چیک کر رہا تھا۔

عینی بیڈ پر بیٹھ کر اسے دیکھنے لگی میر شاہ اس کی نظریں خود پر محسوس کر رہا تھا۔

عینی اٹھی اور میر شاہ کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئی۔

کیا بات ہے۔میر سخت لہجے میں بولا۔

مجھے معاف کر دیں میر مجھ سے غلطی ہو گئی۔عینی اس کا ہاتھ پکڑتے بولی۔

کیوں کیا ہوا برداشت نہیں ہو رہا برا لگ رہا ہے تمہاری دو دن میں بس ہو گئی۔میر شاہ اپنے ہاتھ چھڑواتے بولا۔

تم نے ایک بار بھی مجھ سے نہیں پوچھا کہ میں کیوں گیا تم نے مجھ سے پوچھا قرۃ العین تم مجھ سے پوچھتی مجھ سے ضد کرتی تو میں کیسے نا تمہیں بتاتا۔میر اس سے فاصلے پر بیٹھتا بولا۔

عینی نے اس کا خود سے دور جانا شدت سے محسوس کیا۔

مگر تم نے ہمیشہ اپنی ہی کہی میری نہیں سنی ہر بار مجھے غلط کہا چلو مانا میں غلط تھا لیکن صحیح تو تم بھی نہیں تھی چھ سال لندن میں رہا اپنی بیماری سے خود سے لڑتا رہا لیکن تم نے کال تک نہیں کی کیا یہ تھی تمہاری محبت یا پھر تم نے محبت سے زیادہ نفرت کی انتہا کی تم نے تو ایک بار بھی نہ پوچھا کہ زندہ ہو یا مر گئے۔میر کی بات پر عینی نے تڑپ کر کہا۔

ایسے نہیں بولیں۔

میر کمرے سے چلا گیا۔عینی روتی رہی اج اسے میر کے کہے الفاظ یاد ائے۔

تم پچھتاؤ گی۔

آج آہان اور محرماہ کی منگنی تھی۔

اج سب لوگوں کو ملک ہاؤس جانا تھا۔

منگنی کی رسم کے لیے شاہ ویلا سے سب لوگ ملک ہاؤس پہنچ چکے تھے۔

وہاں پر ان کا گرم جوشی سے استقبال کیا گیا۔

فرح بیگم نے اہان کو فاخرہ بیگم نے محرماہ کو انگوٹھی پہنا کر رسم ادا کی۔

امنہ بیگم نے دونوں بچوں کو پیار کیا اور ڈھیر ساری دعائیں دی۔

روح پنک فراک کھلے بال ہونٹوں پر پنک لپسٹک لگائے زہیب کے دل میں اتر رہی تھی۔

زرینہ بیگم نے روح کو گاڑی سے کچھ گفٹ لانے کے لیے کہا۔

روح باہر جا رہی تھی کہ اہان ایک کزن جو کہ اہان کے ددیال سے تھا روح کے پیچھے گیا۔

زہیب کی نظر نے دور تک یہ منظر دیکھا۔

وہ میر شاہ سے ایکسکیوز کرتا باہر کی جانب گیا۔

السلام علیکم۔ وہ لڑکا روح کو بولا۔

وعلیکم السلام۔ جی اپ کو کچھ چاہیے۔ روح اسے دیکھ کر بولی۔

جی۔وہ لڑکا کمینگی سے دیکھتا بولا۔

اپ کا نمبر۔اس کس قدر جرات پر روح کا تو دماغ گھوم گیا۔

شٹ اپ بد تمیز جاہل انسان۔روح اندر کی جانب گئی۔

اس لڑکے نے روح کا ہاتھ پکڑا جسے روح چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔یہ منظر دیکھ زہیب اگ بگولا ہو گیا۔

زین صوفے پر بیٹھا موبائل یوز کر رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے فاخرہ بیگم کھڑی تھی۔

ارے امی اپ ائیں اندر ویسے اج اپ کو میری یاد کیسے اگئی۔وہ انہیں اپنے حصار امیں لیتا ہوا بولا۔

کیوں میں نہیں اسکتی اپنے بیٹے کے کمرے میں۔فاخرہ بیگم پیار سے بولی۔

نہیں اپ کو یاد ہے کہ اپ کا ایک معصوم پیارا اور ہینڈ سم سا بیٹا بھی ہے اپ کو تو بس اپنے بڑے بیٹے سے پیار ہے۔زین مصنوئی انسو صاف کرتا بولا

شروع ہو گئی میرے ہینڈ سم سے بیٹے کے ڈرامے۔فاخرا بیگم اس کے کان کھینچتے ہوئے بولی۔

اااااااا۔۔۔۔۔مما کان تو چھوڑیں جس حساب سے اپ نے میری کان کھینچے ہیں نا مجھے لگتا ہے میں جلدی ہی پی کے کہ پلینٹ کا باسی لگوں گا۔زین کان سہلاتا ہوا بولا۔

اچھا ادھر اؤ مجھے بات کرنی ہے تم سے۔فاخرہ بیگم اسے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

میں نے اور تمہاری دادو نے تمہارا رشتہ مناہل کے ساتھ طے کر دیا ہے۔

کیاااااا۔۔۔۔زین اتنی زور سے چیخا کے فاخرا بیگم کو اپنے کانوں پر ہاتھ رکھنے پڑے۔

اپ نے سوچ بھی کیسے لیا میں اس کالی بلی سے شادی کروں گا۔

بیٹا تمہاری دادو تو یہی چاہتی ہیں اور اور باقی سب بھی۔فاخرہ بیگم اسے سمجھاتے ہوئے بولی۔

اور پھر برائی ہی کیا ہے مناہل میں اتنی پیاری ہے اچھی لڑکی ہے اور گھر کی بچی ہے۔

اچھا آپ اتنا اسرار کر رہی ہیں تو ٹھیک ہے جو اپ کی مرضی۔وہ مظلوم سے شکل بناتا ہوا بولا۔

لیکن مناہل کا نام سن کر لڈو پھوٹ رہے تھے دل میں۔

اس کا تو بس نہیں چل ہا تھا بھنگرے ڈال لے۔

اور وہ ایسا کرنے والا تھا کہ اسی وقت اس کا فون بجنے لگا۔

فاخرہ بیگم بھی آمنہ بیگم کے کمرے کی طرف چلی گئی۔

السلام علیکم۔

وعلیکم السلام۔میر شاہ نے جواب دیا۔

کیسے ہیں۔عینی نے پوچھا۔

ٹھیک۔ایک لفظ جواب ایا۔

کیا کر رہے ہیں۔

لنچ کرنے ایا ہوں باہر۔میر شاہ نے جواب دیا۔

کس کے ساتھ۔عینی کے لہجے میں یک دم غصہ اور جیلیسی کا عنصر نمایا ہوا۔

اپنی محبوبہ کے ساتھ۔میر شاہ مسکراہٹ دباتا بولا۔

ک۔۔کون سی محبوبہ۔عینی کہ اواز لڑکھڑائی۔

ہے ایک۔اس وقت عینی کا چہرہ سوچتے ہوئے اس کا دل چاہا قہقہے لگا کر ہنسے۔

وہی پوچھا کون ہے۔ سختی سے پوچھا گیا۔

افس میں کام کرتی ہے بہت خوبصورت ہے۔

میر اپ جھوٹ بول رہے ہیں نا۔عینی کی اواز میں نمی تھی۔

لیکن میر کا اب بھی اسے مزید تنگ کرنے کا ارادہ تھا۔

میری جان میں کیوں جھوٹ بولوں گا اور تمہیں واقعی لگ رہا ہے میں جھوٹ بول رہا ہوں۔میر نے کہا۔

تمہیں یقین نہیں اتا تو بات کر لوم۔یر نے سامنے بیٹھے شخص کو فون دیتے ہوئے کہا۔

السلام علیکم بھابھی جی۔زمان کی شوخ اواز گونجی۔

ز۔۔زمان تم۔عینی کو حیرت کا جھٹکا لگا۔

جی بھابی جی میں میر شاہ کی محبوبہ ہونے کا لقب مجھے ہی حاصل ہے جو کہ اپ کے دیور زین شاہ نے عنایت کیا ہے۔

اس بات پر میر شاہ اور زمان دونوں کے قہقہے گونجے۔

تو دیور جی اپ نہ اج اپنے بھائی کے لیے ایک وگ کا بندوبست کر کے ائیے گا۔عینی نے غصے سے کہا۔

وگ کیوں۔زمان نے حیرت سے پوچھا۔

کیونکہ تمہارے اس بھائی کو اج گنجا کر دینا ہے میں نے۔عینی نے غصے سے کہا۔

اس کے بات سن کر میر شاہ کا قہقہا گونجا جو کہ فون کے پار عینی نے بھی سنا۔

اس کے اس طرح ہسنے پر عینی نے غصے سے فون کاٹ دیا۔

چل بھائی تو تو گیا اج وہ جنگلی بلی تجھے قتل کر کے بلکہ گنجا کر کے ہی چھوڑے گی میں نہ تیرے لیے سپیشل وگ کا ارڈر کر دیتا ہوں سچ میں وحید مراد لگے گا وگ پہن کر۔زمان نے ہنستے ہوئے کہا۔

دیکھ لوں گا اس جنگلی بلی کو میں فلحال جلدی کھا لے اب تو میٹنگ کے لیے دیر ہو رہی ہے۔میر شاہ نے کہا۔

اچھا نہ چلتے ہیں۔زمان کہتے ہوئے کھڑا ہوا اور وہ دونوں ریسٹورنٹ سے باہر نکل گئے۔

مناہل لاؤنج میں بیٹھے ڈرامہ دیکھتے ہوئے لیز کھانے میں مصروف تھی۔

فرا بیگم اس کے پاس صوفے پر بیٹھ گئی مناہل ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔

کیا کر رہی ہیں میری بیٹی۔ فرا بیگم اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے بولی۔

کچھ نہیں بس ڈرامہ دیکھ رہی تھی۔ مناہل نے جواب دیا۔

اچھا میری جان مجھے ضروری بات کرنی ہے تم سے کہا۔

جی بولیں۔

بیٹا میں نے اور تمہارے بابا نے تمہارا رشتہ زین کے ساتھ طے کر دیا ہے۔ فرا بیگم نے پیار سے کہا۔

کیاااا۔ امناہل ایک دم اٹھ بیٹھی۔

اپ ایسا کیسے کر سکتی ہیں مما مم۔۔ مجھے شادی نہیں کرنی اس سے اپ نے مجھ سے پوچھنا بھی ضروری نہیں سمجھا ایسے عیروں کی طرح بس بتا رہے ہیں مجھے۔ مناہل کو تو اپنے کانوں پر یقین ہی نہیں ہو رہا تھا۔

کیوں کوئی مسئلہ ہے۔ فرا بیگم کو اس ریکشن پر حیرت ہوئی۔

ماما مجھے اس سے شادی نہیں کرنی۔ مناہل کا غصہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔

اس سے نہیں کرنی یا کسی اور سے کرنی ہے۔ فرح بیگم نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا۔

تم کسی اور کو پسند کرتی ہو مناہل۔ فرا بیگم نے سنجیری سے پوچھا۔

ایسا کچھ نہیں ہے ماما۔ مناہل نے فرہ بیگم کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

تو پھر کیوں نہیں کرنی زین سے شادی دیکھو مناہل اگر ایسا کچھ ہے تو پہلے مجھے بتا دو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی۔ فرا بیگم نے کہا۔

امی ایسی کوئی بات نہیں ہے مجھے بس ذین سے شادی نہیں کرنی۔ یہ کہتے ہی مناہل اٹھ کر اپنے کمرے میں جانے لگی تو فرہ بیگم کے اواز سن کر رک گئی۔

اگر ایسی کوئی بات نہیں تو تمہاری شادی زین سے ہی ہو گی۔

میں ایسا ہر گز نہیں کروں گی۔ یہ کہتے ہی مناہل اٹھ کر کمرے میں چلی گئی۔

فرا بیگم اس کے اس انداز پر حیران تھی۔

عالیہ بیگم لان میں پودوں کو پانی دینے میں مصروف تھی کہ انہوں نے فرا بیگم کو اندر اتے دیکھا۔

السلام علیکم فرح۔

وعلیکم السلام بھابھی کیسی ہیں۔ فرا بیگم نے عالیہ بیگم کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

میں تو ٹھیک ہوں لیکن تم کچھ پریشان لگ رہی ہو۔ عالیہ بیگم نے فکر مندی سے کہا۔

جی بھابی مناہل کی وجہ سے پریشان ہوں۔

اچھا اندر چلو اندر چل کر بات کرتے ہیں۔ عالیہ بیگم اندر کی طرف جاتے بولی۔

السلام علیکم امی۔ فرح بیگم نے امنہ بیگم کو سلام کیا جو لاونج میں تسبیح کر رہی تھی۔

وعلیکم السلام اؤ بیٹھو۔

کیا بات کرنا چاہ رہی تھی تم۔ فرہ بیگم انہیں فون پر پہلے ہی اپنے انے کی اطلاع دے چکی تھی۔

امی مناہل۔ فرا بیگم یہ کہتے ہی رکی۔

کیا ہوا۔ عالیہ بیگم نے پوچھا۔

بھابی اس نے شادی سے منع کر دیا ہے۔ فرح بیگم پریشانی سے بولی۔

کیوں۔ امنہ بیگم نے پوچھا۔

پتہ نہیں امی۔

کہی کسی کو اور کو پسند نہیں کرتی۔ امنہ بیگم نے پوچھا۔

نہیں امی پوچھا تھا لیکن ایسا کچھ نہیں ہے۔ فرہ بیگم نے کہا۔

تو پھر کیوں منع کر رہی ہے شادی سے۔ اس مرتبہ عالیہ بیگم نے پوچھا۔

بس کہہ رہے ہیں زین سے شادی نہیں کرنی امی اپ بات کریں ناوہ اپ کی بات کبھی نہیں ٹالتی۔

ہاں میں کرتی ہوں اس سے بات۔ امنہ بیگم نے پریشانی سے کہا۔

رات کو میر کمرے میں ایا تو عینی بیڈ پر بیٹھی موبائل دیکھ رہی تھی۔

عینی نے اسے بھرپور نظر انداز کیا میر نے اپنی ہنسی دبائی۔

عینی میرے کپڑے نکال دو۔ میر سنجیدہ لہجے میں بولا۔

جا کر اپنی محبوبہ سے کہیں۔ عینی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

یار محبوبہ تو سو گئی ہو گی نا میری اب تک ابھی تم ہی نکال دو۔ میر اپنی واچ اتارتے ہوئے بولا۔

عینی اٹھ کر کمرے سے باہر جانے لگی کہ ایک دم میر اس کے سامنے اگیا۔

اچھا اچھا سوری ناراض کیوں ہو رہی ہو۔ میر نے ہنستے ہوئے کہا۔

عینی نے اس کے کورٹ کا کالر پکڑ کر جھٹکے سے اپنے جانب کھینچا۔

اگر کوئی بھی لڑکی اپ کے 10 کلومیٹر کے دائرے میں بھی نظر ائی تو جان سے مار ڈالوں گی اپ کو بھی اور اس لڑکی کو بھی۔ عینی نے غصے سے اس کی انکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

میر تو اس کے اس دبنگ انداز پر حیران تھا۔

اچھا نہ سوری مذاق تھا بس۔ میر اسے اپنے حصار میں لیتا ہوا بولا۔

اچھا چلو چلتے ہیں۔ میر اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے جانے لگا۔

لیکن کہاں۔ عینی نے پوچھا۔

ائس کریم کھانے۔ میر نے جواب دیا۔

اس وقت۔ عینی نے گھڑی دیکھی تو ڈھیر نج رہے تھے۔

ائس کریم کھانے کے لیے بھی ٹائم دیکھنا پڑتا ہے۔ میر نے کہا۔

یکم ابھی بہت دیر ہو گئی ہے ہم کل چلیں گے۔

کچھ نہیں ہوتا تم بس چلو یہ کہتے ہی میر اسے باہر کی طرف لے گیا۔

اج امنہ بیگم نے مناہل کو گھر بلایا تھا۔

فرا بیگم مناہل امنہ بیگم عینی فاخرہ بیگم لانچ میں بیٹھی تھی۔

مناہل میرے کمرے میں اؤ بات کرنی ہے مجھے تم سے۔ امنہ بیگم نے عینی سے باتیں کرتی مناہل کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

جی نانو۔ وہ دونوں اٹھ کر کمرے میں چلی گئی۔

جی نانو کیا بات کرنی تھی اپ کو مجھ سے۔ مناہل نے کمرے میں انے کے بعد پوچھا

ادھر آؤ میرے پاس۔ امنہ بیگم نے اسے اپنے پاس بیڈ پر بیٹھنے کو کہا۔

مناہل تم نے زین سے شادی سے منع کیوں کیا۔ امنہ بیگم نے پیار سے پوچھا۔

نانو مجھے نہیں کرنی اس سے شادی۔ مناہل نے منہ کے زاویہ بگاڑتے ہوئے کہا۔

وہی تو پوچھ رہی ہوں بچے کیوں نہیں کرنی کیا کوئی اور پسند ہے تمہیں۔ امنہ بیگم نے نرمی سے پوچھا۔

نہیں نانو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مناہل نے جواب دیا۔

تو پھر میری جان کیا بات ہے زین بہت اچھا لڑکا ہے اور پھر اس سے شادی کرنے کے بعد تم میری آنکھوں کے سامنے رہو گی۔ امنہ بیگم نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

نانو وہ تنگ کرتا ہے مجھے ہر وقت لڑتا ہی رہتا ہے۔ مناہل معصومیت سے بولی۔

نہیں کرتا تنگ اور اگر کرے گا تو مجھے بتانا اس سے پٹائی لگاؤں گی اس کی۔ امنہ بیگم نے اپنے ہاتھ میں پکڑی چھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو وہ چلنے کے لیے سہارے کے طور پر استعمال کرتی تھی۔

مناہل ان کی بات سن کر مسکرا دی۔

ٹھیک ہے نانو جو اپ کی خوشی وہ میری خوشی۔ وہ امنہ بیگم کا ماتھا چومتے ہوئے بولی۔

اخر اب اس کے سامنے اس کی نانو تھی جن سے وہ اس دنیا میں سب سے زیادہ پیار کرتی تھی وہ ساری دنیا کے بات ٹال سکتی تھی لیکن اپنی نانو کی نہیں۔

امنہ بیگم نے اس کے سر پر پیار کرتے ہوئے کہا۔

چلو اب تم نیچے چلو میں بھی نماز پڑھ کر اتی ہوں۔

مناہل امنہ بیگم کے کمرے سے نکلی تو سامنے سے زین اتا دکھائی دیا۔

نہ جانے کیوں مناہل اج اسے دیکھ کر گھبرا گئی۔

اس نے غیر ارادی طور پر نظر جھکا لیں اور خاموشی سے وہاں سے چلی گئی۔

زین کو اس کا رویہ عجیب سا لگا کیونکہ ایسا بہت کم ہی ہوتا تھا کہ ان کا سامنا ہو اور ان میں کوئی لڑائی نہ ہو منا ہل کے بارے میں سوچتے ہوئے وہ بھی اپنے کمرے کی جانب چلا گیا۔

زین بیڈ پر بیٹھا منا ہل کے رویے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اس کے فون کی گھنٹی بجی نمبر دیکھ کر اس کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔

السلام علیکم۔ اہان نے سلام کیا۔

وعلیکم السلام کیسا ہے۔ زین نے پوچھا۔

ٹھیک ہوں تو سنا۔ اہان نے کہا۔

میں بھی ٹھیک کیا کر رہے ہو۔ آہان نے پوچھا۔

کچھ نہیں یار ویلا ہوں۔ زین نے جواب دیا۔

یار تو کوئی کام کاج کرتا نہیں میری بہن کے خرچے کیسے اٹھائے گا۔ اہان نے اسے تنگ کرتے ہوئے کہا

۔

ت۔ تج۔۔۔ تجھے کیسے پتہ چلا۔ زین ایک دم گھبرا گیا۔

جیسے کوئی چوری پکڑی گئی ہو۔

توتجھے کیا لگا میری بہن کے لیے رشتہ بھیجے گا اور مجھے پتہ نہیں چلے گا۔ اہان نے مصنوی غصے سے کہا۔

نہیں یار میں نے نہیں بھیجا امی نے بھیجا ہے۔ زین نے صفائی دیتے ہوئے کہا۔

اچھا یار ریلیکس مذاق کر رہا ہوں ویسے یار ہیں تو وہ میری بہن لیکن تو بھی میرا دوست ہے اس لیے بی کیئر فل۔ احان نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے کہا۔

یار تو اب ڈرا کیوں رہا ہے۔ زین اس انداز سے بولا کہ اہان کا قہقہ گونجا۔

لیکن زین دوستی اپنی جگہ پر وہ میری بہن ہے اور مجھے بہت پیاری ہے اگر تو نے اسے تکلیف دی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ اخر اہان بھائی تھا اسے اپنی بہن کی فکر تھی۔

اچھا یار چھوڑ ان باتوں کو یہ بتا کب ارہا ہے۔ زین نے پوچھا۔

کل اؤں گا۔ اہان نے کہا۔

اس طرح وہ معمول کے مطابق باتیں کرنے لگے کیونکہ وہ لوگ روز اسی طرح گھنٹوں باتیں کر کے سوتے تھے۔

ینگ پارٹ لاؤنج میں بیٹھی تھی۔

یار زیبی اب تو بھی شادی کر لے اب تو ہی رہ گیا ہے شدید کنوارا۔ زین نے کافی پیتے ہوئے زہیب سے کہا۔

ہاں یار اب تو اس شیطان کی بھی شادی ہو رہی ہے تو بھی کر لے۔ سنان نے کہا۔

تم نے تو کہا تھا کہ میں نے شادی کرنی ہی نہیں ہے۔ عینی نے زین کو گھورتے ہوئے کہا۔

وہ دراصل کرہ ارض میں رنے کہا تم نے شادی کر لی ہے میں کیوں پیچھے رہوں۔ زین نے دانت نکالتے ہوئے عینی سے کہا۔

پھر سے لڑنا شروع نا کر دینا۔ سنان نے کہا۔

ہاں تو زہیب تو نے بتایا نہیں کب کرے گا شادی۔ زین اسے اج بخشنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

کر لوں گا نا شادی بھی۔ زہیب نے کہا۔

لو بھئی یہ کیا بات ہوئی صحیحی صحیحی بتا کب کرے گا۔ زین نے کہا۔

بہت جلد۔ زہیب نے جان چھڑوانے کے لیے کہا۔

اسی طرح وہ لوگ بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔

رات کو حورین عنایہ کا فیڈر بنانے کے لیے کچن میں گئی تو زہیب بھی وہیں پر ایا۔

بھابھی۔ زہیب نے اسے پکارا۔

جی۔ حورین نے مسکراتے جواب دیا۔

مجھے اپ سے ضروری بات کرنی ہے۔ زہیب نرمی سے بولا۔

جی بولیں۔ حورین مسکراتے بول رہی تھی اور ساتھ میں فیڈر بنا رہی تھی۔

وہ میں۔۔۔۔زہیب کو سمجھ نہیں ارہا تھا کہ وہ کیسے بات کرے۔

وہ بھابھی میں۔۔۔۔ذہیب گھبراہٹ کا شکار تھا۔

وہ بھابھی میں اور روح ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور شادی کرنا چاہتے ہیں۔وہ ایک ہی سانس میں بول گیا۔

حورین اس کے بات سن کر مسکرائی۔

اچھا بھائی اپ فکر مت کریں میں کل ہی مما سے بات کروں گی۔ حورین اسے خوشی کی خبر سناتے بولی۔

اوکے شکریہ بھابھی۔زہیب یہ کہتا کمرے میں چلا گیا اور حورین بھی مسکراتے جا چکی تھی۔

حورین کمرے میں گئی تو زمان کوئی کام کر رہا تھا۔

حورین نے عنایہ کو فیڈر پلایا اور سلا دیا۔

زمان مجھے اپ سے بات کرنی ہے۔ حورین اس کے پاس بیٹھتے بولی۔

جی جان کیا بات کرنی ہے اپ نے۔زمان نے اپنی توجہ اس کی طرف مرکوز کی۔

پھر وہ اسے زیب سے ہوئی ساری بات بتانے لگی۔

ارے ویسے یہ تو اچھی بات ہے۔زمان کو دل سے خوشی ہوئی۔

زمان میں کل مما پاس جاؤں بات کرنے۔ حورین نے اجازت مانگی۔

جی چلی جانا مگر جلدی انا۔ زمان نے اسے کہا۔

کیا مطلب جلدی میں تو دو دن رہ کر اؤں گی۔ حورین مسکراتے بولی۔

میں کیسے رہوں گا۔ زمان حیرت سے بولا۔

کیا زمان اپ میرے بغیر دو دن بھی نہیں رہ سکتے۔ حورین روہانسی ہوئی۔

میں تمہاری بات نہیں کر رہا اپنے پرنسز کی بات کر رہا ہوں۔ زمان شرارت سے بولا۔

پھر رکھ لیں اسے اپنے پاس۔ اطمینان قابل دید تھا۔

وہ کیسے رہے گی تمہارے بغیر۔ زمان تو اس کی بات سن کر حیران تھا۔

بس پھر جانے دیں۔ فیصلہ حتمی تھا۔

اچھا چلی جانا۔ زمان کو اسے اجازت دینا پڑی۔

اس طرح کچھ دیر بعد وہ دونوں سو گئے۔

اگلی صبح حورین ثنا بیگم کے گھر جا چکی تھی باقی سب ابھی ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے تھے۔

زہبی۔۔۔۔ زمان نے اسے پکارا۔

زہیب نے پیچھے مڑ کر دیکھا زمان کو جو ہاتھ میں ڈنڈا لیے کھڑا تھا۔

زہیب کو خطرے کی گھنٹی بجتی محسوس ہوئی

سب انہیں حیران نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

زوہیب نے دوڑ لگائی۔

رک جا زہیب ورنہ مارا جائے گا۔زمان بھاگتا بولا۔

ابے سالے اگر رکا تب بھی مارا جاؤں گا۔زہیب بھاگتے بھاگتے بولا۔

رک جا زہیب اخری بار کہہ رہا ہوں۔زمان غصے سے بولا۔

میں نہیں رک رہا۔زوہیب نے ہانک لگائی۔

ہوا کیا ہے تم دونوں کو۔فاخرہ بیگم بولی۔

مما یہ سالہ میری سالی کو پسند کرتا ہے رشتہ بھی بھیجنے لگا ہے لیکن مجھے اج پتہ چل رہا۔زمان دانت پیستے بولا۔

او یار معاف کر دے۔زہیب بھاگتا بولا۔

معافی کے کچھ لگتا ہے ہاتھ تو لگ میرے ذرا۔زمان کہاں پیچھے ہٹنے والوں میں سے تھا۔

کیا ہو گیا زمان۔میر اس کے اگے اتا بولا۔

تجھے پتہ نہیں یہ ہم سے باتیں چھپاتا ہے۔زمان غصے سے بولا۔

تو کیا ہوا۔میر نے پوچھا۔

کہیں تجھے پتہ تو نہیں تھا۔ زمان نے پوچھا۔

ہاں۔ اطمینان قابل دید تھا۔

بچو ذرا تم دونوں مجھ سے۔ زمان کو اور غصہ چڑھا۔

ینگ پارٹی تو انجوائے کر رہی تھی۔

زمان رکھ دے لگ جائے گا۔ میر صوفے کے پیچھے بھاگتا بولا۔

لگانے کے لیے تو پکڑا ہے۔ زمان نے ہانک لگائی۔

اچھا زمان معاف کر دے غلطی ہو گئی۔ زہیب نے باقاعدہ ہاتھ جوڑے اور معاملہ رفع دفع کیا۔

ہمممم کیا معاف وہ ڈنڈا رکھتے بولا۔

شکر الحمدللہ دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

روح عنایہ کے ساتھ کھیل رہی تھی اور ثنا بیگم حورین سے باتیں کر رہی تھی۔

مما مجھے اپ سے ایک بات کرنی ہے۔ حورین نے بات کا اغاز کیا۔

ہاں بیٹا بولو۔ ثنا بیگم بولی۔

مما میرے پاس روح کے لیے ایک رشتہ ہے لڑکا اچھا ہے بزنس مین ہے۔ حورین مسکراتے بولی۔

اچھا کہاں رہتا ہے۔ ثنا بیگم تو جسس سے بولی۔

مماپاس ہی رہتاہے۔حورین نے تحمید باندھی۔

اپی مجھے شادی نہیں کرنی۔روح گھبراتے بولی۔

کیوں نہیں کرنی۔ثنا بیگم نے پوچھا۔

بس نہیں کرنی تو نہیں کرنی۔روح چڑتے ہوئے بولی۔

چلو مما کوئی بات نہیں میں زہیب بھائی کو منع کر دوں گی۔حورین نے پتہ پھینکا۔

کیاااااازہیب۔روح چیخی۔

جی مگر تم ٹینشن نہ لو میں منع کر دوں گی۔حورین مصنوعی اداسی سے بولی۔

نہیں اپی میں تیار ہوں شادی کے لیے روح فورا بولی۔

حورین اور ثنا بیگم کا قہقہ گونجا۔

روح کو ان کی شرارت سمجھ ائی تو وہ جھیپ سی گئی۔

امنہ بیگم عالیہ بیگم لاریب کے ہمراہ ثنا بیگم کی طرف گئیں۔

کچھ دیر تک گپ شپ کرنے کے بعد انہوں نے بات کا اغاز کیا جس کے لیے وہ لوگ یہاں ائے تھے۔

ثنا اج میں تم سے کچھ مانگنے ائی ہوں۔امنہ بیگم نے ثنا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اماں جی اپ حکم کریں۔ثنا بیگم اپنائیت سے بولی۔

میں اپنے زہیب کے لیے تمہاری روح کہا ہاتھ مانگنے ائی ہوں مجھے امید ہے تم مجھے خالی ہاتھ نہیں بھیجو گی۔ امنہ بیگم نے امید سے کہا۔

نہیں اماں جی روح اپ ہی کی بیٹی ہے اپ نے میری ایک بیٹے کو اتنا مان دیا ہے تو دوسری کو بھی اتنا ہی پیار کریں گے اتنی ہی عزت دیں گے منع کرنے کا تو کوئی جواز ہی پیدا نہیں ہوتا میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی اور کیا بات ہو گی کہ میری دوسری بیٹی بھی اپ کے گھر کی بہو بنے۔ ثناء بیگم کی تو خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔

شام کو سب لوگ چائے پی رہے تھے عالیہ بیگم مٹھائی لے کر ائی۔

یہ کس خوشی میں۔ ابراہیم شاہ نے پوچھا۔

زہیب اور روح کا رشتہ پکا ہونے کی خوشی میں۔ عالیہ بیگم نے جواب دیا۔

یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔ ابراہیم شاہ نے کہا۔

مبارک ہو بیٹا۔ سکندر شاہ نے مٹھائی کھاتے ہوئے کہا۔

اسی خوشی میں ایک اور کپ چائے پلا دو بیگم۔ شہباز شاہ نے کہا۔

اتنی چائے مت پیا کرو شہباز۔ امنہ بیگم نے کہا۔

میں سوچ رہا تھا اسی مہینے کے اخر میں زین اور زہیب دونوں کی شادی ایک ساتھ کر دیں۔میر نے چائے پیتے ہوئے کہا۔

یہ تو بہت اچھی بات ہے تو بس پھر طے ہو گیا ان دونوں کا بیڑا اسی مہینے کے اخر میں پار لگا دیں گے ۔امنہ بیگم نے کہا۔

بیڑا پار نہیں لگائیں گے بیرا غرق کریں گے۔سنان بولا۔

اس کی بات سن کر سب لوگ ہنسنے لگے۔

دن گزرتے گئے شادی کے دن قریب اگئے تھے۔

اج مہندی کی رسم تھی لڑکوں کی رسم نیچے تھی جبکہ لڑکیاں اوپر چھت پر انتظامات ہو چکے تھے لڑکوں نے ایک جیسے ڈریسنگ کی تھی اور لڑکیوں نے بھی۔

پہلے سب بڑوں نے لڑکیوں کی رسم ادا کی اور پھر لڑکوں کی مگر لڑکوں کو اپنے بدلے لینے تھے جس کے لیے وہ سب تیار تھے۔

لڑکوں نے پانی کے غبارے بھرے تھے۔

زین مزے سے بیٹھا جب اس کے اوپر پانی ایا۔

اوے کس نے پھینکا یہ۔زین کلستے ہوئے بولا۔

میں نے۔ سامنے اہان کھڑا تھا۔ جس کے ہاتھ میں ایک اور غبارا تھا۔

اوئے نہ کری۔ زین کھڑا ہو گیا۔

اہان رکی نہ اپنا وقت یاد کر۔ پیچھے سے سنان نے اواز لگائی۔

ہاں یاد ہے مجھے اب تو گن گن کر بدلے لوں گا۔ اہان نے ایک اور غبارہ مارا۔

اوئے تجھے اللہ کا واسطہ رک جا۔ زین ٹشو سے منہ صاف کرتا بولا۔

اب لڑکیاں بھی نیچے اچکی تھی اور ان کو دیکھ کر ہنس رہی تھی۔

یار شرم کرو دلہا ہوں میں۔ زین نے بہانہ بنایا۔

ہم بھی دلہے ہی تھے۔ زمان بھی غبارہ مارتے بولا۔

اسی طرح ایک دوسرے کو غبارے مارتے وہ سب ایک دوسرے کے حلیہ بگاڑ چکے تھے۔

\-----------------------

اج بارات کا دن تھا لڑکے زین کے کمرے میں تھے جبکہ لڑکیاں روح کے گھر تیار ہو رہی تھیں انہوں نے ادھر سے ہی ہال جلنا تھا۔

یار تو تیار کیوں نہیں ہوا۔ اہان سنان کو دیکھتے بولا جو موبائل استعمال کر رہا تھا۔

سوٹ ہی نہیں ایا ابھی زمان لینے گیا ہے اجائے گا۔ سنان نے لیٹتے ہی جواب دیا۔

اچھا میں ذرا ایک فون کر لوں۔ اہان باہر جاتا بولا۔

ہاں کر لے اپنی بیگم کو فون۔زین نے اسے چڑھایا۔

اوہیلو میری بیوی ہے جب مرضی بات کروں۔اہان بھی بولا۔

ویسے یار تم لوگ اپنی بیویوں کے بغیر رہ نہیں سکتے۔زین ہستے بولا۔

ہاں تو سنان۔ائے بروا چکاتے بولا۔

تبھی زمان اندر ایا۔

یہ صاحبزادے تو صبح بیوی سے مل کر ائے ہیں۔اہان کلس کر بولا۔

ہاں تو۔زمان سنان کو سوٹ دیتے بولا۔

چلو اب اجاؤ نکلنا نہیں ہے۔میر اندر اتے بولا۔

ہاں بس 10 منٹ۔سنان یہ کہتے کپڑے لیتا واش روم میں گھس گیا۔

ماشاءاللہ کتنے حسین لگ رہے ہو تمہیں نظر نہ لگے کسی کی شہزادے لگ رہے ہو دنیا میں ایک لوتے خوبصورت انسان ہو تم اللہ تمہیں نظر بد سے بچائے۔زین شیشے کے اگے کھڑا خود کی تعریف کر رہا تھا

۔

اگر تعریفیں ہو گئ ہوں تو چلیں۔زہیب اندر اتے بولا۔

کیوں بھائی تجھے بہت جلدی ہے۔زین اسے چھیڑتے بولا۔

ہاں بے شادی ہے میری ٹائم پر پہنچوں گا ادھر۔زہیب بولا۔

اچھا چلتے ہیں رک جا۔ زین صوفے پر بیٹھتا بولا۔

بیٹھ نہیں جا اٹھ باہا فون کر رہے ہیں۔ زمان اندر اتا بولا۔

چائے کا ایک کپ دے دو بابا کو دو گھنٹے تک فون نہیں کریں گے۔ زین ہنسے ہوئے بولا۔

ویسے یہ تو نے صحیح کہا۔ سنان بال سیٹ کرتے بولا۔

اچھا چلو اب نکلو۔

اسی طرح سے مذاق کرتے ہوئے وہ لوگ ہال پہنچ گئے۔

بارات پہنچ چکی تھی اب لڑکیاں رستہ روکے کھڑی تھیں زہیب نے تو چپ کر کے پیسے دے دیے تھے مگر زین کا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا۔

زین چلو 50 ہزار نکالو۔ مہرماہ بولی۔

تم تو میری بہن ہو۔ زین حیرانگی سے بولا۔

دراصل میں مناہل کی طرف سے ہوں چلو شرافت سے نکالو 50 ہزار نکالو۔ مہرماہ نے اخری الفاظ غصے سے کہے۔

اگر میں نہ دوں تو زین آئبرویز کرتا بولا۔

تو پھر کھڑے رہو یہیں کیونکہ بنا کسی پیسوں کے تم اپنی دلہن لے کر نہیں جاسکتے۔ مہرماہ بھی اسی کے انداز میں بولی۔

یار زین دے دے کنجوس ادمی اپنے چکر میں مجھے بھی یہیں کھڑا رکھا ہوا ہے۔ زہیب کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ اڑ کر روح کے پاس پہنچ جائے۔

تھوڑا صبر کر لے بے صبر ادمی دے رہا ہوں یہ کہتے ہی زین نے 50 ہزار نکال کر محرماہ کے ہاتھ میں رکھ دیے۔

اصل میں تو اسے بھی مناہل کو دیکھنے کی جلدی تھی۔

تبھی لڑکیوں نے راستہ چھوڑا اور وہ سب اندر داخل ہوئے۔

کچھ دیر بعد نکاح کی رسم ادا کی گئی نکاح کے بعد دودھ پلائی کی رسم ہوئی لڑکوں نے شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لڑکیوں کی منہ مانگی رقم ادا کی۔ تھوڑی ہی دیر میں مناہل اور روح کو زین اور ذوہیب کے ہمراہ رخصت کر دیا گیا۔

زین کمرے میں داخل ہوا تو مناہل کپڑے تبدیل کر چکی تھی۔

تم نے کپڑے کیوں بدل لیے۔ زین نے حیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

وہ میں تھک گئی تھی عادت نہیں ہے مجھے اتنے ہیوی کپڑے پہننے کی۔ مناہل نے جواب دیا۔

میں بیڈ پر سوؤں گی اور تم صوفے پر۔ زین ابھی اس کی تعریف کرنے ہی والا تھا کہ اس کی یہ بات سن کر اسے ایسے دیکھنے لگا جیسے وہ مناہل نہیں کوئی بھوت پریت ہو۔

کیا مطلب۔ زین حیرانگی سے بولا۔

مطلب وہی ہے جو تم نے سنا ہے کہ تم صوفے پر اور میں بیڈ پر سوؤں گی۔

او لڑکی تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا ابھی تھوڑی دیر پہلے شادی ہوئی ہے ہماری وہ تم ہی تھی نا جس نے قبول ہے قبول ہے بولا تھا۔ زین کا تو دماغ ہی گھوم گیا تھا اس کے بات سن کر۔

وہ تو میں نے نانو کے کہنے پر بولا۔

او بات سنو میری یہ گھر بھی میرا یہ کمرہ بھی اور یہ بیڈ بھی اسی لیے اگر تمہیں شوق ہے تو تم سو جاؤ صوفے پہ۔ زین بھی کہاں پیچھے رہنے والا تھا۔

زین ابھی بیڈ کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا کہ مناہل بھاگ کر بیڈ پر چڑھ گئی۔

میں سوؤں گی یہاں مجھے نیند نہیں اتی صوفے پر۔ مناہل نے اپنے اوپر کمبل درست کرتے ہوئے کہا۔

اب یہ کیا بات ہوئی مناہل مجھے غصہ مت دلاؤ بیڈ پر میں سوؤں گا۔ زین غصے سے بولا۔

مناہل نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ فریش ہونے کے بعد اپنا تکیہ اٹھا کر صوفے پر اگیا۔

مناہل تو کب کی سو چکی تھی شاید تھکان کی وجہ سے۔ لیکن زین کو صوفے پر نیند نہیں ارہی تھی اس سے اپنے بیڈ پر ہی نیند انی تھی۔

کس نے کہا تھا شادی کر مت ماری گئی تھی میری سر میں اینٹ بجی تھی جو اس افت سے شادی کر لی خود تو سوری گھوڑے بیچ کر مجھے۔

دیکھ لوں گا میں تمہیں مناہل ذین شاہ۔ وہ کروٹیں بدلتا ہوا بربراتے جارہا تھا۔
اور اسے مناہل پر بھی غصہ ارہا تھا جو ارام سے اس کے بستر پر قبضہ کیے ہوئے تھی۔

زہیب رات کو کمرے میں ایا تو روح بیڈ پر نہیں تھی وہ تھوڑا حیران ہوا۔
تبھی اس کی نظر کھڑکی پڑ گئی جہاں وہ کھڑی تھی وہ مسکراتا ہوا اس کے پاس گیا اور اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لیا۔
یہاں کیوں کھڑی ہو۔ زہیب نے اس کے کندھے پر ٹھوری رکھی۔
چاند کو دیکھ رہی ہوں کتنا خوبصورت ہے نا۔ روح نے مسکراتے کہا۔
جی مگر میرے چاند سے کم۔
اس کے بات سن کر روح مسکرائی۔
تبھی ذہیب نے اک لاکٹ اس کے گلے میں پہنایا جس پر خوبصورتی سے ZR لکھا تھا۔
محبت کی پہلی نشانی مبارک ہو سکون قلب۔
واہ ذہیب یہ بہت خوبصورت ہے۔ روح نے دل سے تعریف کی۔
شکریہ۔ زہیب نے روح کا رخ اپنی جانب کرتے کہا۔
اس رنج کی دنیا میں میرا واحد سکون ہو تم سکون قلب۔ زہیب روح کی پیشانی چومتا بولا۔

روح اس کی بات سن کر مسکرائی۔

مجھے اس وقت تمہاری نوز پن بالکل اچھی نہیں لگ رہی۔ زہیب عجیب انداز میں بولا۔

کیوں۔ روح حیرانگی سے بولی۔

کیونکہ یہ اس وقت تمہارے ہونٹوں کے بہت قریب ہے جو کہ صرف میرا حق ہے۔ زہیب خمار زدہ لہجے میں بولا

اس کی بات سن کر روح کا دل الگ ہی انداز میں دھڑکا۔

زہیب نے روح کے ہونٹوں کو چھوا۔ تو روح کے چہرے پر شرمیلی سی مسکراہٹ آئی۔

اس کے انداز پر زہیب کے چہرے پر مسکراہٹ ائی۔

زہیب نے روح کی نوز پن اور تاری اور اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔

اس اچانک ہونے والے افتفاد پر روح حیران تھی۔

تھوڑی دیر بعد زہیب دور ہوا تو روح کا چہرہ حیا سے لبریز تھا۔

زہیب نے روح کا دوپٹہ اتارا جو کہ بہت وزنی تھا۔

پھر زہیب نے روح کی بندیا اتاری اور وہاں اپنے لب رکھے۔

پھر ذہیب نے روح کے جھمکے اتارے زیادہ وزنی ہونے کی وجہ سے روح کے کان سرخ ہو چکے تھے

زہیب نے اس کے کانوں پر لمس چھوڑا۔

روح مسکراتے اس کا لمس محسوس کر رہی تھی۔

اب روح جیولری سے ازاد تھی۔

زہیب نے روح کی گردن پر ہونٹ رکھے اور کتنی ہی دیر جھکا رہا اور اس کی گردن کو اپنے لمس سے مہکاتا رہا۔

زہیب نے روح کی کرتی کی ڈوریاں کھینچی جس سے وہ ٹوٹتی ہوئی بکھر گئی اور روح کے کندھوں سے شرٹ سرک گئی تو روح نے فورا اپنا سینہ چھپایا۔

مجھ سے چھپنے کا کوئی فائدہ نہیں جاناں۔زہیب اس کے ہاتھ ہٹاتا بولا۔

اور اس کے کندھے پر اپنا لمس چھوڑنے لگا۔

زہیب نے روح کا رخ موڑ کر اسے دیوار کے ساتھ لگایا اور اس کی کمر پر جھک گیا۔

کچھ دیر بعد زہیب نے روح کو اپنی باہوں میں اٹھایا اور اسے بیڈ پر لٹا کر اس پر جھک گیا۔

زہیب نے روح کے دل کے مقام پر اپنے ہونٹ رکھے روح کی سانسیں پھول گئی تھی زوہیب نیچے جھکا اور اس کے پیٹ پر اپنی محبت کے پھول کھلانے لگا۔

روح نے زہیب کے بال ہاتھ میں پکڑے۔

زہیب نے اوپر چہرہ اٹھایا تو وہ لمبے لمبے سانس لے رہی تھی اس کی بات کا مطلب سمجھتے زہیب اس کے ہونٹوں پر جھکا۔

توروح بھی اپنے بازو اس کے گردن میں حمائل کرتی اس کا ساتھ دینے لگی۔

نئ زندگی مبارک ہو میری جان یہ کہتے ہی زہیب روح کے وجود کی گہرائیوں میں کھونے لگا۔

رات گزرنے کے ساتھ ساتھ زہیب کی شدتوں میں اضافہ ہوا اور روح بھی بکھری بکھری اس کا ساتھ دینے لگی۔

میر اپنے کمرے میں گیا اور کوٹ اتار کر صوفے پر رکھا۔

عینی جو ابھی چینج کر کے نکلی تھی میر کو دیکھ کے اس کی طرف ائی۔

عینی کو وہ ناراض لگا۔

میر۔۔۔۔

جی۔۔۔ میر شرٹ اتارتا بولا۔

اپ مجھ سے ناراض ہیں۔ عینی انگلیوں کو مڑورتے بولی

نہیں کیوں کیا ہوا۔

کچھ نہیں مجھے لگا اپ ناراض ہیں۔ عینی کے تاثرات ڈھیلے پڑے۔

نہیں بس تھوڑا تھک گیا ہوں۔ میر کنپٹی سہلاتا بولا۔

میں چائے لے کر اتی ہوں اپ کے لیے۔ عینی جاتی کہ میر نے اسے بازو سے پکڑ کر کھینچا تو وہ توازن برقرار نہ رکھتے ہوئے اس اس کے سینے سے لگی۔

کیا ہوا عینی اتنی فکر ہے میری تھکاوٹ کی۔ میر خمار زدہ لہجے میں بولا۔

جی۔ عینی نے نہ سمجھی سے جواب دیا۔

تو پھر میری تھکاوٹ تم اتارو۔

کیا مطلب۔ عینی کہ ابھی بھی کچھ پلے نہ پڑا۔

مطلب یہ کہ میری تھکاوٹ خود میں اتار لو خود میں سمیٹ لون نہ مجھے۔ میر اسے اپنے نزدیک کرتا بولا۔

وہ کیسے۔۔۔۔

قربان تمہاری معصومیت پر۔۔۔۔ میر اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے بولا۔

آج پھر دل کر رہا ہے تم میں اترنے کا یہ کہتے ہیں میر اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔

عینی حیران تھے کچھ دیر بعد میرے پیچھے ہٹا اور عینی کا چہرہ دیکھنے لگا جس پر اس کی قربت کے رنگ کھلے تھے۔

میر بڑی محویت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

عینی کو اس پر بے انتہا پیار ایا۔

عینی پاؤں کے بل اوپر ہوئی اور میر کے ماتھے پر ہونٹ رکھے۔

میر کو اپنی رگوں میں سکون اترتا محسوس ہوا۔

پھر عینی نے اس کی انکھوں پر ہونٹ رکھے میر خود کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کر رہا تھا۔

پھر عینی نے اس کے دونوں گال چومے

جتنی تکلیف وہ اسے دے چکی تھی اتنا تو پیار بنتا تھا اس کا۔

میر خوشگوار حیرت میں ڈوبا تھا پھر اس کے ہونٹ پر ہونٹ رکھے اس سے پہلے کہ عینی دور ہوتی میر نے اس کے ہونٹوں پر گرفت سخت کی۔

عینینے دور ہونے کی کوشش نہ کی۔

محبت میں مبتلا ایک شخص کے مطابق پوری دنیا ایک شخص ہی ہوتا ہے عینی کے دل سے یہ اواز ائی۔

میر اس کی گردن پر چومنے کے ساتھ کاٹ بھی رہا تھا جس پر عینی سسکتی تو میر وہاں اپنے ہونٹ رکھتا۔

کچھ دیر بعد میر پیچھے ہٹا تو عینی کا چہرہ دیکھنے لگا جو کہ سانس روکے کھڑی تھی۔

میر نے اپنا چہرا اس کے نزدیک کہا۔

سانس لو۔۔۔

عینی میں نے کہا سانس لو۔ میر کے سختی سے کہنے پر عینی نے میر کی سانسوں میں سانس لی۔

میر جانے لگا کہ عینی نے بازو سے پکڑ کر روکا اور نفی میں سر ہلایا۔

میر سمجھتا اسے باہوں میں اٹھا کر اسے بیڈ پر لٹا کر اس پر جھک گیا۔

اج چاند بھی شرما گیا ان کے ملن پر۔

صبح صبح مناہل سو کر اٹھی تو زین کمرے میں نہیں تھا وہ فریش ہونے چلی گئی۔

زین کمرے میں ایا تھا ٹھٹک گیا کیونکہ مناہل گیلے بال ٹاول سے خشک کر رہی تھی اور اس کا دوپٹہ صوفے پر پڑا تھا۔

ذہن نے پہلی بار مناہل کو دوپٹے کے بغیر دیکھا تھا۔مناہل کتنی بھی بولڈ تھی لیکن وہ ہمیشہ اچھے سے ڈوپٹہ اوڑتی تھی۔

زہن نے بے اختیار نظر گھمائی اور اس کے پاس ایا۔

زین نے سائڈ ٹیبل سے ایک باکس نکالا اور اس کے پاس ایا۔

یہ تمہارے لیے۔زین نے ڈبی کو ڈریسنگ ٹیبل پر رکھتا بولا۔

یہ کیا ہے۔۔۔

تمہارے لیے لی تھی پہنانے تو تم دو گی نہیں اس لیے اب خود ہی پہن لینا یہ کہہ کر وہ وہاں سے جانے لگا

۔

اور ہاں امی بلا رہے ہیں تمہیں فرا پھپوائی ہیں یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔

مناہل اس بریسلٹ کو دیکھ رہی تھی وہ واقع میں بہت خوبصورت تھا۔

ابھی وہ تیار ہو رہی تھی اتنی دیر میں محرماہ اور عینی اس کے کمرے میں اگئی۔

السلام علیکم مہرماہ نے سلام کیا۔

وعلیکم السلام بھابھی کیسی ہیں اپ۔

میں ٹھیک ہوں تم بتاؤ مہرماہ نے کہا۔

میں بھی ٹھیک ہوں۔

اس کے بعد مناہل عینی سی ملی۔

اچھا یہ تو بتاؤ کیا ملا منہ دکھائی میں۔ عینی نے پوچھا۔

مناہل نے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف اشارہ کیا۔

واہ یہ تو بہت پیاری ہے۔ عینی نے کہا۔

پر تم نے اتارا کیوں پہن کر رکھو نہ مہرماہ نے کہا۔

وہ بھابھی اپ کو تو پتہ ہے مجھے جیولری پہننا پسند نہیں زین جو ان کو بلانا ایا تھا اس کو یہ بات سن کر برا لگا۔

لیکن یہ تو تمہاری منہ دکھائی ہے اسے تو پہن لو۔ عینی نے بریسلٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

مناہل نے اس کے کہنے پر بریسلٹ پہن لی پھر وہ تینوں باہر کی طرف چل دی۔

لڑکیاں باہر لان میں کھڑی باتیں کر رہی تھی کہ روح ائی۔

السلام علیکم۔۔روح نے سب کو مشترکہ سلام کیا۔۔

وعلیکم السلام سب نے مل کر یہ جواب دیا۔

بڑی جلدی اگئی میڈم۔مہرماہ بولی۔

سمجھ نہ زہیب بھائی نے چھوڑنا تھا تو وہ اتی۔عینی شرارت سے بولی۔

اس کی بات سن کر رخ شرمائی۔

اوئے ہوئے میڈم بلش کر رہی ہیں۔اس کے سرخ گال دیکھ کر انشراح بولی۔

ن۔۔نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔چلو تم کہتی ہو تو مان لیتے ہیں۔

اپی عنایہ کہاں ہے۔روح نے حورین سے پوچھا۔

اپنی دادو کے پاس۔

اور زیان اور ایزل کہاں ہے۔

وہ دونوں بھی اپنی دادو پاس۔انشراح مسکراتے بولی۔

اچھا روح تمہیں بھائی نے کیا گفٹ دیا جہاں تک مجھے پتا ہے میرا بھائی گفٹ کے معاملے میں بہت کھوتا ہے۔لاریب بولی۔

تو روح نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا۔

ماشاءاللہ بہت خوبصورت ہے۔لاریب خوشی سے بولی۔

ایک سیکنڈ یہ تمہاری گردن پر نشان کیسے۔۔انشراح کی نظر اس کی گردن پر پڑی جہاں سرخ اور نیلے نشان تھے۔

و۔۔۔وہ یہ۔۔روح ہکلائی۔

سمجھا کرونا تم لوگ۔حورین شرارت سے گویا ہوئی۔

اوہ ہووووو۔لڑکیوں نے ایک ساتھ مل کر اسے چھیڑا۔

توروح بیچاری شرما گئی۔

رک جا سالے اج بچ کر دکھا۔زہیب میر کے پیچھے بھاگتا بولا۔

چھوڑی نہ اس کو زیبی۔زمان بھی پیچھے سے ایا۔

یار سن تو لو تم دونوں۔میر اگے اگے بھاگتا بولا۔

سالے ایک بار ہاتھ تو لگ تیری خیر نہیں۔زمان دوسری طرف سے اتا بولا۔

ساری لڑکیاں انہیں دیکھ حیران تھی کہ انہیں صبح صبح کیا ہو گیا۔

اج نہیں بچتا توں میرے ہاتھوں سے اج توتوں گیا۔زہیب بھاگتا بولا۔

تبھی اہان سنان اور زین باہر ائے۔

ارے واہ یہاں تو ڈرامہ چل رہا ہے۔ زین انہیں دوڑتا دیکھ بولا۔

چل اہان کرسیاں لگا اور پاپ کارن لا۔ زین احان کو تھپکی مارتا بولا۔

چپ کر جاؤ تم دونوں ان سے بھی پوچھ لو کہ صبح صبح کیوں مٹر گشت کر رہے ہیں۔ سنان انہیں باتیں کرتے دیکھ بولا۔

رک جانا یار کبھی کبھی تو یہ سین دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اب کی بار اہان بولا۔

ادھر وہ تینوں ابھی بھی بھاگ رہے تھے۔

ویسے دلہے راجا کو کیا پڑی جو ایسے بھاگنے لگے۔ سنان بھی پر سوچ انداز میں بولا۔

پتہ نہیں پوچھ لو جا کر۔ زین بولا۔

تم تو چپ کر جا۔ سنان چڑتا بولا۔

کیوں تو نے بولا ہے۔ زین بھی دوبدو بولا۔

بس کر جاؤ تم دونوں۔ اہان بھی چڑنے لگا تھا ان کی لڑائی سے۔

یہ کیا ہوا ہے انہیں۔ لاریب حیرانگی سی بولی۔

پتہ نہیں۔ حورین بھی حیرانی سے بولی۔

ویسے ان تینوں کو بھی ایسی حرکتیں اتی ہیں۔ انشراح بولی۔

یار ویسے کیا ہوا ہو گا جو یہ ایسے بھاگ رہے ہیں۔ اب کی بار محرماہ بولی۔

پتہ نہیں ہم بھی یہی کھڑے ہیں۔روح بولی۔

رک جا میر میں تھک گیا ہوں۔زمان دوڑتا ہوا رکا اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھکا۔

ہائے یار میرا بھائی بڈھا ہو گیا۔زین عورتوں کی طرح ہاتھ سر پر لعنت بھیجی جسے زین نے سر خم دے کر وصول کیا جیسے کوئی عزاز ہو۔

میر اور زہیب بھی تھک چکے تھے اس لیے اپنی اپنی جگہ کھڑے تھے۔

اب بتاؤ کیوں بھاگ رہے تھے تم تینوں۔ان تینوں کو لڑتے دیکھ لاریب بولی۔

اب وہ تینوں ایک ساتھ کھڑے تھے تینوں دن کی طرف 11 بجے بھی رف لیے میں موجود تھے۔

کیا ہوا کچھ تو بتائیں اپ تینوں۔انشراح انہیں خاموش دیکھ بولی۔

یہ چول انسان لندن جا رہا ہو اور ہمیں اب بتا رہا ہے سونے پر سہاگہ کے فلائٹ میں ایک گھنٹہ رہ گیا ۔زہیب غصے سے بولا۔

عینی یہ سن کر ساکت ہو گئی۔

لندن مگر وہ کیوں۔سنان کو بھی سن کر حیرت ہوئی۔

میری ایک میٹنگ ہے وہ اٹینڈ کرنے جانا ہے۔میر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

سچ بتا میر تجھے یہ کب سے پتہ ہے کہ تو نے جانا ہے۔زمان کو جیسے بھی یقین نہیں آرہا تھا۔

یار کل پتا چلا اس لیے تو ایمرجنسی ٹکٹ کروائی۔میر نے جواب دیا۔

رک جا ہم ثمن سے پوچھتے ہیں۔زمان بولا۔

زیبی فون دیں میرا فون کمرے میں رہ گیا۔زمان بولا۔

یہ لے۔زہیب نے فون دیا۔

زمان نے کال ملائی اور کال پہلی رنگ پر اٹھالی گئی۔

ہیلو ثمن خان سپیکنگ۔۔۔

ہیلو ثمن کیسی ہو۔زمان نرمی سے بولا۔

ٹھیک تم کیسے ہو زمان۔

میں بھی ٹھیک۔

اچھا ثمن تم نے میر کو میٹنگ کا کب بتایا تھا۔اب کی بار زہیب بولا۔

ایک ہفتہ پہلے۔اس کے کہنے پر دونوں نے میر کو خونخوار نظروں سے دیکھا۔

اچھا میں بعد میں فون کرتا ہوں یہ کہتے ہی زمان نے کال کٹ کر دی۔

اچھانا یار معاف کر دو باقی سب خاموشی سے انہیں سن رہے تھے۔

تم مجھے بتاؤ میں جاتا ہوں لندن۔زمان کے بات سن کر حورین کا سانس اٹکا۔

نہیں میں خود جاؤں گا۔میر نے حتمی فیصلہ سنایا۔

زمان نے فورا میر کو گلے لگایا۔

اپنا خیال رکھنا اور مجھے فون کرتے رہنا۔ زمان بکر مند لہجے میں بولا۔

میر اس کے اس قدر پیار پر مسکرایا۔

زہیب نے بھی اسے گلے لگایا۔

مجھے فلیٹ کی چابی دے دینا۔ میر نے اسے گلے لگاتے کہا۔

وہ ثمن کے پاس ہے۔

چلو صحیح ہے میں وہاں جا کر اسے لے لوں گا۔ میر نے یہ کہا پھر وہ تیار ہونے کے لیے چلا گیا۔

میر تیار ہو رہا تھا تو عینی کمرے میں ائی۔

اس کی انکھیں رونے کی نشاندہی کر رہی تھی۔

عینی ادھر اؤ میر نے پیار سے بلایا۔

جی۔۔۔ عینی چھوٹے چھوٹے قدم لیتی اس کے پاس آئی۔

کیا ہوا۔۔ میر اس کے گال سہلاتے بولا۔

کچھ نہیں۔۔ عینی کی اواز میں نمی تھی۔

میں دو دن تک اجاؤں گا۔ وہ اسے سینے سے لگاتے بولا۔

عینی رونے لگی۔

اپ بہت برے ہیں مجھے پھر سے چھوڑ کر جا رہے ہیں اپ کو پتہ ہے میں اپ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میر اس کے بعد سن کر مسکرا دیا۔

عینی میں اس گھر کا بڑا بیٹا ہوں۔ اور تم بڑی بہو میر شاہ کی بیوی۔ میرے بعد سب تم نے سمبھالنا ہے۔ تم ایسے رہو گی پھر تو کچھ نہیں ہو گا نا۔ میر اسے سمجھاتے بولا۔

میر عینی کے ہونٹوں پر جھکا کچھ دیر بعد وہ پیچھے ہٹا اور چلا گیا۔

میر اکیلا ہی ایئر پورٹ گیا تھا ولیمے کے فنکشن کے باعث وہ کسی کو ساتھ نہ لے کر گیا۔

سب لڑکیوں نے اج خود ہی تیار ہونا تھا دونوں دولہنوں کو تیار کرنے کے لیے بیوٹیشن ائی تھی۔

زمان میرے بال بنا دے۔ حورین زمان کو موبائل میں مصروف دیکھ کر بولی۔

میں کیسے۔ زمان حیرانگی سے بولا کیا۔

کیا مطلب کیسے نہیں بال بن رہے۔ حورین غصے سے بولی۔

اچھا لاؤ کیا کرنا ہے۔ زمان اس کے پاس جاتا بولا۔

یہ کرل کریں حورین اسے مشین پکڑاتے بولی۔

مجھے نہیں کرنے اتے یہ۔ زمان بچارگی سے بولا۔

زمان۔۔ حورین غصے سے بولی۔

زمان شرافت سے اس کے بال کل کرنے لگا بقول اس کے۔

تبھی فاخرہ بیگم عنایہ کو لیتی اندر ائی جو رو رہی تھی۔

پکڑو اسے اور چپ کرواؤ مزے سے گھومتے پھرتے ہیں جیسے ابھی بھی کنوارے ہو۔فاخرہ بیگم اسے عنایہ پکڑاتے بولی جو نیچے سے ہی غصے میں ائی تھی۔

زمان نے عنایہ کو پکڑا اور حورین کی طرف دیکھنے لگا۔

آپ اسے چپ کروائیں میں کر لیتی ہوں۔

کچھ ہی دیر میں وہ سو گئی اور حورین بھی تیار ہو گئی۔ پھر وہ دونوں نیچے گئے۔

ولیمے کا فنکشن شروع ہو چکا تھا تمام لڑکیوں نے ساڑھی پہنی تھی عینی کو تو جیسے فنکشن میں کوئی دلچسپی نہ تھی سب بڑوں نے اسلامی کی رسم ادا کی اب سٹیج پر ینگ پارٹی نے جانا تھا زمان جو کہ سٹیج پر کھڑا تھا سٹیج سے اتر کر عینی کے پاس ایا اور اس کے کان میں کوئی چٹ ڈالی پہلے عینی حیران ہوئی مگر اس میں سے بھائی اواز گونجی۔

السلام علیکم۔ میر شاہ نے سلام کیا۔

وعلیکم السلام عینی نے مسکراتے جواب دیا۔

چلیں سٹیج پر اور رسم ادا کریں۔ میر فون سے بولا عینی رسم ادا کرنے کے لیے سٹیج پر گئی۔

عینی نے مٹھائی کھلائی تو زین نے اس کی انگلی منہ میں دبالی۔

اہ عینی چینی۔

تبھی زہیب کے فون پر کال ائی تو اس نے فون زین کے کان کو لگایا۔

انگلی چھوڑ عینی کی یہ کہنے کی دی تھی کہ زین نے فوراً چھوڑ دیا۔

قسمیں کیا ہٹلر شوہر ہے لندن بیٹھے ہوئے بھی سکون نہیں ارہا اس کو۔ زین ناک بسورتے بولا۔

عینی تمہارے لیے ایک سرپرائز ہے روم میں جا کر موبائل دیکھنا میر بولا۔

کچھ دیر تک ہلا گلا کرنے کے بعد سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

عینی فون پر میر سے بات کر رہی تھی

کہ زمان اندر آیا

ایم سوری دراصل مجھے عادت نہیں ہے نہ ایسے نوک کر کے انے کی طرح اصل میں جب میر چھڑا

چھانڈ تھا نا تو ایسے ہی اجاتا تھا اس کے بات سن کر عینی ہسنے لگی۔

تبھی زبان کے موبائل پر میسج ایا۔

یہ لیں جی اگیا تمہارے مجاز خدا کا میسج اس نے عینی کے سامنے موبائل کیا جہاں پر میر کا میسج جگمگا رہا تھا۔

بھلائی کا تو کوئی زمانہ ہی نہیں ایک تو بات کروائی اوپر سے بے عزتی میں یہاں اپنے ایئرپورٹس لینے ایا تھا۔

ہاں تو لے جاؤنا۔ عینی بولی۔

جا ہی رہا ہوں۔ زمان ایئرپورٹس لیتا کمرے سے نکل گیا اور عینی ہنسنے لگی۔

شاید وہ ناراض ہو گیا اپ س۔ے عینی بولی۔

بعد میں منا لوں گا۔ میر شاہ کی اواز ائی۔

اچھا میرا گفٹ دیکھا نہیں۔

بس ابھی دیکھتی ہوں کال چل رہی تھی عین نے ایک تصویر دیکھی جس میں اس کی اج کی مختلف تصویروں کے پورٹریٹ تھا۔

وہ یہ سب دیکھ کر حیران ہوئے کہ اخر یہ تصویریں میر کے پاس کہاں سے گئ۔

کیسا لگا۔۔۔

بہت خوبصورت۔۔

اسی طرح وہ کچھ دیر تک باتیں کرتے رہے۔

زمان کمرے میں ایا تو عنایہ بیڈ پر سو رہی تھی اور حورین اس کے کپڑے اٹھا رہی تھی۔

یہ اتنی جلدی کیوں سو گئی۔

تھک گئی ہو گئی اسی لیے۔ حورین نے کام کرتے ہی جواب دیا۔

پر مجھے تو ابھی اس کے ساتھ کھیلنا تھا۔ زمان بولا۔

ایک دن نہیں کھیلیں گے تو آفت نہیں اجائے گی۔ حورین غصے سے بولی۔

کیا ہوا غصہ کیوں ہو رہی ہو۔ زمان کو اس کے غصہ کرنے کی سمجھ نہیں ائی۔

اپ کو اس سے کیا جائیں اپنے کام کریں۔ حورین غصے سے منہ موڑتے بولی۔

زمان سمجھ گیا تھا کہ وہ کیوں غصہ ہو رہی ہے وہ کچھ دنوں سے اسے ٹائم نہیں دے رہا تھا اور وہ اس بات پر ناراض تھی ہوتے بھی کیوں نہ اسے بس ایک وہی شخص تو چاہیے ہوتا ہے ہر وقت ہر لمحہ۔

حورین شیشے کے آگے کھڑی تھی کہ پیچھے سے زمان نے اسے اپنے حصار میں لیا۔

چھوڑیں مجھے۔ حورین غصے سے بولی۔

اگر نہ چھوڑوں تو۔ زمان ائی برو اچکاتے بولا۔

حورین نے اسے غصے سے دیکھا جس پر زمان کے چہرے پر مسکراہٹ ائی۔

مجھے نہیں پتہ تھا کہ میری بیوی مجھ سے اتنی محبت کرتی ہے کہ اگر میں دو دن نہ بلاؤں تو ناراض ہو جائے گی۔ زمان نے حصار تنگ کرتے کہا۔

دو دن نہیں چھ دن۔ حورین ناک سکورتی بولی۔

ارے واہ دن بھی یاد ہیں۔زمان شرارت سے گویا ہوا۔

ہاں جی اگر اپ نے ایسے ہی کرنا تھا تو کیوں مجھے اپنی عادت ڈالی۔حورین کی اواز میں نمی واضح تھی۔

اچھانہ آگے سے ایسا نہیں ہو گا۔زمان اس کا چہرہ ہاتھوں میں پکڑتا بول۔

پکا۔۔۔

جی میری جان پکا۔زمان اس کے ہونٹوں کو چھوتے بولا۔

اچھا چلیں ہٹے میں چینج کر کے ائ۔

زمان نے اسے چھوڑا اور وہ واش روم میں گھس گئے۔

صبح زمان افس جانے لگا تو زین بھی تیار ہو کر نیچے ایا۔

تم کہاں۔۔۔زمان اسے تیار دیکھ حیران ہو کر بولا۔

اپ کے ساتھ افس۔زین بریڈ پر جام لگاتے ہوئے بولا۔

میرے خیال سے تمہاری یاداشت چلی گئی ہے ابھی پرسوں شادی ہوئی ہے اور اج تم افس جاؤ گے۔

زمان کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔

میر بھائی بھی نہیں ہے اور زہیب بھی نہیں جارہا اپ کیسے سنبھالیں گے سب کچھ۔زمان جو اس کا گلاس

اٹھاتے ہوئے بولا۔

میں سنبھالوں گا۔

نہیں میں جاؤں گا۔زین تو جیسے بضد تھا اج جانے پر۔

پہلے تم تو جان چھڑواتے تھے افس جانے سے اور اج تمہیں کون سا دورہ پڑ گیا۔زمان نے کہا۔

کچھ نہیں ایسے ہی اور میں جا رہا ہوں اپ ناشتہ کر کے اجانا۔زین یہ کہتے ٹیبل سے اٹھ کر چلا گیا۔

ایک تو اس لڑکے کی مجھے سمجھ نہیں اتی دل میں سوچتے ہوئے وہ ناشتہ کرنے لگا۔

زین رات میں کافی دیر سے ایا وہ کافی تھک چکا تھا کیونکہ اج میر اور زہیب نہیں تھی ان کے ہونے پر اسے زیادہ کام نہیں کرنا پڑتا تھا لیکن اج وہ کافی تھک گیا تھا۔

زین کمرے میں ایا تو مناہل وہاں پر نہیں تھی وہ شاید امنہ بیگم کے کمرے میں تھی۔

وہ بیڈ پر لیٹ گیا نہ جانے کب اس کی انکھ لگ گئی۔

مناہل کمرے میں ائی تو وہ سو رہا تھا۔

ہوتے ہوئے لگ ہی اتنا پیارا رہا تھا کہ مناہل کا دل ہی نہیں چاہا اسے اٹھانے کو۔

زین بنا کمبل لیے اور جوتے اتارے ہی سو رہا تھا مناہل نے اس کے جوتے اتارے اور اس پر کمبل اڑا کر خود صوفے پر اکر لیٹ گئی۔

صبح زین کی انکھ کھلی تو وہ بیڈ پر سو رہا تھا مناہل صوفے پر بیٹھی کوئی کتاب پڑھنے میں مصروف تھی۔

سوری میری وجہ سے تمہیں صوفے پر سونا پڑا۔زین بستر سے اٹھتا بولا۔

کوئی بات نہیں لیکن آئندہ ایسا نہ ہوا گر ایسا ہوا تو ٹانگ سے کھینچ کر نیچے گرا دوں گی۔۔مناہل کتاب بند کرتے ہوئے بولی۔

اس کی بات پر زین نے اسے ایسے دیکھا جیسا کہہ رہا ہو اچھا واقعی ایسا ہے ہمت ہے ایسے کرنے کی۔

مناہل بھی اسی کے انداز میں بولی

ہاں۔

سب ناشتہ کر رہے تھے۔

عینی چائے لے کر اٹھی کہ اچانک اسے زوردار چکر آئے۔سنان جو کہ پاس کھڑا ہوا تھا فوراً عینی کو پکڑا ورنہ وہ گر جاتی۔

کیا ہوا طبعیت کو۔زمان بھی فکرمندی سے بولا

پتہ نہیں بھائی چکر ارہے ہیں۔عینی سر پکڑتے بولی۔

یہ لو پانی پیو۔حورین اسے پانی دینے لگی عینی نے صرف دو گھونٹ پانی پیا۔

کیا ہوا بیٹا۔عالیہ بیگم بھی فکرمندی سی بولی۔

ایک کام کرتے ہیں ڈاکٹر کو بلا لیتے ہیں۔زمان بولا۔

ہاں یہ صحیح ہے۔ذرینہ بیگم بولی۔

زمان نے ڈاکٹر کو کال کی تقریباً ادھے گھنٹے بعد ڈاکٹر ائی۔

ڈاکٹر عینی کا کمرے میں چیک اپ کر رہی تھی باقی سب باہر پریشان تھے ان سب میں صرف امنہ بیگم بے فکر اخر کو انہوں نے ایک عمر گزاری تھی۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر باہر ائی مبارک ہو شی از پریگننٹ۔ڈاکٹر خوشی سے بولی۔

سب کے چہرے خوشی سے چمک رہے تھے۔

عالیہ بیگم کی تو انکھوں میں انسو اگئے اخر کو ان کے بیٹے کی زندگی میں بھی خوشیاں ارہی تھی۔

اپ ان کا خیال رکھیں اور ٹینشن سے دور رکھیں۔ڈاکٹر ماہرانہ انداز میں کہہ کر جا چکی تھی۔

اب سب عینی کے پاس تھے۔

مبارک ہو عینی۔انشراح خوشی سے بولی اخر کو وہ پھوپھو بننے والی تھی۔

خیر مبارک۔عینی خوشی سے بولی۔

ہمارے جونیئرز میں اضافہ ہونے والا ہے۔زین خوشی سے بولا۔

ہاں میں بہت خوش ہوں۔روح کی تو خوشی نرالی تھی۔

میر بھائی کو کون بتائے گا۔حورین نے پوچھا۔

بھابھی اور کون۔ مناہل شرارت سے بولی۔

ہاں تو اور کون بتائے گا۔ زمان بولا۔

زمان کی تو خوشی ہی نرالی تھی اخر کو اس کا دوست اس کی جان باپ بننے والا تھا۔

نہیں تم نہ بتانا باقی سب خیر ہے سنان بولا۔

یہی نہ بتا دے۔ زین اس کا دھیان زہیب کی طرف کرواتا بولا۔

میں نے تو بتا بھی دیا۔ زہیب بڑے مزے سے بولا۔

کیاااا سنان چیخا۔

جاہل انسان چیخ کیوں رہے ہو۔ زمان اسے گھورتے بولا۔

بالکل عورتوں جیسی خصوصیات ہیں تجھ میں۔ ذں ن نے اسے غصے سے بولا۔

مذاق کر رہا ہوں نہیں بتایا۔ زہیب نے صفائی پیش کی ورنہ وہ پتہ نہیں اسے کیا کیا کہہ دیتے۔

شکر الحمدللہ۔ سنان نے کہا۔

اوہیلو اتنا تو مجھے بھی پتہ ہے کہ یہ حق عینی بھابھی کا ہے۔ زہیب کالر جھاڑ تھا بولا۔

ارے واہ تجھے پتہ ہے۔ سنان بولا۔

چپ کر جاؤ کیوں بات بات پر لڑنا شروع ہو جاتے ہو۔ حورین ان کی لڑائی سے تنگ آ کر بولی۔

ان کا تو کام ہی یہی ہے۔ انشراح نے حورین کی حمایت کی۔

ایک اور خوشخبری ہے تم سب کے لیے۔زین خوشی سے بولا۔

وہ کیا۔مناہل بولی۔

اہان باپ کے درجے پر فائض ہونے والا ہے۔زین خوشی سے بولا۔

کیاااامناہل چیخی۔

اہستہ مناہل کیوں ہارٹ اٹیک کروانا ہے۔زمان کانوں پر ہاتھ رکھتا بولا۔

نہیں تمہیں کس نے بتایا۔سنان نے پوچھا۔

وہ کل بتایا تھا اس نے۔زین ہچکچاتے بولا۔

کیا اب کی بار انشراح چیخی۔

اب تمہیں کیا ہو گیا ہے۔سنان نے اسے گھورا۔

سوری تم ہمیں اب بتا رہے ہو۔انشراح غصے سی بولی۔

ہاں وہ میں بھول گیا تھا۔زین دانت نکال کے بولا۔

خیر اج ارہا ہے وہ۔زہیب بولا۔

اب تجھے کیسے پتہ تھا یہ اب۔زمان بولا۔

اوئے نہیں اوئے ابھی اہان کا میسج ایا ہے وہ اج شام ارہا ہے۔زہیب صفائی دیتا بولا۔

سلام ہے اہان کو جس نے اتنے بڑے بندے کو بتایا۔اب کی بار حورین بولی۔

اب بھابھی اپ تو ایسے نہ بولیں مجھے ایک لوتا دیور ہوں اپ کا۔ ذہن معصوم انداز میں بولا۔

مناہل کو واقعی وہ کوئی معصوم ہی لگا۔

اچھا چلو اب باہر چلو۔ عینی اس سب میں پہلی بار بولی۔

ہاں چلیں چلیں۔ روح نے حمایت کی۔

پھر وہ سب بڑوں کے پاس گئے جو بہت خوش تھے۔

زمان۔۔۔ زوہیب نے پکارا۔

ہمم۔ زمان نے موبائل پر کچھ ٹائپ کرتے جواب دیا۔

تیری میر سے بات ہوئی کب ارہا ہے وہ۔ زہیب نے زمان سے پوچھا۔

ہاں کل ارہا ہے۔ زمان نے جواب دیا۔

اور عینی کی چہرے پر خوشی ائی تھی میر کا نام سن کے۔

کتنے بجے تک اجائے گا۔ زمان نے پوچھا۔

تقریبا کل 10 بجے زہیب نے بتایا۔

تجھے کیسے پتہ یہ۔ زمان نے تشویش سے پوچھا۔

اس نے کہا تھا وہ جب بھی ائے گا رات کی فلائٹ سے ائے گا اس حساب سے یہی ٹائم ہے۔زہیب نے تفصیل بتائی۔

ہاں یہی ٹائم ہے۔اب کی بار بار زمان نے کہا۔

مہرماہ آپی کب ائیں گی۔روح نے بیتابی سے پوچھا۔

وہ دیکھو اگے مناہل باہر کی طرف اشارہ کرتے ہی بھاگ کے اہان کے گلے لگی۔

مبارک ہو بھائی۔مناہل خوشی سے بولی۔

خیر مبارک بھائی کی جان۔اہان اس کا ماتھا چوم کر بولا۔

مبارک ہو بھابھی۔اب مناہل مہرماہ کے گلے لگی۔

خیر مبارک تمہیں بھی مبارک ہو۔محرماہ خوشی سے بولی۔

اؤ اؤ میرے بچو۔امنہ بیگم خوشی سے بولی۔

وہ دونوں امنہ بیگم سے ملے امنہ بیگم نے انہیں ڈھیروں دعائیں دی۔

سب لوگ خوش تھے۔

رات کو کھانا کھانے کے بعد ینگ پارٹی چھت پر ڈیرہ لگائے بیٹھی تھی۔

زین اور اہان ہینڈ فری لگائے کوئی مووی دیکھ رہے تھے۔

زمان اور ذہیب آپس میں باتیں کرانے میں مصروف تھے۔جبکہ سنان بھی موبائل میں مصروف تھا۔

اگر یہ موبائل ہی دیکھنے ائے تھے تو اپ لوگ نیچے ہی رہتے۔روح بولی۔

ہاں تو روحانہ اب ہم کیا باتیں کریں۔زین مووی بند کرتا بولا۔

باتیں کرتے ہیں ناسب۔مہرماہ بولی۔

چلو کرو باتیں۔اہان بولا۔

ویسے ہاں تجھے اتنی اہم بات بتانے کو زین ہی ملا تھا۔زمان نے پوچھا۔

ہاں کیوں کیا ہوا۔اہان نے سوال کیا۔

یہ صاحبزادے ہمیں اج بتارہے ہیں کہ اب اپ باپ بننے والے ہیں۔سنان نے اس کے علم میں اضافہ کیا۔

کوئی نہ میرا یار کل کام پر تھا بھول گیا ہو گا۔اہان زین کو گلے لگاتا بولا۔

شکر ہے تو نے میرے سائڈلی ورنہ انہوں نے تو طعنے مار مار مجھے مار دینا تھا۔زین بیچارگی سے بولا۔

اوئے چل کوئی نا۔اہان بولا۔

اچھا مہرماہ تمہیں کب پتہ چلا۔حورین نے پوچھا۔

کل ہی۔مہرماہ شرماتے بولی۔

یہ تم دونوں کیا باتیں کر رہی ہو۔زمان نے پوچھا۔

کچھ نہیں بس ایسے ہی۔ مہرماہ بولی۔

زہیب تم میر سے کیسے ملے لندن میں۔ سنان نے پوچھا۔

ایک بزنس میٹنگ میں ملے تھے پھر دوستی ہو گئی۔ زہیب نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

یار کچھ ارڈر کرلو باہر سے۔ زمان بولا۔

کیوں کھانا نہیں کھایا تم نے۔ اہان نے پوچھا۔

نہیں۔

کیوں۔۔۔

دل نہیں کر رہا تھا۔ زمان بیچارگی سے بولا۔

اچھا پھر میں ارڈر کرتا ہوں۔ زہیب بولا

ارے دادو ڈانٹیں گے۔ زین فوراً بولا۔

کوئی نہ چھپ کر کر کھالیں گے۔ اہان بولا۔

سب اس کی بات پر متفق تھے۔

اچھا پھر کیا ارڈر کروں۔ زہیب نے زمان سے پوچھا۔

پزا پاستہ اور فرائز۔ زمان بولا۔

بچے کہاں ہیں۔سنان نے پوچھا۔

بچے سو گئے ہیں مما پاس ہیں وہ۔حورین بولی۔

اچھا۔

زہیب بھائی پاستہ ایکسٹرا اسپائسی۔عینی بولی۔

اچھا۔

اس کی سن لے ورنہ میر بھائی لندن سے آ کر ماریں گے۔زین فورا بولا۔

ہاں تو تمھیں کیا ہے۔عینی بولی۔

مجھے کیا میرے کونسا پیسے جانے ہیں۔سکون قابلِ دید تھا۔

ہاں تو پھر چپ ہی رہو۔عینی غصے سے بولی۔

میں تو تمھیں بلایا ہی نہیں تھا زہیب کو بلایا تھا۔زین بھی دو بدو بولا۔

اوئے ہوئے کیوں لڑنے لگے ہو۔روح چڑتے ہوئے بولی۔

نہ لڑو میری بیوی کو لڑنا پسند نہیں۔زہیب کی بات سن کر روح شرمانے لگی۔

ہائے ربا زن مریدوں میں اضافی ہو گیا۔زین دہائی دیتے ہوئے بولا۔

اس میں کیا زن مریدی ہے۔سنان نے پوچھا۔

پتہ نہیں۔زین دانت نکالتے ہوئے بولا۔

اچھا چلو بس کر دو زمان معصوم سا منہ بناتے ہوئے بولا۔

وجہ بھوک تھی۔

وہ اس وقت اتنا پیارا لگ رہا تھا کہ اگر سب سامنے نہ ہوتے تو حورین اسے ضرور پیار کرتی۔

میں نے ارڈر کر دیا ہے ارہا ہے ادھے گھنٹے تک۔ زہیب بولا۔

اچھا چل صحیح ہے۔

زمان نے ذہیب ی گود میں سر رکھا۔

اوے یہ روحانہ کی جگہ ہے۔ زین فورا بولا۔

زہیب کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لیں یا زین کو غائب کر دے۔

کچھ اچھا بھی بول لیا کر۔ سان کلس کر بولا۔

سنان زن مرید اب ٹھیک ہے۔ زین اسے چڑھاتے بولا۔

اس کی بات سن کر سب ہنسنے لگے۔

کوئی حال نہیں تیرا۔ اہان بولا۔

تم دونوں کا ہی کوئی حال نہیں۔ مہرماہ نے اس کے علم میں اضافہ کیا۔

جسے ان دونوں نے مسکرا کر قبول کیا جیسے کوئی اعزاز ہو۔

عینی میر بھائی کی یاد ارہی ہے۔ انشراح نے عینی سے پوچھا

لڑکے اپنی باتوں میں مصروف ہو چکے تھے۔

ہمم۔ عینی اداس لہجے میں بولی۔

چلو کوئی نہ کل بھائی ارہے ہیں۔ حورین اس کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے بولی۔

یار میرا دل کرتا ہے میں واپس لندن شفٹ ہو جاؤں۔ اس کے بات سن کر سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

وجہ۔۔۔ زمان نے اس کی گود میں لیٹے ہی پوچھا۔

یار بس ویسے ہی۔ زہیب اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے بولا۔

مجھے پتہ ہے نا تو نہیں جا سکتا۔ زمان بولا۔

ہاں۔۔۔ زہیب نے مسکراتے جواب دیا۔

کیوں نہیں جا سکتا ویسے یہ۔۔ سنان نے وجہ پوچھی۔

کیونکہ جب یہ جو لندن میں تھا تو میں نے اور میر نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اگر یہ لندن گیا تو ہم بھی چلے جائیں گے۔

عینی اور حورین اس کی بات سن کر چونکی

اپنی بیویوں کے ساتھ۔ زین نے پوچھا۔

نہیں۔ زمان نے یک لفظی جواب دیا۔

لیکن میں جا ہی نہیں رہا۔ ذہیب کی بات سن کر عینی اور حورین دونوں پر سکون ہوئی۔

اتنے عرصے میں وہ ان تینوں کی دوستی دیکھ چکی تھیں۔

تھی۔

پھر کچھ دیر تک کھانا اگیا وہ کھانا کھا کر کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

مناہل کمرے میں ائی تو زین بیڈ پر لیٹا تھا۔

اس نے مناہل کو دیکھ کر پورے دانتوں کی نمائش کی۔

ہاں جی تو اب اپ کون سی ٹانگ اٹھا کر مجھے نیچے گرانا چاہیں گی یہ والی یا یہ والی۔ یہ کہنے کے ساتھ اس نے اپنی دونوں ٹانگیں اس کی طرف کی۔

تمیز سے میرے بستر سے اتر جاؤ مجھے بہت نیند ارہی ہے سونا ہے میں نے۔ مناہل اسے غصے سے گھورتے ہوئے بولی۔

ہاں تو نیچے گراؤ اور لے لو اپنا بستر۔ زین بھی دوبدو بولا۔

مجھے بات ہی نہیں کرنی تم سے تم ہو ہی انتہائی فضول ادمی بد تمیز نہ ہو تو۔ مناہل غصے سے کہتی ہوئی بیڈ سے کمبل اٹھاتی ہوئی صوفے پر جانے لگی۔

اس نے کمبل اس طرح اٹھایا تھا کہ اس کا ایک کنارہ نیچے لٹک رہا تھا اور مناہل کا پیر اس میں اڑ گیا اور بیچاری سیدھی زمین پر گری۔

اوہو گر گئی نا بیچاری بے جان کمبل سے الجھو گی تو یہی ہو گا نا مجھ سے الجھتی تو خدا کی قسم گرنے نہیں دیتا۔

زین اپنی ہنسی کنٹرول کرتا ہوا بولا۔

تم بھاڑ میں جاؤ۔ مناہل نے کمبل اس کے منہ پر مارتے ہوئے کہا۔

____

زمان کھڑکی کے پاس بغیر شرٹ کے فون پر میر سے بات کر رہا تھا۔

حورین جو کہ چینج کر کے ائی زمان کو دیکھ کے اسے شرارت سوجی۔

حورین زمان کے پاس گئی اور اسے گلے لگایا زمان اس کی حرکت پر مسکرانے لگا۔

حورین اس کے گلے پر انگلیاں پھیرتے گردن تک لائی۔

زمان نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنی کمر کے پیچھے کیا۔

حورین نے اس کی گردن پر ہونٹ رکھے۔

زمان نے اسے بالوں سے پکڑ کے پیچھے کیا اور اسے گھورا۔

مگر حورین پر اس گھوری کا کوئی اثر نہ ہوا۔

حورین دوبارہ اس کے گلے لگے اور اس کے سینے پر ہونٹ رکھے۔

اب کی بار زمان کی بس ہوئی اس نے فون بند کر دیا۔

زمان نے حورین کے دونوں بازو پکڑے اور اس کے کمر کے پیچھے لگائے۔

جی اب بتاؤ کیا مسئلہ ہے تمہارا۔ زمان اس کی گال پر ناک ٹریس کرتا بولا۔

کچھ نہیں۔ حورین نے بھی مسکراتے جواب دیا۔

پھر تم کیوں تنگ کر رہی ہو۔ زمان اس کی گردن پر جھکتا بولا۔

جب میں اپ کے پاس ہوں تو اپ کیونکہ کسی اور چیز پر دھیان دیتے ہیں۔

اپ کو نہیں پسند میرا ایسا کرنا۔ زمان اس کی بیک زپ کھولتا بولا۔

بالکل نہیں۔ حورین اپنے بازو چھڑواتے زمان کا گرد باندھتے بولی۔

اچھا تو اپ بتا دیں کیا۔ کیا کروں۔ زمان اس کے کندھے پر ہونٹ رکھتا بولا۔

جو اب کر رہے۔ حورین شرم کو بلائے طاق رکھتے بولی۔

زمان نے حیران نظروں سے اسے دیکھا۔

اس میں حیران ہونے والی کون سی بات ہے۔ حورین اس کی کی انکھوں میں انکھیں ڈالتے بولی۔

کچھ نہیں بس ایسے ہی۔ زمان اس کی کمر پر ہاتھ پھیرتا بولا۔

حورین اس کے سینے سے لگی اور بولنے لگے۔

زمان مجھے نہیں پتہ کہ کیا ہو رہا ہے بس اتنا جانتی ہوں کہ اپ کے بغیر میں نہیں جی سکتی بس اپ کی قربت کا طلبگار ہے میرا دل اپ کا۔

زمان نے اسے پیچھے کیا اور اس کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھے۔

وہ دونوں دنیا جہان بلائے ایک دوسرے میں کھوے تھے۔

زمان نے حورین کو باہوں میں اٹھایا اور بیڈ پر لٹا کر اس پر جھک گیا۔

حورین نے مسکراتے اس کے گلے میں بازو حائل کیے۔

زمان ایک بار پھر اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔

پھر اس کی گردن پر اپنی محبت کی نشان چھوڑنے لگا۔

اور وہ انکھیں بند کر کے بس سکون محسوس کر رہی تھی گردن سے سین پھر پیٹ اور وہ اہستہ اہستہ ساری حدیں پار کرتا گیا۔

مناہل زین فاخرا بیگم اور امنہ بیگم لاؤنج میں بیٹھے تھے اور جس جگہ زین موجود ہو وہاں سکون کیسے ہو سکتا ہے۔

مناہل پانی پلاؤ۔ اس نے مناہل کو حکم دیا مناہل کو اس کے اس طرح حکم دینے پر غصہ ایا ایک تو پہلے ہی رات والی بات پر اس کا دل چاہ رہا تھا کہ زین کو سمندر میں پھینک دے یا چھت سے گرا دے۔

میں نوکر نہیں ہوں تمہاری۔ مناہل نے غصے سے جواب دیا۔

شرم کرو لڑکی شوہر ہے تمہارا شوہر کی نافرمانی کرنے والی لڑکیوں کو اللہ پسند نہیں کرتا اور اپ بولا کرو عزت کیا کرو شوہر کی۔ امنہ بیگم کو اس کے اس طرح زین سے بات کرتے غصہ ایا۔

زین کو تو جلتی پر تیل ڈالنے کا موقع مل گیا۔

دیکھ لیا دادو ایسے بات کرتی ہے مجھ سے۔ مناہل زین کو گھورتی پانی لینے چلی گئی کیونکہ وہ امنہ بیگم سے مزید ڈانٹ نہیں سننا چاہتی تھی۔

تم نہ میری بیٹی کو تنگ نہ کیا کرو۔ فاخرہ بیگم اس کے کان کھینچتے ہوئے بولی۔

تمہارے بچے بھی ہو جائیں گی نا اسی طرح تمہارے کان کھینچا کروں گی۔ فاخرہ بیگم نے مسکراتے کہا۔

بچے ماؤں کے لیے ہمیشہ بچے ہی رہتے ہیں۔

ہو ہی نہ جائیں میرے بچے۔ زین جل کر بولا۔

اتنی دیر میں مناہل پانی لے کر ائی۔

شکریہ بیگم۔ زین اسے تنگ کرتا بولا۔

مناہل بس اسے گھور کر رہ گئی۔

کچھ دیر بعد امنہ بیگم نے سارے بچوں کو لاؤنج میں بلایا۔

جی دادو اپ نے بلایا خیریت۔سنان نے بات کا اغاز کیا۔

رات کو کھانا کس نے منگوایا تھا۔امنہ بیگم نے سوال کیا۔

زمان کی تو مانو سٹی گم ہوئی۔

وہ دادو۔۔۔انشراح بولی۔

جتنا پوچھا ہے اتنا جواب دو۔امنہ بیگم غصے سے بولی۔

زمان نے سب کو نہ کا اشارہ کیا۔

روح اور حورین سب کچھ دیکھ رہے تھی۔

صبح امنہ بیگم نے زین کو ڈبے باہر پھینکتے دیکھ لیا تھا۔

وہ نانو۔۔۔مناہل بھی ڈرتے ہوئے بولی۔

میں نے جو پوچھا وہ بتاؤ۔امنہ بیگم غصے سے بولی۔

دادو زہیب اور زمان نے تو نہیں منگوایا۔زین نے اپنی طرف سے سمجھداری کا مظاہرہ کیا۔

سب نے زین کو گھورا۔

لعنتی انسان۔سنان لعنت بھیجتا بولا۔

عینی نے اسے اشارہ کیا۔تف ہے تم پر۔

اؤتم دونوں یہاں۔امنہ بیگم نے حکم دیا۔

دادو زمان کچھ بولتا ہے کہ امنہ بیگم پھر بولی۔

میں نے کہا ادھر اؤ۔

دونوں معصوم شکلیں بناتے اٹھے۔

اٹھک بیٹھک کروا۔ منہ بیگم نے سزا کا حکم سنایا۔

جی۔۔۔زہیب نا سمجھی سے بولا۔

برخوردار کیا سننے میں کوئی مشکل ہوتی ہے۔ امنہ بیگم بولی۔

نہیں دادو۔ زہیب بیچارگی سے بولا۔

سب کے چہروں پر دبی سی مسکراہٹ تھی۔

چلو پھر شروع ہو جاؤ۔

دادو میں ایک بچی کا باپ ہوں کچھ تو رحم کریں۔

ہاں اور دادو میں بھی شادی شدہ ہوں۔

دونوں نئے نئے حربے ازمانے لگے۔

اگر باتیں ہو گئی ہوں تو شروع کرو۔ امنہ بیگم نے سکون سے جواب دیا۔

زمان نے زہیب کو اشارہ کیا جیسے کہہ رہا ہو کر دے شروع اج نہیں بچنا۔

ان دونوں نے شروع کی۔

ایک گھنٹے تک لگے رہو۔ امنہ بیگم نے نیا حکم سنایا۔

کیاااا۔ وہ دونوں چیخے۔

جی صحیح سنا۔

اب سب لوگ ہنس رہے تھے جن میں روح اور حورین بھی شامل تھی۔

ان دونوں نے اپنی بیویوں کو غے سے دیکھا کم از کم وہ تو ایسے نہ ہنستی۔

40منٹ تک وہ دونوں کرتے رہے اب ان کی بس ہو گئی تھی۔

مگر امنہ بیگم کو ترس نہ ایا۔

السلام علیکم تبھی میر شاہ کی بھاری آواز گونجی۔

وعلیکم السلام۔

سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

جس کی نظر صرف ان دونوں پر تھی۔

عینی کا چہرہ تو خوشی سے کھل اٹھا۔

تم دونوں کیوں رو کے ہو امنہ بیگم غصے سے بولی۔

تو وہ بیچارے دوبارہ شروع ہو گئے۔

میر ان کے سامنے گیا اور ان دونوں کو روک کر گلے لگایا وہ دونوں بھی میر پر چڑھ دھوڑے۔

چلو اپنے کمروں میں۔ میر ان سے الگ ہوتا بولا۔

نہیں بیٹا ان کی سزا ہے یہ۔ امنہ بالکل فورا بولیں۔

تو وہ دونوں رک گئے۔

میں نے کہا جاؤ۔ میر شاہ سنجیدگی سے بولا۔

اسے ان سب کے سامنے دادو کو ان کو سزا دینا برا لگا تھا۔

وہ دونوں موقع پاتے گیسٹ روم میں چلے گئے اج ان کا زیادہ ادھر ہی رہنے کا تھا۔

اخر کو اپنی بیویوں سے ناراضگی کا اظہار بھی تو کرنا تھا۔

سوری دادو مجھے اپ کا ان کو سزا دینا برا لگا۔ یہ کہتے ہی وہ اپنی مخصوص چال چلتا بغیر کسی سے ملے کمرے میں چلا گیا۔